طالعاتی رہنما

(نظر ثانی شدہ ایڈیشن)

مطالعہ الفقہ الاسلامی

(اسلامی قوانین)

ٹ: 1-9

کوڈ: 4632

www.KitaboSunnat.com

برائے

ایم اے علوم اسلامیہ

علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی، اسلام آباد

بسم اللہ الرحمن الرحیم
قُلْ أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ
مجلس التحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام
محدث لائبریری
کتاب وسنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

معزز قارئین توجہ فرمائیں

- کتاب وسنت ڈاٹ کام پر دستیاب تمام الیکٹرانک کتب ... عام قاری کے مطالعے کیلئے ہیں۔
- مجلس التحقیق الاسلامی کے علمائے کرام کی باقاعدہ تصدیق واجازت کے بعد (Upload) کی جاتی ہیں۔
- دعوتی مقاصد کیلئے ان کتب کو ڈاؤن لوڈ (Download) کرنے کی اجازت ہے۔

تنبیہ

ان کتب کو تجارتی یا دیگر مادی مقاصد کیلئے استعمال کرنے کی ممانعت ہے
کیونکہ یہ شرعی، اخلاقی اور قانونی جرم ہے۔

اسلامی تعلیمات پر مشتمل کتب متعلقہ ناشرین سے خرید کر تبلیغ دین کی
کاوشوں میں بھرپور شرکت اختیار کریں

PDF کتب کی ڈاؤن لوڈنگ، آن لائن مطالعہ اور دیگر شکایات کے لیے
درج ذیل ای میل ایڈریس پر رابطہ فرمائیں۔

KitaboSunnat@gmail.com
library@mohaddis.com

www.KitaboSunnat.com

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ“

www.KitaboSunnat.com

مطالعاتی رہنما

مطالعہ فقہ الاسلامی

(اسلامی قوانین)

مطالعہ متن: از الھدایہ

کوڈ نمبر: 4632

کریڈیٹ آورز: 03

(یونٹ 1 تا 9)

تحریر: ڈاکٹر محمود الحسن عارف

اضافہ و ترتیب جدید: ڈاکٹر غلام یوسف

برائے

ایم اے علوم اسلامیہ

علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی اسلام آباد

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کورس کوڈ 4632

(جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں)

ایڈیشن اوّل	2000ء
اشاعت	2019ء
تعداد اشاعت	6500
قیمت	-/125روپے
نگران طباعت	مینجمنٹ کمیٹی برائے پی پی یو
طابع	ایم۔ عاصف یونس پرنٹرز لاہور
ناشر	علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی، اسلام آباد

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

کورس ٹیم

چیئرمین	:	پروفیسر ڈاکٹر محمد طفیل ہاشمی
تحریر	:	ڈاکٹر محمود الحسن عارف
اضافہ وترمیم	:	ڈاکٹر محمد ضیاء الحق
نظر ثانی	:	ڈاکٹر محمد ضیاء الحق۔
		معین الدین ہاشمی
تدوین	:	انوار الحق
ترتیب جدید	:	ڈاکٹر غلام یوسف
کورس رابطہ کار	:	ڈاکٹر غلام یوسف، ایسوسی ایٹ پروفیسر
		صدر شعبہ، فقہ وسلامی قانون

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

فہرست

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
پیش لفظ		
کورس کا تعارف اور اس کے مقاصد		
یونٹ نمبر 1	ارکان نکاح اور محرکات نکاح	1
یونٹ نمبر 2	ولایت کفایت اور وکالت نکاح کے احکام	24
یونٹ نمبر 3	احکام مہر	50
یونٹ نمبر 4	غیر مسلموں کے نکاح کے مسائل اور بیویوں کے مابین تقسیم کے احکام	82
یونٹ نمبر 5	طلاق کے طریقے	96
یونٹ نمبر 6	رجوع کے احکام	184
یونٹ نمبر 7	ایلاء، خلع، ظہار اور اس کے کفارہ کے احکام	200
یونٹ نمبر 8	لعان عنین اور عدت کے احکام	238
یونٹ نمبر 9	ثبوت نسب اور نفقات کے احکام	269

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

پیش لفظ

ایم اے علوم اسلامیہ کے کورس مطالعہ فقہ اسلامی کورس کوڈ: 4631 کے بعد اب کورس کوڈ: 4632 پیش کیا جا رہا ہے۔ کورس کوڈ: 4631 میں فقہ اسلامی سے طلباء و طالبات کا تعارف کروایا گیا ہے اور فقہ کو سمجھنے میں مدد دینے والی معلومات فراہم کی گئی تھیں۔ کورس کوڈ: 4632 میں طلبہ و طالبات کو براہ راست مطالعہ متن کے ذریعے اسلامی قوانین کو سمجھنے کی صلاحیت پیدا کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ فقہ کے جو قواعد اور اصول طلباء نے کورس کوڈ: 4631 میں میں مطالعہ کئے انہی قواعد کی روشنی میں مدون شدہ قوانین کا مطالعہ کورس کوڈ: 4632 میں طلباء سے کروایا جا رہا ہے۔

کورس کوڈ: 4632 میں مطالعہ کے لئے جو مواد منتخب کیا گیا ہے اس کا تعلق احوال الشخصیہ سے ہے اور یہ وہ احکامات ہیں جن کا راہ راست تعلق ہر شخص سے ہے۔

اس کورس کے مطالعہ سے نہ صرف طلباء خود فقہ اسلامی کے ذاتی زندگی سے متعلق احکامات سے آگاہ ہو سکیں گے بلکہ دوسرے لوگوں کو بھی رہنمائی فراہم کر سکیں گے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ ہمیں اسلامی احکامات کو سمجھنے اور ان پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

آمین

پروفیسر ڈاکٹر محمد باقر خان خاکوانی
سابق ڈین کلیہ عربی و علوم اسلامیہ
علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی، اسلام آباد

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

کورس کا تعارف اور اس کے مقاصد

کورس کوڈ:453 فقہ اسلامی کے مطالعہ پر مبنی ہے۔ اس حصہ میں نامور حنفی فقیہ علامہ المرغینانی کی معروف کتاب الھدایہ کی کتاب النکاح اور کتاب الطلاق کا مطالعہ کیا جائے گا۔

الھدایہ کے مصنف کا تعارف

۱- نام ونسب اور پیدائش:

علی نام، ابوالحسن کنیت، براہان الدین لقب، اور والد کا نام ابوبکر ہے۔ شجرہ نسب یہ ہے شیخ الاسلام برھان الدین ابوالحسن علی بن ابی بکر بن عبدالجلیل بن أبی بکر حبیب الرغینانی۔ سلسلہ نسب سیدنا أبوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ سے ملتا ہے۔ آپ کی پیدائش ۸ ر رجب الرجب 511ھ بروز پیر عصر کے بعد ہوئی۔ آپ نے ۱۴ ر ذی الحجہ ۵۹۳ھ بروز منگل کو دنیائے فانی کو الوداع کہا۔

۲- وطن

آپ کا وطن مرغینان ہے جو وسطی ایشیا میں واقع ہے جو کہ مراغہ کا ایک مشہور قصبہ تھا۔

۳- تعلیم وتربیت:

صاحب ہدایہ نے اپنے دور کے ان اساطین اُمت سے علوم کی تحصیل کی تھی جو ہر فن میں مرجع خلائق تھے جن کے اسماء کی ایک طویل فہرست ہے جس کو مشیخہ کہتے ہیں۔ آپ کے چند خاص اساتذہ کرام کے اسمائے گرامی یہ ہیں: نجم الدین ابوحفص عمر بن محمد النسفیؒ (م:537ھ) ابواللیث احمد أبوحفص عمر النسفیؒ (م: 547ھ) أبوالفتح محمد بن عبدالرحمٰن بن أبی بکر بن محمد المروزیؒ، ضیاء الدین محمد بن الحسین بن ناصرؒ، محمد بن الحسن بن مسعود بن الحسنؒ، شیخ الاسلام ضیاء الدین ابومحمد صاعد بن اسعد بن اسحاق الرغینانیؒ، شیخ عثمان بن ابراہیم بن علی الخواقندیؒ، ابوشجاع ضیاء الاسلام عمر بن محمد البسطامیؒ، شیخ الاسلام بہاء الدین علی بن محمد السمرقندی اور منہاج الشریعہ محمد بن محمدؒ۔

۴- صاحب ہدایہ علمی مقام:

صاحب ہدایہ کو آپ کے محترم اساتذہ کرام کی فیضان صحبت نے کشور علم وفضل کا تاجدار بنادیا جس کی مکمل

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

تصویر علامہ عبدالحیٔ لکھنوی رحمہ اللہ نے درج ذیل الفاظ میں کھینچی ہے جس آپ کے چہرہ فضل وکمال کا ایک ایک خدوخال نمایاں ہوجاتا ہے، علامہ عبدالحیؒ لکھتے ہیں:

كَانَ إمَامًا فَقِيهًا حَافِظًا مُحَدِّثًا مُفَسِّرًا جَامِعًا لِلْعُلُوْمِ ضَابِطًا لِلْفُنُوْنِ مُتْقِنًا مُحَقِّقًا نَظَّارًا مُدَقِّقًا زَاهِدًا وَرِعًا بَارِعًا فَاضِلاً مَاهِرًا أُصُوْلِيًّا أَدِيْبًا شَاعِرًا لَمْ تَرَ الْعُيُوْنُ مِثْلَهُ فِي الْعِلْمِ وَالْأَدَبِ (لکھنوی، ابوالحسنات محمد عبدالحیٔ، الفوائد البهية في تراجم الحنفية، ص:۱۴۱)۔

صاحب ہدایہ امام وقت، فقیہ بے بدل، حافظ دوراں، محدث زماں، مفسر قرآں، جامع علوم، ضابط فنون، اصولی، بے مثال ادیب، بے نظیر شاعر تھے علم وادب میں آپ کا کوئی ثانی نہیں تھا۔

۵- صاحب ہدایہ کا عالی مقام:

طبقات حنفیہ میں آپ کا شمار اصحاب ترجیح میں ہوتا ہے، اصحاب ترجیح کا کام یہ ہوتا ہے اپنے فقہی مسلک کے بانی سے جومختلف روایات مروی ہوں اُن کی درجہ بندی کرنا کہ کون سی روایت افضل ہے؟ اور کون سی مفضول ہے؟۔

۶- علامہ مرغینانیؒ کی تصانیف وتالیفات

علامہ مرغینانیؒ کی کئی تصانیف ہیں جن میں سے چند مشہور تصانیف یہ ہیں:

الهداية، كفاية المنتهى، بداية المبتدى، مختارات النوازل، فرائض العثمانی، مختارات الفتاوی، مناسک الحج اور نشر المذہب وغیرہ نہایت گرانقدر نافع اور مفید ہیں۔

۷- الھدایہ کی اہمیت:

علامہ مرغینانیؒ کی تمام تصانیف اپنی جگہ بہت اہم اور مفید ہیں لیکن جو مقبولیت اور شہرت الھدایہ کو ملی وہ کسی دوسری کتاب کو نصیب نہ ہو سکی۔ الہدایہ وہ مایہ ناز و بلند علمی شاہکار ہے جس کی نظیر آج تک علم وفن کی دنیا کوئی پیش نہ کرسکا۔ الھدایہ کی تدریس کا اہتمام ہر دور میں برابر جاری رہا۔ الہدایہ کی شروحات، حواشی اور تراجم کی تعداد چالیس کے قریب ہے۔ جس سے الھدایہ کی مقبولیت کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔

صاحب ہدایہ اپنی اس نادر تصیف کے بارے میں الھدایہ کے مقدمہ میں لکھتے ہیں کہ شروع ہی سے میرے میں دل آتی تھی کہ فقہ کے موضوع پر کوئی ایسی کتاب تحریر کی جانی چاہیے جو مختصر ہونے کے ساتھ ساتھ فقہ کے ہر نوع کے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

مسائل پر مشتمل ہو۔حسن اتفاق سے مجھے علامہ قدوری کی المختصر للقدوری میسر آگئی جو اپنی مثال آپ تھی، اس کے ساتھ میں نے جامع صغیر کو بھی سامنے رکھا اور جامع صغیر کی ترتیب میں ایک کتاب بدایۃ المبتدی کے نام سے تصنیف کی۔ بدایۃ المبتدی کی تصنیف کے بعد صاحب ہدایہ نے اسی (80) جلدوں پر مشتمل بدایۃ المبتدی کی شرح تحریر کی جس کا نام کفایۃ المنتہی رکھا۔ اس کے بعد اسی طرح کا اختصار کر کے الھدایہ کی تصنیف کی۔

۸- زمانۂ تالیف:

علامہ مرغینانیؒ نے ذیقعدہ ۵۷۳ھ بروز بدھ ظہر کی نماز کی ادائیگی کے بعد الھدایہ کی تالیف شروع کی اور پوری عرق ریزی اور جانکاہی کے ساتھ مسلسل تیرہ سال محنت شاقہ کے بعد 586ھ میں الھدایۃ کی تصنیف مکمل کی۔ ان تیرہ سالوں میں ہمیشہ روزہ رکھتے تھے۔ ان کے روزوں کا علم ان کے گھر والوں کو بھی نہ ہوا۔ کیونکہ دن کے گھر سے جو کھانا آتا امام المرغینانی وہ کھانا طلبہ کو کھلا دیتے۔

الھدایہ فقہ کے تمام حصوں پر مشتمل ہے۔ ابتداء عبادات سے ہوتی ہے۔ پھر معاملات اور شخصی احوال وغیرہ سے متعلق ہر قسم کے احکام بیان کئے گئے ہیں۔

الھدایہ کے اس حصہ میں سے احوال الشخصیہ، یعنی کتاب النکاح اور کتاب الطلاق کو ایم اے علوم اسلامیہ علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی کے نصاب کے لئے منتخب کیا گیا ہے۔ یہ مطالعاتی رہنما نو (9) یونٹوں پر مشتمل ہے۔ ان یونٹوں کے مطالعہ کے بعد ایم اے علوم اسلامیہ کے طلبہ احوال الشخصیہ سے متعلق نہ صرف احکام و مسائل کو جان سکیں گے بلکہ اس کے بارے میں مختلف فقہی اختلاف مع ادلہ پر بھی عبور حاصل کر لیں گے۔

اس حصہ میں الھدایہ کے متن اور شرح کو الگ کرنے کیلئے صاحب ھدایہ کے طریقہ پر متن پر لکیر ڈالی دی گئی ہے تاکہ متن اور شرح میں فرق کیا جا سکے۔

اس بات کی بھرپور کوشش کی گئی ہے کہ اس کتاب کو طلباء کیلئے زیادہ سے زیادہ مفید بنایا جائے۔

اس ضمن میں مزید بہتری کیلئے طلباء اور قارئین کی آرا کو خوش آمدید کہا جائے گا۔

ڈاکٹر حافظ غلام یوسف

کورس رابطہ کار

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

یونٹ نمبر 1

ارکان نکاح اور محرمات نکاح

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

یونٹ کا تعارف

نکاح کے لغوی معنی ایک شے کے دوسرے شے سے ملنے اور ضم ہونے کے ہیں جیسے کہا جاتا ہے نکح المطر الارض (بارش مٹی سے مل گئی)۔۔۔اصطلاحاً نکاح کے معنی مرد وزن کے مابین عقد نکاح کا قیام ہے۔۔۔

نکاح کی اجازت دنیا کی ہر شریعت اور ہر قانون میں دی گئی ہے البتہ طریقہ ہر ایک میں مختلف ہے۔۔

اسلامی شریعت میں نکاح کو بڑی اساسی اہمیت حاصل ہے وہ معاشرے کی بنیادی اکائی تصور ہوتا ہے اس لیے بعض روایات میں اسے نصف ایمان قرار دیا گیا ہے اور سورۃ نور میں۔۔۔اسے من جملہ لوازم حیات میں شامل کیا گیا ہے۔

ہر قانون میں کچھ عورتیں ایسی ہوتی ہیں جن سے ازدواجی تعلقات جائز نہیں ہوتے اسلامی شریعت میں ایسے خونی رشتوں کو اس فہرست میں شامل کیا گیا ہے جو بہت ہی قریب ہیں۔۔۔اس مسئلہ کی اساس سورۃ النساء کی آیت ۲۳،۲۴ پر ہے۔

یونٹ کا مقصد

اس ابتدائی یونٹ میں نکاح کے ارکان پر بحث کی گئی ہے۔اس یونٹ کے مطالعے سے آپ اسے قابل ہو جائیں گے کہ نکاح کے بنیادی ارکان کے متعلق جان سکیں اور جن صورتوں میں نکاح جائز نہیں ہوتا انہیں بھی جان سکیں۔

اس یونٹ کے مطالعے سے آپ اس قابل ہو جائیں گے کہ ایسی عورتوں کی تفصیل جان سکیں جن سے نکاح جائز ہے یا جن سے نکاح جائز نہیں۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

فہرست مضامین

صفحہ نمبر

یونٹ کا تعارف
یونٹ کا مقصد
ارکان نکاح 05
الفاظ نکاح 05
غیر مسلم سے نکاح 07
اختیار نکاح 08
خود آزمائی 08
محرمات نکاح کی دلیل 09
باپ دادا کی بیویوں سے نکاح 10
دو بہنوں سے نکاح 10
دو بہنوں سے دو عقدوں میں نکاح 11
نکاح میں پھوپھی، بھتیجی وغیرہ کو جمع کرنا 12
ایسی دو عورتوں کی جمع کرنا جن سے اگر ایک کو مرد فرض کر لیا جائے تو دوسری سے نکاح نہ کر سکے 12
عورت اور اس کے سابقہ شوہر کی بیٹی کو نکاح میں جمع کرنا 12
عدت گزارنے سے پہلے عورت کی بہن سے نکاح 14
کتابیہ عورتوں سے نکاح 15
مجوسی عورتوں سے نکاح 15
حالت احرام میں نکاح 16
باندی اور کتابیہ سے نکاح 16

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ“

www.KitaboSunnat.com

آزاد عورت پر باندی کو نکاح میں لانا	17
باندی پر آزاد عورت کو نکاح میں لانا	17
آزاد عورت کی عدت کے دوران باندی سے نکاح	18
چار عورتوں سے نکاح	18
غلام کا ایک سے زیادہ عورتوں سے نکاح	18
چار میں سے ایک بیوی کو طلاق کے بعد نکاح کی صورت	19
زنا سے حاملہ عورت سے نکاح	19
ام ولد کا نکاح کسی دوسرے سے کرنا	20
باندی جو ام ولد نہ ہو کا نکاح	20
نکاح متعہ	21
نکاح موقت	21
دو عورتوں سے ایک ہی مجلس میں نکاح	22
مرد کے شوہر ہونے کا دعویٰ	22
آزمائی	23

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ“

www.KitaboSunnat.com

ارکان نکاح :

مسئلہ (۱)قال النکاح

(امام المرغینانی فرماتے ہیں کہ) نکاح ایجاب و قبول کے ایسے دو لفظوں سے منعقد ہوتا ہے جن کی ماضی کے ساتھ تعبیر کی جاتی ہے۔اس لئے اگرچہ ماضی کا صیغہ لغوی طور پر خبر دینے کے لئے ہے مگر شرعی لحاظ سے، ضرورت کے حد نظر، انشاء وغیرہ کے معنوں میں استعمال کیا جاتا ہے۔

ایسے دو لفظوں میں بھی نکاح منعقد ہو جاتا ہے جن میں سے ایک ماضی اور دوسرا مضارع ہو۔ مثلاً مرد کہے ''زوجنی'' (میرا نکاح کردے) اور عورت جواب میں کہے ''زوجتک'' (میں نے تجھ سے نکاح کر لیا) کیونکہ یہ کلام (یعنی زوجنی) دوسرے کو نکاح میں وکیل بناتا ہے

الفاظ نکاح :

مسئلہ...(2)

نکاح، لفظ نکاح، تزویج، ھبہ، تملیک اور صدقہ سے منعقد ہو سکتا ہے، لیکن امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ صرف دو لفظوں نکاح اور تزویج ہی سے نکاح جائز ہے باقی الفاظ سے ان کا انعقاد نہیں ہوتا کیونکہ تملیک (مالک بنانا) نہ تو نکاح میں حقیقت ہے اور نہ ہی مجاز۔ اس لئے کہ تزویج بھی باہم ''سینا'' اور نکاح بھی ضم یعنی جوڑنا اور ملانا ہے مالک و مملوک میں ضم و ازدواج والے معنی نہیں ہو سکتے یہ تو صرف دو ہم رتبہ میں ممکن ہے اور چونکہ مالک مملوک مساوی نہیں ہوتے۔ لہٰذا اِس صیغہ مالک کا استعمال درست نہیں۔

احناف کی دلیل :

جب مرد کو عورت کی ملکیت حاصل ہو گئی تو اسے اس سے تمتع (فائدہ اٹھانے) کا بھی اختیار ہے۔ (جیسے کوئی شخص اگر ایک باندی خرید لے تو اسے اس کی ملکیت حاصل ہو گئی۔ جس کی وجہ سے اسے لونڈی سے تمتع کا حق بھی حاصل ہوتا ہے۔ اور یہی حق تمتع نکاح سے بھی ثابت ہوتا ہے۔ اور یہ مجازی معنوں میں استعمال کا جواز بھی ہے۔ اور لفظ بیع (Sale) کے استعمال سے بھی نکاح منعقد ہو سکتا ہے یہی قول صحیح ہے۔ کیونکہ مجاز کا قرینہ یہاں بھی موجود ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

وہ الفاظ جن سے نکاح منعقد نہیں ہوتا :

مسئلہ.....(3)

صحیح قول کے مطابق لفظ اجارہ سے نکاح منعقد نہیں ہوتا اس لیے کہ اجارہ مخصوص (جنسی) استفادہ کے جواز کا سبب نہیں ہے۔ (اسی طرح) لفظ اباحت، احلال اور اعارہ سے بھی نکاح نہ ہوگا کیونکہ یہ الفاظ ملک متعہ (میاں بیوی کے باہمی تعلقات) کا سبب نہیں بن سکتے اور لفظ وصیت سے بھی نکاح نہیں ہوتا۔ کیونکہ وصیت سے ملکیت اس وقت ثابت ہوتی ہے جب وصیت کرنے والا وفات پا جائے۔

شرائط نکاح :

مسئلہ (۴) ولا ينعقد نكاح المسلمين...............

مسلمانوں کا نکاح دو آزاد، عاقل، بالغ اور مسلمان گواہوں کی موجودگی کے بغیر منعقد نہیں ہوتا۔ دونوں گواہ مرد ہوں یا ایک مرد اور دو عورتیں چاہے عادل ہوں یا غیر عادل یا محدود فی القذف (جھوٹی تہمت کے الزام میں سزا یافتہ) ہوں۔

المرغینانیؒ فرماتے ہیں جان لو کہ شہادت باب نکاح میں شرط ہے اس لئے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے (لا نكاح الا بشهود) (گواہوں کے بغیر کوئی نکاح منعقد نہیں ہوگا۔ یہ حدیث امام مالکؒ پر حجت ہے کہ وہ صرف اعلان نکاح کو شرط قرار دیتے ہیں شہادت کو نہیں شہادت کے لئے ضرورت ہے کہ گواہ آزاد مرد ہوں کیونکہ غلاموں کو گواہی دینے کا حق نہیں کہ وہ تو حق ولایت سے بھی محروم ہوتے ہیں۔ (امام احمدؒ اور ابن ہمامؒ کی رائے یہ ہے کہ نکاح کے معاملے میں غلام کی شہادت بھی قابل قبول ہے) اسی طرح گواہوں میں عقل وبلوغ کا لحاظ بھی ضرورت ہے۔ کیونکہ ان دو صفات کے بغیر حق ولایت حاصل نہیں ہوا کرتا۔

اور گواہ میں اسلام کا ہونا بھی ضروری ہے۔ کیونکہ کافر کو مسلمان پر حق ولایت حاصل نہیں۔

دونوں گواہوں کا مرد ہونا ضروری نہیں، چنانچہ ایک مرد اور دو عورتوں کی شہادت سے بھی نکاح منعقد ہو جائیگا۔ اس مسئلے میں امام شافعیؒ کو اختلاف ہے ہم ان شاء اللہ باب الشہادات میں فریقین کے دلائل کا ذکر کیا جائے گا۔

شاہدین کا عادل (نیک) ہونا ضروری نہیں احناف کے نزدیک دو فاسق گواہوں کی شہادت سے بھی نکاح

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

ہو سکتا ہے مگر امام شافعیؒ کو اس رائے سے اختلاف ہے۔ (ان کے ہاں شادی کے گواہوں کا نیک ہونا ضروری ہے) اس لئے کہ شہادت ایک قسم کا اعزاز ہے اور فاسق کا شمار ذلیل لوگوں میں ہوتا ہے۔

حنفی دلیل :

فاسق کو حق ولایت حاصل ہے (کیونکہ وہ اپنے ذاتی تصرفات میں صاحب اختیار ہوتا ہے) لہذا وہ گواہی دینے کی اہلیت رکھتا ہے جب اسے مسلمان ہونے کی بنا پر اپنے نفس کی ولایت سے محروم نہیں کیا جاتا تو دوسرے کا ولی بننے سے بھی محروم نہ کیا جائے گا کیونکہ دوسرا بھی (مسلمان ہونے کی وجہ سے) اس کی جنس سے ہے۔
نیز اس لئے بھی کہ جب فاسق (حاکم قاضی ہونے کی صورت میں) مقتدیٰ (قائد) ہے تو وہ گواہ بھی ہو سکتا ہے اس لئے کہ قضاء و شہادت ایک ہی جنس سے ہیں کیونکہ دونوں میں دوسروں پر اپنا قول نافذ کرنا ہوتا ہے۔
"محدود فی القذف" (جسے جھوٹی تہمت لگانے کی بناء پر سزا دی گئی ہو کو چونکہ حق ولایت حاصل ہوتا ہے لہذا وہ شہادت کا اہل بھی ہوگا مگر وہ فقط گواہ بن سکتا ہے عدالت میں گواہی نہیں دے سکتا۔ نکاح میں اس کا صرف گواہ بننا ہی کافی ہے۔ مصنف فرماتے ہیں کہ محدود فی القذف اپنے جرم کی بناء پر ادائے شہادت کے ثمر سے محروم رہے گا اور نکاح کا گواہ اگر عدالت میں گواہی دینے کا اہل نہ ہو تو نکاح میں کچھ حرج واقع نہیں ہوتا جیسے اندھوں کی گواہی اور عاقدین کے بیٹوں کی گواہی (حالانکہ اندھے کی گواہی یا "بیٹے" کی باپ کے حق میں گواہی قابل قبول نہیں ہے، مگر نکاح میں تسلیم کر لی جاتی ہے۔

غیر مسلم سے نکاح :

مسئلہ (۵) اذان تزویج مسلم

اگر کوئی مسلمان مرد ذمیہ (کتابیہ عورت) کے ساتھ دو ذمیوں کی شہادت سے نکاح کرے تو جائز ہے۔

یہ حکم امام ابو حنیفہؒ اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک ہے امام محمدؒ اور امام زفرؒ اس کے جواز کے قائل نہیں، کیونکہ نکاح میں (ایجاب و قبول) سننا بھی شہادت ہے اور مسلمان پر کافر کی شہادت قابل اعتماد نہیں تو گویا دونوں ذمیوں نے مسلمان کا کلام سنا ہی نہیں۔
شیخین کی دلیل یہ ہے کہ نکاح میں شہادت فقط ملک کو ثابت کرنے کیلئے شرط کی گئی ہے اس لئے جس شے کی ملکیت ثابت کی جا رہی ہے وہ بے حد قابل احترام ہے یہ شہادت وجوب عہد کیلئے نہیں ہے کیونکہ لزوم مال کیلئے کوئی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

شہادت لازمی نہیں ہوتی تو دونوں ذمی صرف ذمیہ پر شاہد ہیں خالف اس صورت کے جب گواہوں نے کلام ہی نہ سنا ہو کیونکہ عقد تو مرد و عورت کے کلام (یعنی ایجاب و قبول) سے ہی منعقد ہوتا ہے اور شہادت عقد کیلئے شرط ہے۔

اختیار نکاح (کسی دوسرے کو نکاح کا اختیار دینا) :

مسئلہ (۶) و ن امر رجلاً............

اور اگر کسی شخص نے دوسرے شخص سے کہا کہ میری نابالغ لڑکی کا نکاح کر دو اور اس شخص نے اس کا نکاح کر دیا مجلس نکاح میں باپ اور وکیل کے علاوہ ایک اور شخص بھی موجود تھا تو یہ نکاح جائز ہوگا۔

کیونکہ ایک مجلس ہونے کی وجہ سے باپ کو مباشر یعنی عقد کرنے والا قرار دینگے اور وکیل محض سفیر یا میسر (یعنی نامہ و پیام لانے اور لے جانے والا) شمار ہوگا لہذا وہ بھی گواہ بن جائے گا۔

لیکن اگر (مذکورہ صورت میں) باپ مجلس میں موجود نہ ہو تو نکاح جائز نہ ہوگا۔ کیونکہ مجالس مختلف ہو گئیں اور اب باپ کو مباشر قرار دینا ممکن نہیں۔ (اس لئے گواہ صرف ایک رہ گیا)

اصول کی بنا پر اگر باپ نے اپنی بالغہ بیٹی کا نکاح ایک گواہ کی موجودگی میں کر لیا تو جائز ہوگا بشر طیکہ لڑکی اس مجلس میں موجود ہو اگر لڑکی موجود نہ ہو تو نکاح جائز نہ ہوگا (کیونکہ لڑکی کی موجودگی کی صورت میں وہ خود عاقد و مباشر بن جائے گی اور باپ کی حیثیت گواہ کی ہوگی)۔

خود آزمائی

1- نکاح کے لغوی اور اصطلاحی مفہوم کی وضاحت کیجئے۔

2- نکاح کن کن الفاظ سے منعقد ہوتا ہے۔

3- شرائط نکاح پر نوٹ لکھئے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

محرمات نکاح کی دلیل

مسئلہ نمبر (۱)

کسی شخص کیلئے جائز نہیں کہ اپنی ماں اور اپنی دادیوں سے نکاح کرے۔ مردوں کی طرف سے ہوں یا عورتوں (ماؤں) کی طرف سے اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔

(حرمت علیکم امھاتکم وبناتکم ....) (تم پر تمہاری مائیں اور بیٹیاں حرام کر دی گئیں) اور دادیاں اور نانیاں بھی مائیں (ہی) ہیں اس لئے کہ لغوی طور پر ام کے لغوی معنی اصل اور جڑ کے ہیں (اور دادیاں اور نانیاں بھی انسان کیلئے بمنزلہ جڑ کے ہوتی ہیں) پھر اجماع امت سے بھی ان کی حرمت ثابت ہوتی ہے۔

اپنی بیٹی سے نکاح کرنا بھی حرام ہے: اس کی دلیل مذکورہ بالا آیت میں ہے

اس طرح پوتی سے بھی نکاح جائز نہیں، نیچے تک (پوتی وغیر) چلتے جائیں کیونکہ ان کی حرمت بھی اجماع سے ثابت ہے۔

بہن بھانجی یا بھتیجی سے نکاح :

مسئلہ (۳)

کسی مسلمان مرد کا اپنی بہن، بھانجی اور بھتیجی کے ساتھ بھی نکاح حرام ہے۔ نیچے تک...... اس پر امت کا اجماع اس طرح پھوپھی اور خالہ سے بھی کیونکہ ان کی حرمت پر آیت مذکورہ میں صراحت کی گئی ہے :

اس حرمت میں متفرق پھوپھیاں، خالائیں اور متفرق بھائیوں کی بیٹیاں داخل ہیں، (یعنی جو صرف باپ کی طرف سے یا ماں کی طرف سے رشتہ دار ہوں) کیونکہ لفظ (عمۃ) کا اطلاق سب پر ہوتا ہے (یعنی اسم عمات و خالات وغیرہ)

بیوی کی ماں سے نکاح :

مسئلہ (۴)

کسی مسلمان کا اپنی بیوی کی ماں یعنی ساس سے بھی نکاح جائز نہیں خواہ بیوی سے مباشرت ہو یا نہ کی ہو :

کیونکہ قرآن کریم کی آیت میں "وامھات نسائکم" عام ہے اور اس میں مباشرت کی شرط مذکورہ نہیں اور نہ ہی اس بیوی کی بیٹی سے (نکاح جائز ہے) جس کے ساتھ اس نے مباشرت کی ہو۔ اس لئے کہ مباشرت

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

کی کیونکہ اس صورت میں یہ قید نص سے ثابت ہے خواہ اس (بیٹی نے خاوند کی گود میں پرورش پائی ہو یا کسی دوسرے مرد کی گود میں کیونکہ آیت میں حجر (گود) کا ذکر صرف رواج کے مطابق ہے بطور شرط نہیں۔ اس لئے ان کی حلت کیلئے (قرآن حکیم میں) مباشرت کی نفی پر اکتفا کیا گیا ہے۔

باپ دادا کی بیویوں سے نکاح :

مسئلہ.....(۵) ولا بامراۃ ابیہ......

اور اس کے باپ اور اجداد (دادا نانا) کی بیویوں سے نکاح جائز نہیں :

مطابق ارشاد خداوندی (ولا تنکحوا مانکح آباؤ کم) (اور جن سے تمہارے باپ دادوں نے نکاح کیا ان سے نکاح نہ کر) اور اپنے بیٹے کی بیوی اور پوتوں کی بیویوں سے بھی نکاح ممنوع ہے اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے (وحلائل ابناء کم الذین من اصلابکم) (تمہارے ان بیٹوں کی بیویوں سے بھی نکاح جائز نہیں جو تمہاری پشت سے ہیں) اس آیت میں اصلاب (پشت اور نسل) کی قید محض اس لئے ہے کہ متبنّی (منہ بولا بیٹا) اس صورت میں بیٹا شمار نہ ہوگا اس لئے نہیں کہ رضاعی بیٹے کی بیوی کی حلت ثابت کی جائے۔

رضاعی ماں اور بہن سے نکاح :

مسئلہ (۶) ولا بامہ من الرضاعۃ.......

اس کا اپنی رضاعی ماں اور رضاعی بہن سے بھی نکاح جائز نہیں :

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے (وامھاتکم اللاتی ارضعنکم و اخواتکم من الرضاعۃ) (اور تمہاری مائیں جنہوں نے تمہیں دودھ پلایا اور تمہاری رضاعی بہنیں) حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے (یحرم من الرضاع مایحرم من النسب) (جو رشتے نسب کی وجہ سے حرام ہیں وہ رضاعت کی وجہ سے بھی حرام ہوں گے)

دو بہنوں سے نکاح :

مسئلہ (۷) ولا یجمع بین اختین.......

اور کسی مرد کیلئے دو بہنوں کو نکاح میں (مباشرت میں) جمع کرنا جائز نہیں :

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے (وان تجمعوا بین الاختین) (اور یہ بھی حرام ہے کہ تم دو بہنوں کو جمع کرو نیز

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

حدیث نبوی میں ہے (من کان یومن باللہ و الیوم الاخر فلا یجمعن ماء ۃ فی رحم اختین) (جو شخص اللہ تعالیٰ اور آخرت پر ایمان رکھتا ہے وہ اپنا پانی دو بہنوں کے رحم میں جمع نہ کرے)

بہن کی باندی سے نکاح :

مسئلہ (۸) فان تزوج ....

اگر اس نے ایسی باندی کی بہن سے جس سے اس نے مباشرت کی ہو، نکاح کیا تو جائز ہو گا :

کیونکہ نکاح کا صدور ایسے عاقد سے ہوا ہے جو اہلیت نکاح رکھتا ہے اور یہ عقد محل نکاح کی طرف منسوب ہے لیکن نکاح کرنے کے بعد مملوکہ (باندی) سے مباشرت جائز نہ ہوگی اگرچہ منکوحہ سے مباشرت نہ بھی کی ہو، کیونکہ منکوحہ (بوجہ نکاح) مباشرت کردہ تصور ہوتی ہے اسی طرح وہ اس وقت منکوحہ سے مباشرت نہیں کر سکتا، جب تک وہ باندی کو کسی سبب کے ذریعے (مثلاً بیع ھبۃ وغیرہ) سے اپنے اوپر حرام نہ کرلے ایسا کرنے کے بعد وہ اپنی منکوحہ بیوی سے مباشرت کر سکتا ہے اس لئے کہ اس عورت میں مباشرت میں دونوں کا جمع کرنا لازم نہیں آتا۔

اگر مملوکہ سے مباشرت نہ کی ہو تو (ایسے اپنے اوپر حرام کئے بغیر) منکوحہ سے مباشرت کر سکتا ہے۔ کیونکہ اس صورت میں ازروئے مباشرت دونوں میں جمع لازم نہیں آتی اس لئے کہ مملوکہ (باندی) حکماً مباشرت کردہ نہیں ہے۔

دو بہنوں سے دو عقدوں میں نکاح :

مسئلہ ..... (۹)

اگر کسی نے دو بہنوں کے ساتھ دو مختلف عقدوں میں نکاح کیا مگر اسے یہ معلوم نہ ہو کہ پہلے کس کے ساتھ نکاح ہوا تھا تو اس کے اور ان عورتوں کے درمیان تفریق کرادی جائے گی :

کیونکہ ان میں سے ایک سے نکاح یقیناً باطل ہے اور اولیت کا علم نہ ہونے کی بنا پر یقین ممکن نہیں ہے اور جہالت کے ہوتے ہوئے نکاح کے نفاذ کی بھی کوئی صورت نہیں کیونکہ اس سے کوئی فائدہ حاصل نہ ہوگا یا اس وجہ سے کہ اس میں ضرر ہے (اس لئے کہ دونوں کو ایک بیوی کا نفقہ ملے گا اور دونوں خواہ مخواہ قید میں رہیں گی۔) اس لئے تفریق ضروری ہے۔ اور ان دونوں کو مہر نصف ملے گا اس لئے کہ نصف مہر تو پہلی بیوی کیلئے تھا مگر دونوں کی اولیت کا علم نہیں، لہٰذا نصف مہر دونوں میں تقسیم ہوگا بعض فقہاء کا قول ہے کہ اس مقصد کیلئے (یعنی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

نصف مہر کیلئے) دونوں کی طرف اولیت کا دعویٰ ضروری ہے اور نصف نصف مہر پر دونوں صلح کرلیں کیونکہ اصلی حقدار کا علم نہیں۔

نکاح میں پھوپھی بھتیجی وغیرہ کو جمع کرنا،

مسئلہ (۱۰) ولا یجمع بین المرءۃ.......

اور نکاح میں عورت اور اس کی پھوپھی یا خالہ یا بھتیجی یا بھانجی کو جمع کرنا جائز نہیں:

کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے (لا تنکح المراہ علی عمتھا. ولا علی خالتھا ولا علی ابنۃ اختھا) (مسلم وابوداؤد) (کسی عورت کے ساتھ اس کی پھوپھی اور خالہ اور اس کی بھانجی کو جمع نہ کیا جائے۔) حدیث مشہور ہے لہٰذا متن قرآن کے ساتھ اس حدیث کی قید جائز ہوگی۔

ایسی دو عورتوں کو جمع کرنا جن میں سے ایک مرد فرض کرلیا جائے تو دوسری سے نکاح نہ کرسکے۔

مسئلہ (۱۱) ولا یجمع بین المرا تین ....

اسی طرح کسی مسلمان مرد کیلئے ایسی دو عورتوں کو نکاح میں جمع کرنا جائز نہیں کہ گران میں سے کسی ایک کو مرد فرض کیا جائے تو دوسری سے اس کا نکاح جائز نہ ہو اس لئے کہ ان میں سے جمع کرنا رشتہ داری کے انقطاع کا باعث ہے (سوتنیں ہونے کی بنا پر باہمی رقابت اور دشمنی پیدا ہوگی) اور جو رشتہ داری (بذریعہ نکاح) ہو قطع رحم پر منتج ہو وہ نکاح کی حرمت کا باعث ہے اور اگر یہ حرمت رضاعت کی وجہ سے بھی ہو تو بھی نکاح جائز نہ ہوگا جیسا کہ پہلے حدیث مذکور ہو چکی ہے۔

عورت اور اس کے سابقہ شوہر کی بیٹی کو نکاح میں جمع کرنا:

مسئلہ (۱۲) ولا باس

اور ایک عورت اور اس کے ساتھ سابقہ شوہر کی بیٹی کو نکاح میں جمع کرنے سے کوئی مضائقہ نہیں:

کیونکہ نہ تو ان کے درمیان قرابت ہے (کہ قطع رحمی لازم آئے) اور نہ ہی رضاعت (کی حرمت) کا تعلق ہے (اس مسئلہ میں چاروں آئمہ کا اتفاق ہے)

امام زفرؒ کہتے ہیں کہ یہ جمع جائز نہیں کیونکہ بیٹی کو اگر مذکر فرض کیا جائے تو اس کا اپنے والد کی منکوحہ سے نکاح جائز نہیں ہو سکتا۔ اس لئے کہ وہ اس کے باپ کی بیوی ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

احناف کہتے ہیں کہ اگر باپ کی بیوی کو مرد تصور کیا جائے تو اس کا سابق خاوند کی بیٹی سے نکاح جائز ہے (کیونکہ وہ ایک اجنبی مرد کی لڑکی ہو گی) اور حرمت تب ثابت ہوئی جب عدم جواز دونوں طرف سے ہو۔ (لہٰذا مذکورہ صورت اس قانون سے مستثنیٰ ہے)

سی عورت سے زنا کے بعد اس کی ماں یا بیٹی سے نکاح کرنا۔

اگر کسی مرد نے کسی عورت سے زنا کیا تو اس عورت کی ماں اور اس کی بیٹی زانی پر حرام ہوں گی۔

(حضرت عمرؓ ابن مسعودؓ امام مالک امام احمد اس کے قائل تھے۔

امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ زنا سے مصاہرت ثابت نہیں ہوتی کیونکہ حرمت مصاھدت ایک نعمت ہے اور نعمت حرام و ممنوع شے سے حاصل نہیں ہوا کرتی۔

احناف کہتے ہیں کہ مباشرت بچے کے واسطے سے خاوند اور بیوی میں جزئیت کا سبب ہوتی ہے حتیٰ کہ بچہ مرد و عورت دونوں میں سے ہر ایک کی طرف کامل طور پر منسوب کیا جاتا ہے۔ لہٰذا عورت کے اصول و فروع مرد کے اصول و فروع کی طرح ہو جائیں گے۔ اسی طرح برعکس بھی ہو گا اور اپنے کسی حصے (اجزاء) سے مباشرت حرام ہے ماسوائے۔ ضرورت کے...... جو مباشرت کردہ (بیوی) ہے۔ اور مباشرت بچے کی پیدائش کا سبب ہونے کی بنا پر حرام ہے۔ اس لئے نہیں کہ وہ زنا ہے۔

اگر عورت مرد کو شہوت سے چھوئے تو اس کی ماں اور بیٹی کا اس مرد سے نکاح :

مسئلہ (۱۴) ومن مسقه المرءة

اور اگر کسی مرد کو کسی (اجنبی) عورت نے شہوت کے ساتھ مس کیا تو اس مرد پر عورت کی ماں اور بیٹی حرام ہو گی :

امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ حرمت مصاہرت ثابت نہ ہو گی۔ اس طرح امام ابو حنیفہ اور امام شافعیؒ کا ان مسائل میں بھی اختلاف ہے کہ مرد عورت کو شہوت سے ہاتھ لگائے یا عورت کے پوشیدہ جسم کو دیکھے یا عورت مرد کے عضو پر (شہوت سے) نظر ڈالے امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ مس نظر دخول و مباشرت کے ہم معنی نہیں ہیں اس لئے مس و نظر سے نہ تو روزہ فاسد ہوتا ہے نہ احرام باطل ہوتا ہے اور نہ ہی غسل واجب ہوتا ہے لہٰذا انہیں دخول کے ساتھ لاحق کر کے ایک سا حکم نہیں لگایا جا سکتا۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

احناف کہتے ہیں کہ مس و نظر مباشرت کا داعیہ اور سبب ہیں اس لئے احتیاط کے پیش نظر انہیں وطی (مباشرت) کے قائم مقام بنا دیا جائے گا شہوت سے چھونے سے مراد یہ ہے کہ مرد کے عضو میں انتشار پیدا ہو جائے (اور اگر انتشار ہو تو) اس میں اضافہ ہو جائے۔ یہی قول صحیح اور معتبر ہے اور نظر الی الفرج میں فرج سے مراد شرمگاہ کا اندرونی حصہ ہے۔

اگر عورت کو چھونے سے انزال ہو جائے تو بعض فقہاء کے نزدیک حرمت مصاہرت ثابت ہو گی مگر صحیح وہ ہے کہ انزال سے حرمت ثابت نہیں ہوتی کیونکہ انزال ہونے سے ثابت ہو گیا کہ مس و نظر مباشرت تک پہنچانے والے نہیں تھے یہی حکم اس شخص کا ہے جو عورت سے وضع فطری کے خلاف فعل کرے (اگر انزال ہو گیا تو حرمت مصاہرت ثابت نہ ہو گی۔ اگر انزال نہ ہوا تو ثابت ہو جائے گی۔

عدت گزارنے سے پہلے عورت کی بہن سے نکاح:

مسئلہ (۱۵) ولو طلق امرءته...

اگر کوئی شخص اپنی عورت کو طلاق بائن یا رجعی دیدے تو عدت گزرنے سے پہلے وہ اس عورت کی بہن سے نکاح نہیں کر سکتا۔

امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ اگر طلاق بائن یا تین طلاقوں کی عدت ہو تو مطلقہ کی بہن سے (دوران عدت) نکاح جائز ہے کیونکہ ان صورتوں میں نکاح عملاً منقطع ہو جاتا ہے اور قاطع نکاح یعنی طلاق کا اثر و عمل نافذ ہو جاتا ہے اس لئے اگر مرد حرمت کا علم رکھتے ہوئے مطلقہ سے مباشرت کرے تو اس پر حد واجب ہو گی۔

احناف کہتے ہیں کہ پہلا نکاح قائم ہے کیونکہ اس کے احکام ابھی باقی ہیں مثلاً مطلقہ جو عدت گزار رہی ہو گا نفقہ مرد کے ذمے ہے۔ خاوند اسے گھر سے باہر جانے سے روک سکتا ہے۔ اور پیدا ہونے والا بچہ اس مرد کی طرف منسوب ہو گا البتہ طلاق نکاح کے عمل کو معطل ضرور کر دیتی ہے مگر بعض احکام مثلاً منع عن الخروج وغیرہ باقی ہیں رہا اس پر حد کا واجب ہونا تو (امام محمدؒ) کی کتاب الطلاق کے احکام کے مطابق مطلقہ معتدہ کی مباشرت سے اس پر حد واجب نہ ہو گی البتہ (امام محمد کی) کتاب الحدود کی عبارت کے مطلق حد واجب ہو گی اس لئے کہ حلت نکاح کی ملکیت (بوجہ طلاق) زائل ہو چکی ہے۔ اس لئے اس سے زنا ثابت ہو گا مگر جن امور کا ہم نے تذکرہ کیا ہے (یعنی نفقہ منع خروج وغیرہ) ان کے حق میں نکاح زائل نہیں، لہذا (اگر عدت میں دوسری بہن سے نکاح کر لیا جائے تو دو بہنوں کو جمع کرنے کے مترادف ہو جائے گا۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

لونڈی اور غلام سے نکاح :

مسئلہ (۱۶) ولا یتزوج المولی ....

کسی آقا کا اپنی لونڈی سے اور کسی مسلمان عورت کا اپنے غلام سے نکاح جائز نہیں (ان کو آزاد کرنے کے بعد نکاح جائز ہے)

کیونکہ نکاح کے جائز ہونے کی وجہ یہ ہے کہ نکاح کے فوائد و ثمرات دونوں نکاح کرنے والوں کے درمیان مشترک ہوں۔ اور غلامی ان فواعد و ثمرات کے منافی ہے اس لئے ثمرات و فوائد کا مشترکہ طور پر حاصل ہونا ممکن نہ ہوگا۔

کتابیہ عورتوں سے نکاح

مسئلہ (۱۷) ویجوز تزوج الکتبیہ .....

اور مرد کا کتابیہ عورتوں سے نکاح جائز ہے۔

مطابق ارشاد باری تعالیٰ "والمحصنات من الذین اوتو الکتاب" (اہل کتاب کی پاک دامن عورتوں سے نکاح جائز ہے) محصنات سے پاک دامن عورتیں مراد ہیں یعنی جو بدکاری وغیرہ سے محفوظ ہوں۔ کتابیہ عورت آزاد ہو یا باندی کوئی فرق نہ ہوگا جیسا کہ ہم عنقریب اس مسئلے کا تفصیل سے ذکر کریں گے۔

مجوسی عورتوں سے نکاح :

مسئلہ (۱۸) ولا یجوز تزوج المجوسیات

مسلمان کا مجوسی عورتوں کے ساتھ نکاح جائز نہیں :

کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ مجوسیوں کے ساتھ اہل کتاب کا سا برتاؤ ضرور کرو لیکن نہ تو ان کی عورتوں سے نکاح کرو اور نہ ہی ان کے ہاتھ کے ذبحہ کھاؤ۔

اس طرح مسلمان مرد کیلئے بت پرستوں کی عورتوں سے بھی نکاح کرنا جائز نہیں۔ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ (ولا تنکحوا المشرکات حتی یؤمن) (مشرکہ عورتوں سے اس وقت تک نکاح نہ کرو جب تک وہ ایمان نہ لے آئیں) البتہ صابی (ستارہ پرست) اگر کسی مذہب پر ایمان رکھتے ہوں اور کسی آسمانی کتاب کو بھی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

تسلیم کرتے ہوں تو انکی عورتوں سے نکاح جائز ہے۔ کیونکہ وہ اہل کتاب میں سے ہیں لیکن اگر وہ ستاروں کی پرستش کرتے ہوں اور کسی آسمانی کتاب پر بھی ایمان نہ رکھتے ہوں تو ان سے نکاح جائز نہیں اس لئے کہ (اس صورت میں) وہ مشرکوں (کے حکم میں) داخل ہیں۔ اس مسئلے میں (امام ابو حنیفہؒ اور صاحبینؒ کی آراء مختلف ہیں) امام ابو حنیفہؒ جواز کے قائل ہیں اور صاحبین عدم جواز کے) اس کی وجہ ان مذاہب میں اشتباہ ہے اور ہر ایک نے اپنے اپنے علم کے مطابق فتویٰ دیا۔ نکاح کی طرح ان کے ذبیحہ میں بھی اختلاف ہے۔

حالت احرام میں نکاح :

مسئلہ (۱۹) ویجزو للمحرم..............

محرم اور محرمہ (حالت احرام) میں نکاح کر سکتے ہیں (مباشرت جائز نہیں) :

امام شافعیؒ کہتے ہیں کہ کہ جائز نہیں اور محرم ولی کا (حالت احرام میں) اپنی ولیہ کا نکاح کرنا بھی اس اختلاف پر مبنی ہے امام شافعی اپنی تائید میں حدیث پیش کرتے ہیں کہ (لا ینکح المحرم ولا ینکح) (محرم نہ تو کسی کا نکاح کرے اور نہ ہی خود نکاح کرے)

احناف کی دلیل اور حدیث ہے، جو (صحاح ستہ ہیں) مروی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حالت احرام حضرت میمونہؓ سے نکاح کیا احناف ان دونوں احادیث میں تطبیق کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ امام شافعیؒ کی پیش کردہ حدیث میں سے مراد مباشرت کی حرمت ہے۔

باندی اور کتابیہ سے نکاح :

مسئلہ (۲۰) ویجوز تزوج الامۃ

اور مرد کا مسلمہ یا کتابیہ باندی سے نکاح کرنا جائز ہے :

امام شافعی فرماتے ہیں کہ آزاد مسلمان مرد کیلئے کتابیہ باندی سے نکاح کرنا جائز نہیں۔ اس لئے کہ باندیوں سے نکاح کی اجازت بقدر ضرورت ہے کیونکہ باندی کے ساتھ نکاح کرنے میں اپنی جز یعنی اولاد کو غلام بنانا لازم آتا ہے۔ جبکہ یہ ضرورت مسلمان باندی سے نکاح سے بھی پوری ہو سکتی ہے اور اس لئے آزاد عورت سے نکاح کی استطاعت باندی سے نکاح سے بھی پوری ہو سکتی ہے۔ اور اس لئے آزاد عورت سے نکاح کی استطاعت رکھنا اس سے مانع ہے کہ باندی سے نکاح کیا جائے (آزاد عورت سے نکاح کی قدرت ہونے کی صورت میں باندی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

سے نکاح ازروئے قرآن جائز نہیں)

احناف کے نزدیک چونکہ قرآنی آیات مطلق ہیں لہذا باندی سے نکاح مطلقاً جائز ہوگا۔ اور باندی کے ساتھ نکاح مرد کو آزاد بچے سے محروم کر رہا ہے نہ یہ کہ اسے غلام بنا رہا ہے کیونکہ مرد کو اختیار ہے کہ بچے کو (عزل وغیرہ سے) حاصل نہ کرے تو اسے یہ بھی اختیار ہوگا کہ وہ وصف بھی حاصل نہ کرے۔

آزاد عورت پر باندی کو نکاح میں لانا :

مسئلہ (21) ولا تنکح الامة علی الحرہ......

اور آزاد عورت پا باندی کو نکاح میں لانا جائز نہیں اس لئے کہ ارشاد نبوی ہے (لا تنکح الامة علی الحرة) (آزاد عورت پر باندی سے نکاح نہ کیا جائے) یہ حدیث امام شافعی پر حجت ہے۔ اس لئے کہ وہ غلام کیلئے اس کو جائز قرار دیتے ہیں۔ اس طرح امام مالکؒ آزاد عورت کی رضاء مندی سے اسے جائز کہتے ہیں مگر یہ حدیث ان پر بھی حجت ہے۔

احناف کی دوسری دلیل، جسے ہم کتاب الطلاق میں زیادہ واضح طور پر بتائیں گے۔ یہ ہے کہ غلامی کی وجہ سے نعمت نصف ہو جاتی ہے جس سے یہ بات ثابت ہوئی ہے کہ باندی سے نکاح صرف اسی صورت میں ہو سکتا ہے جب کہ وہ تنہا اور جب وہ آزاد عورت پر نکاح میں لائی جائے یا آزاد عورت اور باندی سے ایک ہی وقت میں نکاح کیا جائے تو اس صورت میں عقد نہ ہوگا۔ (یعنی یہ مناسب نہیں کہ ایک پوری نعمت کی حقدار (آزاد عورت) پر ایک نصف حقدار کو سوت بنا کر لایا جائے)

باندی پر آزاد عورت سے نکاح :

مسئلہ (22) یجوز تزویج الحرة ......

اور باندی پر آزاد عورت سے نکاح جائز ہے

اس لئے کہ ارشاد نبوی ہے (وتنکح الحرہ علی الامة) (الطبری) (باندی پر آزاد عورت سے نکاح کیا جا سکتا ہے) نیز آزاد عورت تمام حالات میں حلال کی گئی ہے کیونکہ آزاد عورت کے حق کو نصف کرنے والی کوئی چیز نہیں۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

آزاد عورت کی عدت کے دوران باندی سے نکاح :

مسئلہ (23) فان تزوج امة ......

اور اگر آزاد عورت کی طلاق بائن کی عدت کے دوران اس نے باندی سے نکاح کیا تو امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک جائز نہ ہوگا اور صاحبین کے نزدیک جائز ہے صاحبین کی دلیل یہ ہے کہ ممنوع تو یہ امر ہے کہ آزاد عورت پر سوکن نہ لائی جائے مگر اس صورت میں یہ بات لازم نہیں آتی کیونکہ اب آزاد عورت تو اس پر حرام ہو گئی ہے چنانچہ کوئی شخص یہ قسم کھائے کہ میں اس آزاد عورت پر دوسری شادی نہیں کروں گا تو وہ اس نکاح (جو کہ اس نے باندی) سے کیا حانث نہیں ہوگا۔"

امام ابو حنیفہؒ کی دلیل یہ ہے، کہ چونکہ آزاد عورت مطلقہ کے بعض احکام نفقہ و سکنی وغیرہ ابھی تک باقی ہیں للذا نکاح بھی "من وجہ" باقی ہے اس لئے احتیاط اسی میں ہے کہ عدت گزرنے سے پہلے باندی کے نکاح کو جائز قرار نہ دیا جائے خلاف قسم کھانے کے کیونکہ قسم سے مقصود تو یہ تھا کہ آزاد عورت کی باری میں دوسری عورت کو شامل نہیں کرے گا۔

چار عورتوں سے نکاح :

مسئلہ (۲۴) وللحر ان یتزوج:

اور آزاد مرد چار آزاد عورتوں یا باندیوں سے نکاح کر سکتا ہے ان سے زیادہ کے ساتھ جائز نہیں :

اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے :(فانکحوا ما طاب لکم من النساء مثنی وثلاث و رباع)(اور تم جو عورتیں تمہیں پسند ہوں، دو دو تین تین اور چار چار سے نکاح کرو) اور کسی عدد کا نص میں متعین ہونا زیادتی سے مانع ہوتا ہے امام شافعی فرماتے ہیں کہ مسلمان مرد صرف ایک ہی باندی سے نکاح کرے کیونکہ ان کے نزدیک باندی کے نکاح کا جواز محض مجبوری کی بناء پر ہے للذا ہماری پیش کردہ آیت امام شافعی پر حجت ہے اس لئے منکوحہ باندی پر بھی لفظ "نساء" کا اطلاق آزاد عورت کی طرح ہوتا ہے جیسا کہ ظہار میں (والذین یظاھرون من نساء ھم) من نساء کا لفظ آزاد اور باندی دونوں کو شامل ہے)

غلام کا ایک سے زیادہ عورتوں سے نکاح :

مسئلہ (25) ولا یجوز للعبد

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

اور غلام کیلئے دو عورتوں سے زیادہ کے ساتھ نکاح کرنا جائز نہیں :

امام مالکؒ فرماتے ہیں کہ وہ دو سے زیادہ نکاح کر سکتا ہے کیونکہ نکاح کے معاملہ میں وہ بھی آزاد مرد کی طرح ہے حتی کہ وہ اپنے مولیٰ کی اجازت کے بغیر بھی نکاح کر سکتا ہے۔

احناف کہتے ہیں کہ غلامی سے تمام حقوق کی تنصیف (یعنی نصف ہو جاتے ہیں) ہو جاتی ہے اس لئے غلام صرف دو عورتوں سے نکاح کر سکتا ہے اور آزاد مرد چار عورتوں کے ساتھ تاکہ شرف حریت کا اظہار ہو تا رہے۔

چار میں سے ایک بیوی کو طلاق کے بعد نکاح کی صورت :

مسئلہ (26) فان طلق الحر الحدیٰ ولا ربع:

اگر کوئی آزاد شخص اپنی (چار) بیویوں میں سے کسی ایک کو طلاق بائن دیدے تو مطلقہ بیوی کی عدت کے اختتام تک چوتھی بیوی کو نکاح میں نہیں لا سکتا۔ اس مسئلے میں بھی امام شافعیؒ کا اختلاف ہے جیسا کہ ایک بہن کی عدت میں دوسری بہن سے نکاح کرنے میں ہے۔ (تفصیل پہلے گزر چکی ہے)

زنا سے حاملہ عورت کے ساتھ نکاح :

مسئلہ (27) وان تزوج حبلی من الزناء:

(امام محمدؒ نے جامع الصغیر میں لکھا ہے کہ) اگر کوئی مرد زنا سے حاملہ عورت کو نکاح میں لائے تو نکاح جائز ہوگا مگر وضع حمل تک اس سے مباشرت نہ کرے۔ یہ حکم امام ابو حنیفہؒ اور امام محمدؒ کے نزدیک ہے (امام شافعی کا بھی یہی مسلک ہے) امام ابو یوسفؒ کہتے ہیں کہ ایسا نکاح فاسد ہے اور اگر حمل کا نسب ثابت ہو (مثلاً شبہ میں کی گئی مباشرت یا نکاح فاسد وغیرہ) تو اس صورت میں بالاتفاق نکاح باطل ہوگا امام ابو یوسف کی دلیل یہ ہے کہ ممانعت نکاح دراصل حرمت حمل کے پیش نظر ہے اور اگرچہ یہ حمل زنا سے ہے تاہم قابل احترام ہے کیونکہ اس میں اس کا کوئی قصور نہیں اور اسی لئے اسکا اسقاط درست نہیں۔

طرفین کہتے ہیں کہ زنا سے حاملہ عورت ان عورتوں میں سے ہے جن سے نکاح نص قرآن (واحل لکم ماوراء ذلکم) سے جائز ہے البتہ مباشرت اس لئے ممنوع قرار دی گئی ہے کہ کوئی مرد دوسرے کی کھیتی کو اپنے پانی سے سیراب نہ کرے۔ (جس کی حدیث میں ممانعت آئی ہے) اور جس عورت کے حمل کا نسب ثابت ہو اس سے نکاح اس لئے باطل ہے کہ حمل کے والد کا حق پیش نظر ہے اور عام زانی کی کوئی حرمت نہیں ہے (طرفین

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ“

www.KitaboSunnat.com

کا قول ہی زیادہ اولیٰ ہے)

مسئلہ (28) فان تزوج ......

اور اگر کسی نے اسیران جنگ میں سے کسی حاملہ عورت سے نکاح کیا تو نکاح فاسد ہے اس لئے کہ حمل (حربی خاوند سے) ثابت النسب ہے۔

ام ولد (باندی) کا نکاح کسی دوسرے سے کرنا :

مسئلہ (29) وان تزوج ام ولده ....

اگر آقا نے اپنی ام ولد (جس باندی سے مالک کا حمل قرار پا چکا ہو) کا کسی دوسرے شخص سے نکاح کر دیا تو یہ نکاح باطل ہوگا کیونکہ ام ولد اپنے مولیٰ سے ہم بستر ہو چکی ہے۔ حتیٰ کہ اس کے بچے کا نسب اس کے آقا سے دعویٰ کیے بغیر ثابت ہوگا اور اگر یہ نکاح درست قرار دیا جائے تو وہ ایک ہی وقت میں دو مردوں کی ہم بستر قرار پائے گی اور حمل میں آمیزش واقع ہوگی۔ لہٰذا نکاح درست نہ ہوگا۔

باندی جو ام ولد نہ ہو کا نکاح :

مسئلہ....(30) ومن وطئ جاريته ثم زوجها ......

اور جس نے اپنی باندی سے مباشرت کی پھر کسی دوسرے شخص سے اس کا نکاح کر دیا تو جائز ہوگا :

کیونکہ وہ محل نہ ہونے کی بنا پر اپنے مولیٰ کی ہم بستر شمار نہ ہوگی اس لئے کہ باندی اگرچہ جنے اور مولیٰ خود ثبوت نسب کا دعویٰ نہ کرے تو نسب ثابت نہیں ہو سکتا لیکن آقا کیلئے بہتر یہی ہے کہ اس کو کسی دوسرے کے نکاح میں دینے سے قبل استبراء کر لے (یعنی ایک حیض آنے دے تاکہ حاملہ نہ ہونے کا پتہ چل جائے) اس طرح اس کے نطفے کی حفاظت ہو سکے گی پھر جب نکاح جائز ٹھہرا تو شوہر کو حیض آنے سے قبل اس سے مباشرت کرنے کا حق ہوگا یہ شیخین کے نزدیک ہے مگر امام محمدؒ فرماتے ہیں کہ مجھے یہ پسند نہیں کہ خاوند استبراء سے پہلے اس سے مباشرت کرے کیونکہ احتمال ہے کہ وہ اپنے مولیٰ سے حاملہ ہو گئی ہو اس لئے استبراء اسی طرح واجب ہے جیسا کہ خریداری کی صورت میں یہی حکم ہے۔

شیخین کی دلیل یہ ہے کہ نکاح کا جواز اس امر کی علامت ہے کہ باندی اپنے مالک سے حاملہ نہیں لہٰذا اس کے لئے استبراء کا حکم نہ مستحب ہے اور نہ واجب بخلاف خریداری کی صورت کے کیونکہ اس صورت میں تو وہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

حاملہ کو بھی فروخت کر سکتا ہے۔

زناکار عورت سے نکاح :

مسئلہ (۳۱)

اگر کسی شخص نے کسی عورت کو زنا کرتے دیکھا پھر اس نے اس سے نکاح کر لیا تو شیخین کے نزدیک استبراء سے پہلے بھی اس سے مباشرت جائز ہو گی مگر امام محمدؒ استبراء سے پہلے مباشرت کو بنظر استحسان نہیں دیکھتے دونوں کے دلائل اوپر ذکر کئے جا چکے ہیں۔

نکاح متعہ :

مسئلہ (۳۲)

نکاح متعہ باطل ہے اس کی صورت یہ ہے کہ مرد کسی عورت سے کہے کہ میں تجھ سے اتنی مدت تک اتنی رقم کے عوض متعہ کرتا ہوں امام مالک کے نزدیک نکاح متعہ جائز ہے۔ کیونکہ وہ مباح تھا لہٰذا یہ حکم تب تک باقی رہے گا جب تک اس کو منسوخ کر دینے والا حکم ثابت نہ ہو (ہدایہ کے تمام شارحین کے نزدیک صاحب ہدایہ نے امام مالکؒ کی طرف غلطی سے منسوب کر دیا حقیقت یہ ہے کہ امام مالکؒ بھی دوسرے آئمہ کی طرح حرمت متعہ کے قائل ہیں۔ صرف شیعہ حضرات اس کی حلت کے قائل ہیں)۔

نکاح مؤقت :

مسئلہ (33) والنکاح الموقت

نکاح موقت (جو وقت کے ساتھ مشروط ہے) بھی باطل ہے :

مثلاً یہ کہ کسی عورت سے دو گواہوں کی شہادت کے ساتھ دس دنوں کیلئے نکاح کرے امام زفرؒ فرماتے ہیں کہ نکاح درست ہے مگر ہمیشہ کیلئے لازم ہو گا یعنی بدون طلاق رفع نہیں ہو سکے گا کیونکہ مشروط فاسدہ سے نکاح باطل نہیں ہوا کرتا۔

ہم کہتے ہیں کہ یہ (نکاح موقت) بھی معنی کے اعتبار سے متعہ ہی میں ہے اور نکاح میں اعتبار مفہوم کا کیا جاتا ہے۔ نکاح موقت میں مدت طویل ہو یا کم اس سے کچھ فرق واقع نہیں ہوتا۔ ہر دو صورتوں میں باطل ہے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

کیونکہ وقت کا مقرر کرنا متعہ ہی کی صورت ہے۔

دو عورت سے ایک ہی مجلس میں نکاح :

مسئلہ (34)

جس شخص نے دو عورتوں سے ایک ہی عقد (یعنی ایک ہی مجلس میں ایک ہی خطبۂ نکاح میں) نکاح کیا اور ان میں سے ایک (بوجہ قرابت رضاعت یا حرمت مصاحرت) ان کے لئے حلال نہ ہو تو جس عورت سے اس کا نکاح جائز ہے اس سے نکاح صحیح ہو جائے گا اور دوسری عورت سے نکاح باطل ہو گا کیونکہ نکاح باطل کرنے والی حرمت صرف ایک ہی عورت میں تھی خلاف اس صورت کے جب وہ ایک آزاد شخص اور ایک ہی غلام کو اکٹھا بیچ ڈالے (تو پوری بیع ہی باطل ہو گی) اس لئے کہ بیع فاسد شرطوں سے باطل ہو جاتی ہے اور اس سودے میں آزاد آدمی کو قبول کرنا شرط کے طور پر موجود ہے۔ امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک مذکورہ صورت میں پورا مہر اس عورت کو ملے گا جس سے نکاح جائز تھا۔ اور صاحبین کے نزدیک "مقرر کردہ" مہر دونوں کے مہر مثل کے تناسب سے ان میں تقسیم کیا جائے گا اور مسئلہ الاصل (مبسوط) کے مسائل میں سے ہے۔

کسی مرد کے شوہر ہونے کا دعویٰ :

مسئلہ (35) ومن ادعت علیه امراۃ

اور اگر کسی مرد پر کسی عورت نے دعویٰ کیا کہ اس نے مجھ سے نکاح کیا ہے اور اپنے دعویٰ پر گواہ بھی پیش کر دیئے اور قاضی نے اسے اس کی بیوی قرار دے دیا حالانکہ مرد نے اس عورت سے نکاح نہیں کیا تھا تو اس کیلئے اس عورت کے ساتھ رہنے کی اجازت ہے اور اگر وہ اسے مباشرت کیلئے کہے تو وہ ایسا کر سکتا ہے :

یہ امام ابو حنیفہؒ کا قول ہے اور امام ابو یوسف کا پہلا قول بھی یہی ہے ان کے دوسرے قول کے مطابق جو امام محمدؒ کا بھی قول ہے اور امام ابو یوسفؒ کا پہلا قول بھی یہی ہے ان کے دوسرے قول کے مطابق جو امام محمدؒ کا بھی قول ہے مرد کیلئے ایسی عورت سے مباشرت جائز نہیں امام شافعی بھی اس کے قائل ہیں کیونکہ قاضی نے فیصلہ میں غلطی کی ہے اس لئے کہ گواہ جھوٹے تھے جیسا کہ اگر یہ ظاہر ہو جائے کہ گواہ غلام یا کافر تھے (تو اس صورت میں نکاح کالعدم ہو جاتا ہے)

امام ابو حنیفہؒ کہتے ہیں کہ گواہ قاضی کے نزدیک سچے ہیں کیونکہ حقیقت پر طلع ہونا قاضی کی استطاعت

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

میں نہیں خلاف گواہوں کے کفر اور غلامی کے اس لئے کہ ان پر مطلع ہونا نشانیوں وغیرہ کی بنا پر ممکن ہے جب قاضی کے فیصلے کی بنیاد حجت و دلیل پر ہے اور قاضی اسے حقیقتاً نافذ کر سکتا ہے تو یہ فیصلہ نافذ متصور ہوگا تاکہ باہمی مناقشت اور تنازعہ ختم ہو سکے۔

خلاف املاک مرسلہ کے (اس سے مراد یہ ہے کہ کوئی شخص قاضی کے پاس دعویٰ کرے کہ یہ باندی میری ہے اور دو گواہ بھی پیش کر دے مگر ملکیت کا کوئی سبب بیان نہ کرے تو ایسی باندی سے مباشرت جائز نہیں جب تک کہ واقعی وہ اس کی ملکیت نہ ہو) کیونکہ اس صورت میں بہت سے اسباب ملکیت ہیں جو آپس میں مزاحم و مضاد ہیں اور قاضی کوئی ایک سبب متعین نہیں کر سکتا۔

خود آزمائی

1- محرمات نکاح پر نوٹ لکھیں۔

2- کتابیہ عورت۔ مجوسیہ عورت اور صابئہ عورت سے نکاح کے احکام بیان کیجئے۔

3- حبلی الزنا ...... کے بارے میں اختلاف مسالک کی وضاحت کیجئے۔

4- استبراء سے کیا مراد ہے یہ کن کن صورتوں میں ضروری ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

یونٹ نمبر 2

ولایت کفاءت اور وکالت نکاح کے احکام

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

یونٹ کا تعارف

اس یونٹ میں ولایت اور کفاءت کے احکام پر بحث ہو گی۔ ولایت سے مراد ایسا رشتہ دار ہے، جس کا قول..... دوسرے شخص پر خواہ اسے پسند ہو یا نہ پسند ہو، قابل نفاذ ہو۔

ولی (سرپرست Gaurdian) ایسا شخص ہو سکتا ہے جو (1) عاقل، (2) بالغ، (3) مسلمان اور (4) آزاد ہو۔

ولایت کے اسباب درج ذیل ہیں۔

(1) قرابت، (2) وراثت، (3) ولاء، (4) امامت (قاضی یا خلیفہ)..... ان نکات کی مزید تفصیل، آنے والے صفحات میں آپ ملاحظہ کر سکیں گے۔

جبکہ کفایت کا لفظ "کفو" سے بنا ہے۔ جس کے معنی "ہم سر" "ہم جا" وغیرہ کے ہیں۔ شرعاً اس سے مراد ایسے خاندان ہیں جو نسب، پیشے اور مال وغیرہ کے اعتبار سے اس خاندان کے ہم پلہ ہوں، نکاح میں ان دونوں مسئلوں کی جو اہمیت ہے، آئندہ اسی پر گفتگو ہو گی.....

یونٹ کا مقصد

اس یونٹ کے مطالعہ سے آپ اس قابل ہو جائیں گے کہ ولایت اور کفو کے بارے میں شرعی مسائل اور مختلف مسالک کی مختلف آراء جان سکیں گے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

فہرست مضامین

	یونٹ کا تعارف	
	یونٹ کا مقصد	
1-	نکاح میں ولایت کے احکام	28
	نکاح کے انعقاد کیلئے عورت کی رضامندی	28
	زبردستی نکاح کی حیثیت	29
	خاموشی اجازت کی دلیل	29
	لفظوں کے ساتھ رضامندی کی ضرورت	30
	سکوت کے ساتھ نکاح کا اقرار	30
	نکاح کے وقت مہر کا تعین	30
	مطلقہ یا بیوہ کی دوسرے نکاح کیلئے رائے	31
	کنوارپن کی شرائط	31
	جب عورت نکاح کی پیشکش کورد کردے تو	32
	نابالغ لڑکے اور لڑکی کا ولی کے ذریعے نکاح	33
	باپ اور دادا کی طرف سے نکاح کرنا	34
	نابالغ لڑکی کا نکاح کی خبر سن کر خاموشی اختیار کرنا	35
	کنواری لڑکی کا خیار اور سکوت	36
	نابالغ میاں یا بیوی کی وفات	36
	جن رشتہ داروں کو حق ولایت حاصل نہیں	37
	جو حق ولایت کے حق دار ہیں	37
	سائق مالک کا نکاح کرنا	38
	حاکم وقت کی طرف سے نکاح کرنا	38

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ“

www.KitaboSunnat.com

	قریبی رشتہ داروں کی صورت میں ولایت نکاح کا حق	38
	دیوانی عورت کے نکاح کی ولایت	39
-2	کفو کا بیان	41
	نکاح میں کفو کی اہمیت	41
	کفاءت میں نسب کا اعتبار	41
	کفاءت میں آزادی کا اعتبار	42
	کفاءت میں مالی حیثیت کا اعتبار	
	عورت کا اپنا نکاح خود کرنا	
	باپ کی طرف سے نابالغ لڑکی کا نکاح کرنا	
	کسی لڑکی کا غلام سے نکاح کرنا	
	خود آزمائی نمبر 1	
-3	نکاح میں وکالت	
	چچازاد سے نکاح	
	نکاح کا لوگوں میں اعلان اور عورت کی طرف سے قبول کرنے سے انکار	
	Third party کے درمیان عقد نکاح	
	ایک عورت نے نکاح کا اختیار دیا مگر دوسرے سے نکاح کر دیا۔	
	خود آزمائی نمبر 2	

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

1- نکاح میں ولایت کے احکام

ے انعقاد کیلئے عورت کی رضامندی :

سئلہ (۱) ینعقد نکاح الحرۃ

ور آزاد، عاقلہ اور بالغہ عورت کا نکاح اس کی رضامندی سے منعقد ہوتا ہے اگرچہ وہ اس کے ولی کے

نہ پایا ہو عورت خواہ باکرہ کنواری ہو یا ثیبہ۔ (شوہر دیدہ)

م ابو حنیفہؒ اور امام ابو یوسفؒ کا مسلک ہے جو ظاہر روایت میں منقول ہے امام ابو یوسفؒ سے دوسری لڑکی کا ولی کے بغیر نکاح نہیں ہوتا اور امام محمدؒ کے نزدیک نکاح تو ہو جائے گا لیکن ولی کی اجازت م مالکؒ اور امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ عورت کے الفاظ سے قطعاً نکاح منعقد نہیں ہوتا۔ کیونکہ فوائد ملحوظ ہوتے ہیں اور اگر نکاح کا اختیار عورت کو سونپ دیا جائے تو ان مقاصد میں خلل کے کسی غلط فیصلے سے خاندان بھر کی بدنامی ہو سکتی ہے) البتہ امام محمدؒ فرماتے ہیں کہ ولی کی فع ہو جاتا ہے (لہٰذا نکاح اس کی اجازت پر موقوف ہوگا)

ی دلیل یہ ہے کہ عورت نے خالی اپنے ذاتی حق میں تصرف کیا ہے اور چونکہ وہ عاقلہ ہے اور سکتی ہے لہٰذا وہ اس بارے میں تصرف کا اختیار رکھتی ہے اور اس اہلیت کی بنا پر وہ اپنے ذاتی ر رکھتی ہے لہٰذا اسے خاوند کے بارے میں بھی پسندیدگی کا حق حاصل ہوگا اور نکاح کا مطالبہ ہے تاکہ عورت کی طرف سے بے حیائی اور بے باکی منسوب نہ کی جائے۔

میں کوئی فرق نہیں کیا گیا۔ لیکن غیر کفو میں ت کی رو سے، اس بارے میں کفو اور غیر کے پاس مقدمہ کر کے ولی عورت کا نکاح [illegible] کروا سکتا ہے۔ اور شیخینؒ سے روایت ہے کہ ی نہیں ہوتا کیونکہ ازدواجی زندگی میں بیسیوں ایسے واقعات پیش آتے ہیں جنہیں) نہیں لے جایا جاتا (لہٰذا ایسا نکاح جائز نہ ہوگا)

نے بھی شیخین کے قول کی طرف رجوع کر لیا تھا۔ کہ نکاح ولی کی اجازت کے بغیر

ہے کہ عورت اپنی پسند کے مطابق نکاح کا انعقاد ولی کے ذریعے کرے گی تاکہ

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

عورت کی طرف سے بے حیائی اور بے باکی منسوب نہ کی جائے اور فتنہ و فساد کا اندیشہ بھی باقی نہ رہے۔

زبردستی کے نکاح کی حیثیت :

مسئلہ (2) ولا یجوز للولی

اور ولی کو (اپنی زیر کفالت) باکرہ بالغہ کا نکاح جبراً کرنے کا حق نہیں :

امام شافعیؒ کو اس رائے سے اختلاف ہے وہ بالغہ کو نابالغہ لڑکی ہی پر قیاس کرتے ہیں کیونکہ بالغہ کو بھی عدم تجربہ کی بنا پر نکاح کے معاملات کا صحیح علم نہیں ہوتا اس لئے بالغہ کا باپ اس کے کہے بغیر اس کا مہر اپنی تحویل میں لے سکتا ہے احناف کی دلیل یہ ہے کہ وہ ایک آزاد عورت ہے، لہٰذا کسی غیر کو اس پر جبری ولایت حاصل نہیں ہے۔
صغیرہ (نابالغ لڑکی) پر ولایت اجبار محض اس لئے ہے کہ وہ ابھی کم عقل ہے اور بلوغ سے عقل کامل ہو جاتی ہے کیونکہ اس بنا پر احکام شرعیہ کی ذمہ داری اس پر عائد ہو جاتی ہے لہٰذا وہ بالغ لڑکے ہی کی طرح ہو گی اور جیسے کہ وہ اپنے ذاتی مال میں تصرف کر سکتی ہے اور باپ جو اس کا مہر لے سکتا ہے وہ اس کی دلالۃً رضامندی کی بنا پر ہے ورنہ عورت کے منع کرنے پر وہ مہر وصول نہیں کر سکتا (تو ثابت ہوا کہ نکاح لڑکی کی رضامندی پر منحصر ہے، لہٰذا اجبار جائز نہیں)

خاموشی اجازت کی دلیل :

مسئلہ (4) فاذا استاذنھا

(القدوریؒ) فرماتے ہیں کہ جب باکرہ، بالغہ (بالغ کنواری لڑکی) سے اس کا ولی اجازت نکاح طلب کرلے تو وہ خاموش ہو جائے یا ہنس دے تو یہ اس کی طرف سے اجازت ہو گی :

اس لئے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے (البکر تستامر فی نفسھا فاذ سکتت فقد رضیت) باکرہ سے اس کا نکاح کے متعلق اجازت حاصل کرلی جائے اور اگر وہ خاموش رہے تو یہی اس کی طرف سے اجازت ہو گی، نیز اس لئے بھی کہ اس (خاموشی اور مسکراہٹ) میں اس کی رضامندی کی جہت غالب ہے اس لئے کہ وہ (کنواری لڑکی) کھلے لفظوں میں اظہار سے شرماتی ہے لیکن انکار کی صورت میں ایسا نہیں ہوتا اور ہنسنا تو خاموشی سے بڑھ کر رضامندی کی دلیل ہے، بخلاف اس صورت کے جب کہ وہ رو دے کیونکہ رونا تو ناپسندیدگی اور ناگواری کی علامت ہے۔

بعض فقہاء کا قول ہے کہ عورت جب خندہ استہزاء کی طور پر ہنسے تو رضامندی شمار نہ ہو گی (اس لئے کہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اس نے گویا ان کی بات کا مذاق اڑایا ہے) اور اگر بغیر آواز کے رو ئے تو انکار مقصود نہ ہوگا (اس لئے کہ ایسا رونا گھر سے جانے کے خیال وغیرہ کی بنا پر بھی ہو سکتا ہے۔)

لفظوں کے ساتھ رضامندی کی ضرورت :

مسئلہ...... (4) وان فعل هذا......

(امام محمدؒ) فرماتے ہیں کہ اگر باکرہ سے ولی کے علاوہ کوئی اور شخص اجازت طلب کرے تو اس صورت میں لفظوں میں اظہار رضامندی ضروری ہوگا۔

اس لئے کہ ممکن ہے اس صورت میں اس کا خاموش رہنا اس شخص کی بات پر التفات نہ کرنے کی وجہ سے ہو، لہٰذا سکوت اس کی رضامندی پر دال نہ ہوگا (بلکہ اسے زبان سے کہنا پڑے گا) اور اگر اس میں رضامندی کا پہلو سمجھا جائے تو بھی خاموشی میں رضامندی اور عدم رضامندی دونوں کا احتمال ہے۔ اور مذکورہ بالا صورت میں سکوت پر اکتفا صرف ضرورت کی بنا پر تھا مگر غیر ولی کے بارے میں اس کی ضرورت نہیں (لہٰذا زبانی اجازت ضروری ہوگی) بخلاف اس صورت کے جب اجازت طلب کرنے والا ولی کا قاصد ہو (تو سکوت یا مسکراہٹ ہی اذن متصور ہوگا) اس لئے کہ قاصد ولی کے قائم مقام ہوتا ہے اور عورت سے اذن لیتے وقت ضروری ہے کہ خاوند کا نام اس طرح لیا جائے کہ عورت اس کو پہچان لے تاکہ وہ اس سے رضامندی یا ناپسندیدگی کا اظہار کر سکے۔

نکاح کے وقت مہر کا تعین :

مسئلہ (5) ولا تشترط

اور نکاح کے وقت مہر کا تعین کرنا ضروری نہیں یہی قول صحیح ہے کیونکہ نکاح تو مہر کے ذکر کئے بغیر بھی درست ہو جاتا ہے۔

سکوت کے ساتھ نکاح کا اقرار :

مسئلہ (6) ولو زوجها

اگر کسی عورت کا (اس کے کسی عزیز وغیرہ کے ذریعے) نکاح کر دیا گیا پھر جب اسے خبر پہنچی تو وہ خاموش ہو گئی تو اس کا بھی حسب سابق حکم ہوگا (نکاح جائز ہے) :

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

کیونکہ سکوت (خاموشی) میں صورت دلالت وہی رہے گی اگر عورت کو اس کے نکاح کی اطلاع دینے والا (Thirt person) ہو تو امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک ان کی تعداد (دو ہونا) یا عدالت شرط ہو گی صاحبین کا اس میں اختلاف ہے (ان کے نزدیک خبر کا پہنچانا ہی کافی ہے)

اگر اطلاع دینے والا ولی کا ایلچی ہو تو بالاجماع (تعداد یا عدالت) شرط نہیں، شریعت میں اس کی بھی اور کئی مثالیں ہیں (جیسے کہ کوئی فضولی (Third Person) وکیل سے کہے کہ تمہیں تمہارے موکل نے معزول کر دیا ہے تو وہاں بھی یہی حکم ہے۔

مطلقہ یا بیوہ کی دوسرے نکاح کیلئے رائے :

مسئلہ (7) ولو استاذ ن الثیب

اگر شوہر دیدہ عورت سے ولی بھی نکاح کی اجازت چاہے تو ضروری ہے کہ وہ اپنی رضامندی کا اظہار بول کر کرے :

ارشاد نبوی ہے "الثیب تشاور (ثیبہ سے اس کے نکاح کے بارے میں رائے لی جائے) (اور رائے مشاورت کلام ہی سے ہوتی ہے) نیز اس لئے بھی کہ شوہر دیدہ عورت کا زبان سے بولنا عیب شمار نہیں ہوتا اور اس میں جھجک اور شرم کا مادہ تجربے کی بنا پر کم ہو جاتا ہے لہٰذا اسے اپنے حق میں بات کرنے سے کوئی امر مانع نہیں۔

لڑکی کا باکرہ ہونا :

مسئلہ (8) واذازالت بکارتھا

اور اگر باکرہ لڑکی کی بکارت کودنے حیض آنے زخم لگنے یا زیادہ عمر ہونے کی بنا پر زائل ہو جائے تو اسے باکرہ ہی شمار کیا جائے گا :

کیونکہ وہ حقیقت میں باکرہ ہی ہے اس لئے بھی کہ اس سے مباشرت کرنے والا پہلا شمار ہو گا اس کے مادہ اشتقاق ہی سے باکورہ (پہلا موسمی پھل) اور بکرہ (صبح) ہیں (لہٰذا وہ کنواری شمار ہو گی)

زنا کی وجہ سے بکارت کا زائل ہونا :

مسئلہ (9) ولو زالت بکارتھا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

اور اگر کسی لڑکی کی بکارت زنا کی وجہ سے زائل ہو جائے تو بھی وہ امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک باکرہ ہی شمار ہوگی:

صاحبین اور امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ نکاح کے موقع پر اس کا سکوت کافی نہ ہوگا اس لئے کہ وہ حقیقت ثیبہ (مردودیدہ) ہے اور اس سے مباشرت کرنے والا دوسرا مباشرت کرنے والا ہوتا ہے۔

امام ابو حنیفہ فرماتے ہیں کہ لوگ اسے باکرہ ہی سمجھتے ہیں اور اس کے بولنے سے لوگ اس پر عیب جوئی کریں گے لہٰذا وہ بولنے سے شرمائے گی۔ چنانچہ اس کا خاموش رہنا ہی رضامندی کی دلیل ہوگا ورنہ اس کی ازدواجی زندگی میں تعطل پیدا ہو جائے گا خلاف اس عورت کے جس کے ساتھ شبہ میں یا نکاح فاسد کی بنا پر مباشرت کی گئی ہو کیونکہ شرع نے اس پر احکام نافذ کر کے اس کے اس فعل کو ظاہر کر دیا ہے۔ کیونکہ اس سے بہت سے احکام کو معلق کیا ہے۔

جبکہ زنا کے متعلق تو مستحب یہ ہے کہ اس کی (حتی الوسع) تشہیر نہ کی جائے لیکن اگر عورت کی بدکاری کا حال لوگوں میں مشہور ہو جائے تو پھر سکوت کافی نہ ہوگا۔ (بلکہ زبان سے اجازت کی ضرورت ہوگی۔)

جب عورت نکاح کی پیشکش کو رد کر دے تو:

مسئلہ (10) واذا قال الزوج

اور اگر مرد کسی عورت سے کہے تجھے میرے ساتھ نکاح کی خبر پہنچی تھی تو تو خاموش تھی لیکن عورت کہے نہیں میں نے تو رد کر دیا تھا تو عورت کی بات کا اعتبار کیا جائے گا:

امام زفرؒ فرماتے ہیں کہ مرد کا دعویٰ (قسم کے ساتھ) معتبر ہوگا۔ کیونکہ سکوت اصل ہے اور رد کرنا عارضی چیز ہے لہٰذا اس مسئلے کی نوعیت اس بیع کی طرح ہے جس میں ایک شخص دعویٰ کرے اور دوسرا انکار (تو اس صورت میں بائع کی بات معتبر ہوگی)

احناف کہتے ہیں کہ خاوند عقد نکاح کے لزوم اور عورت پر ملکیت نکاح کے حق کا مدعی ہے۔ مگر عورت اس سے انکار کرتی ہے لہٰذا وہ منکر شکار ہوگی (لہٰذا اس کی بات قسم کے ساتھ معتبر ہوگی) جیسا کہ اس امین کی بات جو یہ دعویٰ کرے کہ میں نے مال امانت واپس کر دیا تھا خلاف بیع میں خیار کے مسئلہ کے اس لئے کہ اس میں بیع مدت گزرنے کی وجہ سے لازم ہو گئی ہے اور اگر مرد نے عورت کے سکوت پر گواہ پیش کر دیئے تو نکاح ثابت ہو جائے گا کیونکہ مرد نے اپنے دعوے کو ثبوت سے مدلل کر دیا ہے اگر مرد کا کوئی گواہ نہ ہو تو امام محمدؒ کے نزدیک عورت پر قسم واجب نہ ہوگی (خلاف صاحبین کے) یہ مسئلہ ان چھ چیزوں میں قسم لینے میں شامل ہے جس کی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

تفصیل (انشاء اللہ ہم کتاب اللہ عوی میں بیان کریں گے۔(چھ اشیاء یہ ہیں (1) نکاح (2) رجوع (3) ایلاء (4) غلامی (5) استیلاء (6) نسب

نابالغ لڑکے اور لڑکی کا ولی کے ذریعے نکاح :

مسئلہ (۱۱) ویجوز نکاح الصغیر والصغیرۃ

اور نابالغ لڑکے اور لڑکی کا نکاح اگر ولی کر دے تو جائز ہے۔ نابالغہ لڑکی خواہ باکرہ ہو یا شوہر دیدہ (ثیبہ) مثلاً قبل از بلوغ شوہر نے مباشرت کر کے طلاق دے دی یا مر گیا) ولی سے مراد اہل عصبہ ہیں (عصبہ میں وہی ترتیب ہوگی جو وراثت میں ہے)

امام مالک والد کے علاوہ دوسرے رشتہ داروں کے ذریعہ نکاح کے مسئلہ میں احناف کے مخالف ہیں۔

امام شافعیؒ باپ اور دادا کے علاوہ دوسرے رشتہ داروں اور نابالغ ثیبہ کے بارے میں ہم سے اختلاف کرتے ہیں (کہ ان کے نزدیک ان صورتوں میں نکاح جائز نہیں ہوتا)

امام مالکؒ کی دلیل یہ ہے کہ آزاد لڑکی پر ولایت ضرورت کے پیش نظر ہوتی ہے اور زیر بحث صورت میں نابالغہ میں شہوت کے فقدان کی بنا پر اس کی ضرورت نہیں لیکن اس پر باپ کی ولایت، خلاف قیاس نص سے ثابت ہے (کیونکہ حضرت ابو بکرؓ نے اپنی نابالغ بیٹی حضرت عائشہؓ کا نکاح آنحضرت ﷺ سے کر دیا تھا) اور دادا کی حیثیت باپ جیسی نہیں ہوتی لہٰذا ولایت میں دادا کو باپ جیسا درجہ نہیں دیا جا سکتا۔

احناف کہتے ہیں کہ ثبوت ولایت قیاس کے عین مطابق ہے کیونکہ نکاح کئی مصالح پر مشتمل ہوتا ہے جو دو ہم پلہ خاندانوں میں بہتر طور پر تکمیل پاتے ہیں (مثال کے طور پر) کفو کا میسر آنا ہر وقت ممکن نہیں ہوتا لہٰذا ولی کیلئے ولایت ثابت کی گئی تا کہ وہ اپنے بچوں کا بچپن میں بھی نکاح کر سکیں اور کفو کے موقع کو ہاتھ سے نہ جانے دیں۔

امام شافعیؒ کے قول کی دلیل یہ ہے کہ اگر باپ یا دادا کے علاوہ کسی دوسرے ولی کو یہ اختیارات سپرد کر دیئے جائیں تو شفقت کی کمی اور دوری قرابت کی بنا پر نکاح کی مصلحتیں مکمل طور پر سرانجام نہیں پا سکتیں اس لئے کہ (باپ اور دادا کے علاوہ کوئی) دوسرا شخص نابالغ کے مال میں تصرف کا حق نہیں رکھتا، حالانکہ، مال نفس کے مقابلے میں کمتر درجے کی چیز ہے، لہٰذا اسے اس کے نفس میں تصرف کا حق بدرجہ اولیٰ حاصل ہے گا کہ نفس انسانی مال سے بدرجہا اولیٰ اور اعلیٰ ہے۔

احناف کہتے ہیں کہ عموماً رشتہ داری شفقت کا سبب ہے۔ جس پر باپ اور دادا کے مقابلہ میں دوسرے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

رشتہ داروں میں شفقت میں جو کمی پائی جاتی ہے اس کی تلافی انھیں ولایت لازمہ نہ دیکر کر دی گئی ہے (یعنی اس صورت میں انہیں خیار بلوغ دیا جاتا ہے) اور یہ صورت تصرف مال کی صورت سے قطعاً مختلف ہے کیونکہ مال دوسروں کے ہاتھوں میں چلا جاتا ہے۔ للذا اس کا تدارک ممکن نہیں ہے للذا وہاں ولایت تب تک مفید نہیں ہو سکتی جب تک وہ لازم نہ ہو اور جہاں شفقت کی کمی ہو گی وہاں ولایت لازمہ ثابت نہ ہو گی۔

دوسرے مسئلے میں (کہ نابالغہ ثیبہ پر کسی کو ولایت کا حق حاصل نہیں) امام شافعیؒ کی دلیل یہ ہے کہ لڑکی کا ثیبہ (شوہر دیدہ) ہونا عملی تجربہ ہونے کی بنا پر اس میں تبدیلی رائے کا باعث ہوا کرتا ہے للذا ہم نے اس پر مدار حکم رکھا ہے تاکہ اسے سہولت رہے۔

احناف کی دلیل وہی ہے جو ہم ابھی ذکر کر چکے ہیں کہ یہ ولایت ضرورت کی بنا پر ہے اور باپ دادا میں وفور شفقت کی بنا پر یہ اختیار سپرد کر دیا گیا اور ممارست (ازدواجی زندگی سے آگہی) جب تک عورت میں شہوت نہ ہو تبدیلی رائے کا باعث نہیں ہوا کرتی للذا کم سنی کو پیش نظر رکھا جائے گا اس قول کی تائید حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد سے بھی ہوتی ہے کہ النکاح الی العصبات (السرخسی: سبط ابن الجوزی (کہ نکاح کا اختیار عصبات کو ہے) للذا یہ حق بلا تفریق ہو گا ولایت نکاح میں عصبات کی وہی ترتیب ملحوظ ہو گی جو وراثت میں ہوتی ہے اور ولی اقرب (زیادہ قریبی رشتہ دار ولی) کی موجودگی میں ولی ابعد (زیادہ دور کا ولی) کو حق ولایت حاصل نہ ہو گا (مثلاً بھائی کے ہوتے ہوئے چچا کو ولایت حاصل نہ ہو گی)

باپ اور دادا کی طرف سے نکاح کرنا:

مسئلہ (12) فان زوجھا الاب

اگر کم عمر لڑکا یا لڑکی کا نکاح باپ دادا کرے تو انہیں اختیار بلوغ حاصل نہ ہو گا کیونکہ باپ اور دادا کی رائے کامل اور شفقت وافر ہوتی ہے للذا ان کا کیا ہوا عقد اس طرح لازم ہو گا جس طرح کہ لڑکے اور لڑکی کا عقد بالغ ہونے پر وہ ان کی رضامندی سے کریں۔

اور اگر باپ یا دادا کے سوا کسی دوسرے ولی نے نابالغ لڑکے اور نابالغہ لڑکی کا عقد کر دیا تو بالغ ہونے پر دونوں کو اختیار ہو گا؛ اگر چاہیں تو نکاح کو بحال رکھیں اور چاہیں تو فسخ کر دیں:

یہ امام ابو حنیفہ اور امام محمدؒ کا مسلک ہے امام ابو یوسفؒ فرماتے ہیں کہ انہیں خیار بلوغ حاصل نہیں ہو گا وہ اسے باپ اور دادا کی ولایت پر قیاس کرتے ہیں۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

طرفینؒ کہتے ہیں کہ بھائی کی قرابت ناقص ہوتی ہے جو شفقت کی کمی سے بآسانی معلوم کی جاسکتی ہے اس لئے اس سے مقاصد نکاح میں خلل واقع ہونے کا امکان ہے۔ لہٰذا ہم نے خیار بلوغ سے اس خلل کا تدارک کر دیا ہے اور اس حکم کا مطلق ہونا خیار بلوغ کے اس حق کو اس صورت میں بھی ثابت کرتا ہے جبکہ ماں یا قاضی نے نکاح کیا ہو یہی قول صحیح ہے اس لئے کہ ماں کی رائے ناقص ہوتی ہے اور قاضی کی شفقت لہٰذا انہیں خیار بلوغ کا حق حاصل رہے گا لیکن خیار بلوغ کیلئے قاضی کا فیصلہ ضروری ہے (یعنی عدالت میں دعویٰ کر کے نکاح فسخ کرانا پڑے گا) خلاف خیار آزادی کے اس لئے کہ یہاں (خیار بلوغ میں) فسخ نکاح پوشیدہ نقصان کو دور کرنے کیلئے ہے تاکہ خلل کا ازالہ ہو جائے اس لئے یہ خیار بلوغ لڑکے اور لڑکی دونوں کو حاصل ہوتا ہے لیکن اسے چونکہ دوسرے کے حق میں بھی لازم ٹھیرایا گیا ہے لہٰذا ضروری ہے کہ قاضی کا فیصلہ حاصل کیا جائے آزادی کی صورت میں حاصل ہونے والا خیار میں واضح نقصان کا ازالہ مقصود ہوتا ہے جس میں باندی پر اضافی ملکیت ہے لہٰذا یہاں یہ صرف عورت ہی سے مخصوص ہوگا اور اسے ہریت شمار کیا جائے گا اور ہریت میں عدالتی فیصلے کی ضرورت نہیں ہوا کرتی۔

بالغ لڑکی کا نکاح کی خبر سن کر خاموشی اختیار کرنا :

مسئلہ (13) ثمر عندھا

پھر جب بالغ لڑکی سن بلوغ کو پہنچ جائے اور اسے اپنے نکاح کا علم ہو جائے مگر وہ خاموش رہے تو صاحبین کے نزدیک یہ خاموشی اس کی رضامندی تصور ہوگی اور اگر اسے نکاح کا علم نہ ہو (اور وہ خاموش رہے) تو اس کا حق خیار اس وقت تک باقی رہے گا جب کہ اسے اپنے نکاح کا علم ہو جائے اور خاموشی اختیار کرے :

امام محمدؒ یہ شرط لگاتے ہیں کہ اسے نکاح کا علم ہونا ضروری ہے کیونکہ امور نکاح میں کسی قسم کا تصرف (یعنی حال رکھنا یا فسخ کرانا وغیرہ) اس وقت ممکن ہے جب کہ اسے نکاح کا علم ہو اور چونکہ یہ نکاح اکیلے ولی نے لیا ہے وہ اس سے لاعلمی کی بنا پر معذور ہوگی لیکن یہ شرط نہیں ہے کہ اسے خیار بلوغ کے اپنے شرعی اور قانونی حق کا بھی علم ہو کیونکہ قانون کی نظر میں (ایک آزاد عورت ہونے کی حیثیت سے) اسے اتنی فراغت حاصل تھی کہ وہ شرعی احکام سے آگہی حاصل کر سکتی تھی اور پھر اس کا شہر (دار السلام) میں ہونے کی وجہ سے دار العلم تھا۔ لہٰذا اسے اپنے حق کا علم نہ ہونے پر معذور نہیں مانا جائے گا۔ خلاف آزاد شدہ باندی کے کیونکہ اسے شرعی احکام کے جاننے کی فراغت حاصل نہیں ہوتی لہٰذا اسے حق خیار سے لاعلمی کی بنا پر معذور جانا جائے گا اور اس کیلئے حق خیار ثابت رہے گا۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

کنواری لڑکی کا خیار اور سکوت :

مسئلہ (14) ثم خیار البکر

پھر کنواری لڑکی کا خیار سکوت سے باطل ہو جاتا ہے لیکن لڑکے کا خیار اس وقت تک باطل نہیں ہوتا جب تک وہ اظہار رضامندی کیلئے یہ الفاظ خود نہ کہہ دے کہ میں (اس عقد پر) راضی ہوں یا اس سے کوئی ایسا فعل صادر ہو جسے سے دلالۃً یہ معلوم ہو جائے کہ وہ اس پر راضی ہے :

یہی حکم نابالغ ثیبہ (شوہر دیدہ) کا ہے جب کہ اس کے سن بلوغ کو پہنچنے سے قبل خاوند اس سے مباشرت کرلے (تو بھی اسے حق ہوگا کہ اپنی رضامندی) یا ناپسندیدگی کا لفظوں میں اظہار کرے) یہ حکم اس صورت کو ابتداء نکاح پر قیاس کی بنا پر ہے۔

اور کنواری لڑکی کا خیار بلوغ مجلس کے برخاست ہونے تک باقی نہ رہے گا۔ لیکن ثیبہ (شوہر دیدہ) اور لڑکے کا حق خیار مجلس سے اٹھ کھڑے ہونے کے باوجود بھی باطل نہیں ہوگا اس لئے کہ یہ خیار زوجیت کے ثابت ہونے کی وجہ سے نہیں بلکہ خرابی کے امکان کے پیش نظر رہے لہٰذا یہ خیار ان کی رضامندی سے ہی باطل ہوگا البتہ کنواری لڑکی کا خاموش رہنا ہی اس کی رضا کی علامت ہے بخلاف خیار آزادی کی صورت کے کیونکہ وہ خیار مولی کے ثابت کرنے کی وجہ سے حاصل ہوتا ہے اور وہ خیار آخر مجلس تک ممتد ہوگا جیسا کہ اس صورت ہوتا ہے جب کہ کسی عورت کو طلاق کا اختیار دیا جائے (کہ اس صورت میں عورت اگر مجلس میں اٹھ کھڑی ہو تو اسے اختیار نہیں رہے گا۔)

پھر خیار بلوغ سے جو جدائی واقع ہوتی ہے وہ طلاق شمار نہیں ہوگی کیونکہ یہ جدائی تو عورت کے اپنے اختیار سے واقع ہوئی ہے اور عورت کی طرف سے طلاق واقع نہیں ہو سکتی اس طرح خیار آزادی کی بنا پر حاصل ہونے والی جدائی بھی طلاق نہ ہوگی جیسا کہ ہم اوپر بیان کر چکے ہیں لیکن مخیرہ (جس عورت کو خود پر طلاق واقع کرنے کا اختیار دیا گیا ہو) کے مسئلے کی نوعیت مختلف ہوگی کیونکہ خاوند نے اختیار دے کر عورت کو طلاق کا مالک بنا دیا ہے اور شوہر واقعی طلاق کا مالک تھا۔

نابالغ میاں یا بیوی کی وفات :

مسئلہ (15) و ان مات احدھما

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

اور اگر میاں بیوی میں سے کوئی ایک بالغ ہونے سے پہلے وفات پا جائے تو دوسرا اس کا وارث ہوگا اسی طرح اگر بلوغ کے بعد لیکن جدائی سے پہلے کوئی ایک فوت ہو جائے تب بھی یہی حکم ہے کیونکہ اصل عقد تو صحیح تھا اور شوہر کا یہ حق کہ وہ بیوی سے متمتع ہو سکے اس کی موت سے منقطع ہو گیا:

لیکن اگر نکاح کسی فضولی (Third Person) نے کیا ہو اور میاں بیوی میں سے کوئی ایک اس کی اجازت سے پہلے ہی فوت ہو جائے تو دوسرا اس کا وارث نہیں ہوگا کیونکہ اس صورت میں ابھی تو نکاح ہی موقوف تھا لہٰذا وہ موت سے باطل ہو جائے گا دوسری صورت میں نکاح نافذ العمل ہو چکا ہے لہٰذا اس کا اعتبار ہوگا۔

جن رشتہ داروں کو حق ولایت حاصل نہیں ہے:

مسئلہ (16)

(القدوریؒ) فرماتے ہیں کہ غلام، بچے اور دیوانے شخص کو حق ولایت حاصل نہیں ہوتا کیونکہ انہیں تو خود اپنے اوپر حق ولایت حاصل نہیں ہوتا تو دوسروں پر بدرجہ اولیٰ (حق ولایت) حاصل نہ ہوگا نیز اس لئے بھی کہ ولایت کا مقصد تو یہ ہے کہ بہتری کو ملحوظ رکھا جائے اور ان لوگوں کو ولایت تفویض کرنے میں بہتری کا شائبہ تک نہیں۔

اور اسی طرح کسی کافر کو بھی مسلمان پر حق ولایت حاصل نہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے (ولن یجعل اللہ للکفرین علی المومنین سبیلا) (النساء..) یعنی اور اللہ تعالیٰ نے کفار کا اہل ایمان پر کوئی راستہ نہیں بنایا) اس لئے کافر کی گواہی مسلمان کے خلاف قبول نہیں کی جاتی اور نہ ہی کافر و مسلم ایک دوسرے کے وارث ہوتے ہیں جہاں تک کافر کا تعلق ہے تو اسے اپنے کافر بیٹے پر حق ولایت حاصل ہے کیونکہ اللہ جل شانہ فرماتا ہے (والذین کفروا بعضھم اولیاؤ بعض) (الانفال...) یعنی اور جو لوگ کافر ہیں وہ ایک دوسرے کے ولی ہیں) لہٰذا کافر پر کافر کی شہادت بھی قابل قبول ہوتی ہے اور ان کے درمیان میراث بھی جاری ہوتی ہے۔

جو حق ولایت کے حقدار ہیں:

مسئلہ (17) ولغیر العصبات

اور عصبات (باپ کی طرف سے رشتہ داروں) کے علاوہ دوسرے رشتہ داروں (مثلاً ماموں اور خالہ وغیرہ) کو بھی حق ولایت حاصل ہوتا ہے:

یہ امام ابو حنیفہؒ کا مسلک ہے لیکن ان کی مراد یہ ہے کہ یہ حق ان رشتہ داروں کو اس وقت حاصل ہوگا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

جب عصبات موجود نہ ہوں یہ حکم از روائے استحسان ہے۔

امام محمدؒ کہتے ہیں کہ عصبات کے علاوہ دوسرے رشتہ داروں کو حق ولایت حاصل نہیں اور قیاس بھی یہی ہے امام ابو حنیفہؒ سے بھی اس قسم کی ایک روایت منقول ہے، امام ابو یوسفؒ کا قول اس بارے میں مضطرب ہے زیادہ مشہور یہ ہے کہ ان کی رائے امام محمد کے ساتھ ہے (مگر جمہور کی روایت کے مطابق وہ امام ابو حنیفہؒ کے ساتھ ہیں) صاحبینؒ کی دلیل مذکورہ حدیث ہے (النکاح الی العصبات) ہے نیز یہ کہ ولایت کا اثبات اس لئے ہوتا ہے کہ قرابت کی غیر کفو سے حفاظت کی جاسکے اور یہ حفاظت عصبات ہی کر سکتے ہیں (لہٰذا اگر عصبات نہ ہوں تو سلطان یا قاضی کو حق ولایت ہوگا۔)

امام ابو حنیفہؒ فرماتے ہیں کہ ولایت کا مقصد بہتری کو ملحوظ خاطر رکھنا ہے اور یہ بہتری اس وقت تک ممکن ہے جب اسے ایسے رشتہ داروں کی تفویض کیا جائے جن کی قرابت شفقت کا باعث ہوتی ہے (لہٰذا ماں کی طرف سے رشتہ دار بھی اس کے ولی ہوں گے)

سابق آقا کا نکاح کرنا :

مسئلہ (18) ومن لا ولی لھا

القدوریؒ فرماتے ہیں کہ جس عورت کا کوئی ولی نہ ہو یعنی قرابت کے اعتبار سے کوئی عصبہ نہ ہو یعنی نکاح اس کے اس مولی نے کر دیا۔ جس نے اسے آزاد کیا تھا۔ تو نکاح جائز ہوگا

کیونکہ وہ رشتہ داروں کے سلسلے کی آخری کڑی ہے۔

حاکم وقت کی طرف سے نکاح کرنا :

مسئلہ (19) واذا عدم الاولیاء

اور جب مذکورہ بالا رشتہ داروں سے کوئی بھی موجود نہ ہو تو امام یا حاکم وقت اس کا ولی ہوگا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ (السلطان ولی من لا ولی له) (ابو داؤد) جس کا کوئی ولی نہیں اس کا ولی سلطان ہوتا ہے۔

قریبی رشتہ داروں کی صورت میں ولایت نکاح کا حق :

مسئلہ (20) واذا غاب

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

پھر اگر قریبی رشتہ دار (مثلاً باپ) منقطع غیر حاضری کی حالت میں ہو گا کہ (یعنی ایسی جگہ یا ایسے علاقہ میں ہو جہاں بآسانی اور جلد رابطہ ممکن نہ ہو بعض نے یہ تعریف کی ہے کہ ایسا شہر جہاں سال میں صرف ایک مرتبہ قافلے جاتے ہوں) تو دور والا رشتہ دار (مثلاً دادا) نکاح کرنے کا مجاز ہو گا :

امام زفرؒ فرماتے ہیں کہ وہ مجاز نہیں ہو گا کیونکہ قریبی ولی کی ولایت قائم ہے اس لئے کہ وہ اس کے اس استحقاق کی بناء پر ثابت کی گئی ہے وہ اپنی قرابت کی حفاظت کر سکے للذا اس کی غیر حاضری سے اس کا حق ولایت باطل نہ ہو گا۔ للذا وہ جہاں کہیں بھی ہو وہ اپنی لڑکی کا نکاح کر دے تو یہ نکاح صحیح ہو گا خلاصہ یہ ہے کہ قریبی رشتہ دار کے ہوتے ہوئے دور کے رشتہ دار کو ولایت کا حق حاصل نہیں۔

احناف کہتے ہیں کہ شریعت نے حق ولایت بہتری و شفقت کو ملحوظ رکھتے ہوئے دیا ہے اور یہ بہتری نہیں ہے کہ اختیارات اس شخص کو سونپ دیئے جائیں جس کی رائے موقع پر سود مند نہ ہو (اس لئے کہ وہ گھر سے دور ہے) للذا یہ اختیار دور کے ایسے رشتہ دار کے سپرد کر دیئے گئے جو بہر حال سلطان سے تو مقدم ہے جیساکہ اگر قریبی رشتہ دار کہیں اور اس کا نکاح کر دے تو اس میں حرج ہے اور اگر اسے تسلیم بھی کر لیا جائے تو بھی ہمارے نزدیک صورت یہی ہو گی کہ ولی اگرچہ قرابت کے لحاظ سے دور ہے مگر وہ آسانی سے نکاح کی تمام تدابیر کر سکتا ہے جبکہ قریبی ولی میں اس کی صورت برعکس ہے (کہ وہ دور ہونے کی بنا پر نکاح کی مناسب تدابیر سے قاصر ہے) للذا دونوں کا رتبہ ایک ہی ٹھہرتا ہے پھر اگر دونوں میں سے کوئی بھی نکاح کر دے تو نکاح نافذ ہو گا اور رد نہ کیا جائے گا۔

"غیبت منقطعہ" یہ ہے کہ ولی اقرب ایسے شہر میں قیام پذیر ہو جہاں سال میں صرف ایک بار قافلے پہنچتے ہوں یہ رائے القدوری کی مختار ہے مگر بعض فقہاء کا قول ہے کہ اس کی مقدار ادنیٰ مدت سفر بھی ہو سکتی ہے کیونکہ سفر کی کوئی انتہا نہیں ہوا کرتی یہ قول بعض متاخرین کا ہے (للذا جب قریبی ولی تین روز کی مسافت پر ہو تو دور والا ولی نکاح کرا سکتا ہے)

بعض فقہاء نے کہا کہ غیبت منقطعہ یہ ہے کہ قریبی ولی ایسی جگہ ہو کہ اس کی رائے معلوم ہونے تک کفو کے ہاتھ سے جاتے رہنے کا اندیشہ ہو اور یہی رائے فقہ اسلامی کی زیادہ قریب ہے۔ کیونکہ ایسی حالت میں قریبی ولی کی ولایت باقی رکھنے اور دور کے ولی کو حق ولایت نہ دینے میں بھلائی کا کوئی پہلو نظر نہیں آتا۔

دیوانی عورت کے نکاح کی ولایت :

مسئلہ (21) واذا جتمع

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

اور اگر دیوانی عورت کے نکاح کے وقت اس کا باپ اور (سابق شوہر سے) بیٹا موجود ہوں تو نکاح کی ولایت بیٹے کو حاصل ہوگی:

یہ امام ابو یوسفؒ اور امام ابو حنیفہؒ کا مسلک ہے۔ امام محمدؒ فرماتے ہیں کہ ولایت اس کے والد کو ہی حاصل ہوگی کیونکہ اس کی شفقت یقیناً بیٹے سے زیادہ ہوتی ہے۔

شیخین کی دلیل یہ ہے کہ عصبہ ہونے کے لحاظ سے بیٹا (باپ سے) مقدم ہوتا ہے اور ولایت کی اساس تو عصبات پر ہے یہی وجہ ہے کہ صرف شفقت کی زیادتی ہی معتبر نہیں ہوا کرتی چنانچہ لڑکی کا نانا دوسرے عصبات (چچا وغیرہ) سے زیادہ شفیق ہوتا ہے مگر دوسرے عصبات کی موجودگی میں اسے حق ولایت حاصل نہیں ہوتا۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

2- کفو کا بیان

نکاح میں کفو کی اہمیت :

مسئلہ (1) الکفاءۃ فی النکاح

(شریعت اسلامیہ میں) نکاح میں کفایت کو ملحوظ رکھا گیا ہے :

حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے (الا لا یزوج النساء الا الاولیاء ولا یزوجن الا من الا کفاء) (الدار قطنی؛ البیہقی) عورت کے نکاح ان کے جائز ولی اور سرپرست ہی کریں اور انکا نکاح صرف انہیں سے کیا جائے جو ان کے کفو ہیں) نیز اس لئے بھی کہ ازدواجی مصالح اور فوائد کی تکمیل عادہ اس صورت میں ہوتی ہے جب کہ فریقین کفو ہوں ایک شریف گھرانے کی لڑکی ہمیشہ کسی کم رتبہ شخص کے لئے فراش بننے سے انکار کر سکتی ہے لہذا عورت کیلئے معاشرتی طور پر نکاح میں کفو کا اعتبار ضروری ہے البتہ مرد کے نکاح میں کفو کا لحاظ نہ بھی ہو تو کوئی حرج نہیں کیونکہ خاوند عورت کو فراش بنانے والا ہے اور لہذا بیوی کا کم درجہ ہونا بھی اس کیلئے باعث کراہت نہیں ہوگا۔

اگر کوئی عورت غیر کفو مرد کے ساتھ نکاح کر لے تو اولیا کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ ان دونوں میں تفریق کرادیں یہ حکم اس لئے ہے تاکہ وہ اپنے خاندان کی عزت ناموس پر جو دھبہ لگ رہا ہے اس کا تدارک کر سکیں۔

کفایت میں نسب کا اعتبار :

مسئلہ (2) ثم الکفاءۃ

پھر کفاءت میں (سب سے پہلے) نسب کا اعتبار کیا جاتا ہے کیونکہ نسب ہی کے ذریعے انسان ایک دوسرے پر فخر کرتا ہے :

لہذا قریش باہم ایک دوسرے کے کفو اہل عرب ایک دوسرے کے کفو ہیں اس کی اساس حضور نبی اکرم ﷺ کا ارشاد ہے (: قریش بعضھم اکفاء بعض) (قبلہ قریش کے بعض لوگ بعض کے کفو ہیں) اسی طرح عرب قوم میں سے بعض بعض کے کفو ہیں۔ ایک قبیلہ اپنے ہمسر دوسرے قبیلے کا کفو ہوگا اور موالی (غیر عرب) بعض بعض کے کفو ہیں۔ اس کے علاوہ ایک شخص دوسرے شخص کا کفو ہوگا۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اور قریش میں ایک دوسرے سے فضیلت کا لحاظ نہ ہوگا۔ جیسا کہ اوپر فرمان نبوی کا ذکر ہوا امام محمدؒ فرماتے ہیں کہ قریش میں بھی تفاضل نسب اس وقت ملحوظ ہو سکتا ہے جب وہ نسب مشہور ہو جیسا کہ خاندان خلافت کے لوگوں کا ہے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ امام محمدؒ نے یہ رائے احترام خلافت کو ملحوظ رکھتے ہوئے دی تھی تاکہ ممکنہ فتنے کا سدباب ہو جائے۔

موباھلہ عام اہل عرب کے کفو شمار نہیں ہوتے کیونکہ ان کی خساست معروف ہے جہاں تک موالی (غیر عربوں) کا تعلق ہے تو ان میں سے اگر کسی شخص کا باپ دادا مسلمان ہوں تو وہ ان مسلمانوں کا کفو ہوگا جن کے ہاں کئی پشتوں سے اسلام ہے۔

اور جو شخص خود اسلام لایا ہو یا اس کا صرف باپ ہی مسلمان ہو تو وہ ایسے شخص کا کفو نہ ہوگا جس کے باپ داد مسلمان ہوں کیونکہ نسب باپ اور دادا دونوں ہی سے تکمیل پذیر ہوتا ہے البتہ امام یوسفؒ جیسا کہ ان کا اصول ہے۔ والد کے اسلام کو دو (دادا) کے مسلمان ہونے جیسا گمان کرتے ہیں اور جس شخص نے خود اسلام قبول کیا وہ ہرگز اس شخص کا کفو نہ ہوگا۔ جس کا باپ مسلمان ہو اس لئے کہ موالی (غیر عربوں) میں باعث تفاخر اسلام ہی ہے۔

کفائت میں آزادی کا اعتبار :

مسئلہ (3) والکفاءۃ

نسب کی طرح آزادی کو بھی کفاءہ میں ملحوظ رکھا جائے گا۔ اس لئے کہ غلامی کفر کے نشانات میں سے ہے اور اس میں ذلت کا مفہوم پایا جاتا ہے۔ لہٰذا اس کا بھی کفاءت میں اعتبار ہوگا۔

امام محمدؒ نے الجامع الصغیر میں کہا ہے کہ کفاءۃ میں دین دار کا اعتبار بھی کیا جائے گا (لہٰذا ایک فاسق مرد نیک عورت کا کفو شمار نہ ہوگا) امام ابو حنیفہؒ اور امام ابو یوسفؒ سے بھی یہی منقول ہے اور روایات صحیحہ میں اس کو معتبر مانا گیا ہے کیونکہ سیرو کردار بھی قابل فخر چیزوں میں سے ہے اور عورت کو جب اس کے خاوند کے فسق وفجور کی عار دلائی جاتی ہے تو وہ اس عار سے کہیں بڑھ کر ہے جو کہ ادنی نسب سے دلائی جاتی ہے۔

امام محمدؒ کا دوسرا قول یہ ہے کہ دینداری کا لحاظ ضروری نہیں ہے۔ کیونکہ اس کا تعلق امور آخرت سے ہے لہٰذا دنیوی احکام کا اس پر انحصار نہ ہوگا البتہ جب مرد کی حالت ایسی ہو کہ لوگ اسے (اس کے فسق وفجور کے باعث) تھپڑ مارتے ہوں۔ یا اس کا مذاق اڑاتے ہوں یا وہ نشہ سے مدہوش حالت میں بازار کی طرف نکل جاتا ہو اور بچے اس کا تماشا بنا لیتے ہوں تو وہ کفو نہ ہوگا۔ کیونکہ ایسی صورت میں اس کا شمار ذلیل اور رسوا ترین لوگوں میں ہوگا۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

کفائت میں مالی حیثیت کا اعتبار :

مسئلہ (4) وتعتبر فی المال

کفاءت میں مالی حیثیت کا اعتبار بھی کیا جائے گا :

جس سے مراد یہ ہے کہ مرد نان و نفقہ اور مہر کی ادائیگی کے قابل ہو ظاہر روایت میں اس کو معتبر مانا گیا ہے حتیٰ کہ اگر مرد مہر و نفقہ دونوں یا ان میں سے کسی ایک پر قدرت نہ رکھتا ہو تو وہ عورت کا کفو نہ ہو گا مہر وظیفہ زوجیت کا بدل ہے لہٰذا اس کی استطاعت ضروری ہے جبکہ نفقہ ہی سے ازدواجی زندگی کا قیام و دوام ہے مہر سے مراد اتنی مقدار ہے جسے لوگ عموماً فوری طور پر ادا کیا کرتے ہیں کیونکہ اس کے علاوہ جو کچھ ہوتا ہے وہ موجل (موخر) ہوا کرتا ہے۔

امام ابو یوسفؒ سے روایت ہے کہ مرد کو بیوی کے نفقہ پر قادر ہونا چاہئے مہر پر قدرت کا ہونا ضروری نہیں۔ کیونکہ ادائیگی مہر میں عموماً چشم پوشی کر لی جاتی ہے اور مرد کو ادائیگی مہر پر قادر ہی شمار کیا جاتا ہے جبکہ اس کا والد متمول ہو۔ پھر جہاں تک کفاءت میں تونگری کے لحاظ کا تعلق ہے تو وہ امام ابو حنیفہؒ اور امام محمدؒ کے نزدیک ہے۔ حتیٰ کہ ان کے نزدیک ایک متمول بیوی کا وہ شخص کفو نہیں ہو گا جو صرف مہر و نفقہ پر ہی قادر ہو کیونکہ لوگ تونگری کو بھی وجہ تفاخر اور افلاس اور تنگ دستی کو عار سمجھتے ہیں امام ابو یوسفؒ فرماتے ہیں کہ تونگری کا اعتبار نہ ہو گا اس لئے کہ بے ثباتی ثابت شدہ ہے اور وہ آتی جاتی چیز ہے۔

کفاءۃ میں پیشے کو بھی ملحوظ رکھا جائیگی یہ امام ابو یوسف اور امام محمدؒ کا قول ہے اور امام ابو حنیفہؒ سے اس مسئلے میں دو روایتیں ہیں اور نوادر میں امام ابو یوسف نے روایت ہے کہ اس کا اعتبار نہیں کیا جائے گا ماسوا اس کے کہ جولاہا یا چھڑا رنگنے والا ہو اور اس کا لحاظ اس لئے ہو گا کہ لوگ پیشہ کو بھی شرف و فخر کی چیز گردانتے ہیں اور پیشے کے حقیر ہونے کو عار خیال کرتے ہیں دوسرے قول کی وجہ یہ ہے کہ پیشہ کبھی بھی دائی نہیں ہوا کرتا کیونکہ ایک معمولی پیشے کو چھوڑ کر ایک اعلیٰ درجے کا پیشہ اختیار کیا جا سکتا ہے۔

عورت کا اپنا نکاح خود کرنا :

مسئلہ (5) وان تزوجت المرءة

اور اگر کوئی عورت اپنا نکاح خود کرے اور اپنے مہر مثل سے کچھ کم مہر قبول کرے تو امام ابو حنیفہؒ کے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

نزدیک اس کے ولی اور سرپرست کو جب تک کہ اس کا خاوند مہر مثل کے مطابق مہر پورا مہر ادا نہ کر دے یا اسے اپنے سے جدا نہ کر دے اعتراض کرنے کا حق حاصل ہوگا:

صاحبین کے نزدیک اولیاء کو اعتراض کا حق حاصل نہیں (صاحب ہدایہ فرماتے ہیں) کہ مسئلہ کی یہ صورت امام محمد کے اس قول کے مطابق کا صحیح ہے کہ جس کی طرف انہوں نے بعد میں رجوع کر لیا تھا کہ نکاح ولی کی اجازت کے بغیر درست ہے اور ان سے ہمیں روایت صحیح ہے اور مسئلہ اس (رجوع) پر شاہد ہے۔

صاحبینؒ کی دلیل یہ ہے کہ (مہر کی کم از کم تعداد) دس درھم سے جو بھی زائد ہو وہ عورت کا اپنا حق ہے اور جو شخص خود اپنا حق چھوڑ دے اس پر اعتراض نہیں ہو سکتا۔ جیسا کہ مہر مقرر کرنے کے بعد بھی کم کیا جا سکتا ہے۔ امام ابو حنیفہ کی دلیل یہ ہے کہ اولیاء کے لئے گرانی مہر ذریعہ افتخار ہوتا ہے اور مہر کی کمی باعث عار ہوا کرتی ہے لہٰذا یہ مسئلہ ہی کفاءت کے مشابہ ہوگا البتہ مہر مقرر کرنے کے بعد اگر کم کر دیا جائے تو اس کی صورت قطعاً الگ ہے کیونکہ اس سے عار محسوس کرنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

باپ کی طرف سے نابالغ لڑکی کا نکاح کرنا:

مسئلہ (6) واذ زوج الاب ابنته الصغيرة۔

اور اگر باپ اپنی نابالغ لڑکی کا نکاح کرے اور اس کا مہر مہر مثل سے کم مقرر کرے یا اپنے چھوٹے بیٹے کا نکاح کرے اور اس کی بیوی کا مہر مہر مثل سے زیادہ مقرر کرے تو باپ کا یہ تصرف دونوں کے حق میں درست ہوگا:

البتہ باپ اور دادا کے علاوہ کسی دوسرے ولی کیلئے اس قسم کی کمی بیشی جائز نہ ہوگی یہ امام ابو حنیفہؒ کی رائے ہے صاحبینؒ فرماتے ہیں کہ مہر مثل میں کمی بیشی جائز نہیں صرف اتنی مقدار تک کمی بیشی جائز ہے جتنا عموماً لوگ خسارہ برداشت کر لیتے ہیں (یعنی چند روپوں کی کمی بیشی درست ہے) اس کا مطلب یہ ہے کہ صاحبین کے نزدیک عقد ہی جائز نہ ہوگا کیونکہ ولایت کا حق بہتری کے ساتھ مشروط ہے لہٰذا شفقت اور بہتری کی عدم موجودگی میں عقد باطل ہوگا اس کی وجہ یہ بھی ہے کہ لڑکی کے مہر مثل میں کمی یا لڑکے کی زوجہ کے مہر سے زیادتی کرنا نظر شفقت نہیں ہوا کرتا جیسا کہ نابالغ کے مال کی فروخت کی صورت میں باپ ایسی کمی بیشی کا مجاز نہیں۔

امام ابو حنیفہؒ کی دلیل یہ ہے کہ نکاح کا مدار نظر شفقت پر ہے جو قریبی رشتہ داری سے حاصل ہوتی ہے اور نکاح کے اغراض و مقاصد محض حنر نہیں بلکہ اس سے کہیں بالاتر ہوا کرتے ہیں اور جہاں تک نابالغ کے مال میں تصرف کا تعین ہے تو ایسا تصرف صرف مال تک ہی محدود رہتا ہے۔ اس لئے باپ دادا کے علاوہ دوسرے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

سرپرست تصرف کے مجاز نہیں۔

کسی لڑکی کا غلام سے نکاح کرنا:

مسئلہ (7) ومن زوج...

اور اگر کسی شخص نے اپنی بیٹی کا نکاح جب کہ وہ نابالغہ تھی کسی غلام کے ساتھ کر دیا یا اپنے بیٹے کا نکاح جب کہ وہ نابالغ ہی تھا کسی باندی سے کر دیا تو یہ بھی امام ابو حنیفہ کے نزدیک جائز ہے:

کیونکہ کفاءۃ سے اعراض یقیناً کسی ایسی مصلحت کی بنا پر کیا گیا ہوگا جس اس سے بڑھ کر ہوگی صاحبین کے نزدیک کفو نہ ہونے میں صریح طور پر ضرر رسانی ہے لہٰذا ایسا نکاح جائز نہ ہوگا۔

خود آزمائی نمبر 1

1- ولایت سے کیا مراد ہے؟

2- عقوبات کو ذوالارحام پر کیوں مقدم رکھا جاتا ہے؟

3- ولی "مجبر" سے کیا مراد ہے اور کن کن لوگوں کو ولی مجبر کہا جاتا ہے؟

4- کفو سے کیا مراد ہے؟

5- کفو میں کن کن امور کو پیش نظر رکھا جاتا ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

3- نکاح میں وکالت

شریعت اسلامیہ میں انسان کی ان تمام ضرورتوں اور مجبوریوں کو مدنظر رکھا گیا ہے جو انسان کو عموماً پیش آسکتی ہیں...... اس لئے جس طرح نکاح کی اجازت اصالتاً (بنفس نفیس) دی گئی ہے اسی طرح وکالتاً (بذریعہ وکیل.... مختار) بھی اس کی اجازت ہے۔

"وکالت" سے مراد عرفی "وکالت" نہیں ہے۔ بلکہ اس سے مراد وہ شخص ہے جسے دولہا یا دلہن اپنے نکاح کرانے کی ذمہ داری سونپ دیں۔ اس لئے یہاں وکیل سے مراد "مختار خاص" ہے یعنی ایسا شخص جسے دولہا یا دلہن نے اپنے نکاح کا اختیار تفویض کیا ہو...... نکاح بذریعہ وکالت کی معروف مثال آنحضورﷺ کا نکاح حضرت ام حبیبہؓ سے ہے جس کیلئے آپ نے اپنی طرف سے عمیر بن امیہ کو وکیل نامزد فرمایا تھا..... پھر چونکہ عورت مجلس نکاح میں خود نہیں آسکتی اس لئے اس کی طرف سے عموماً کسی شخص کو اپنا وکیل نامزد کردیا جاتا ہے۔

اس حصہ کے مطالعہ سے آپ نکاح میں وکالت کے بارے میں ضروری احکام سے باخبر ہوسکیں گے۔

چچازاد سے نکاح :

مسئلہ... (1) ویجوز لابن العم

اور چچازاد بھائی کیلئے اگر وہ اپنی چچازاد بہن کا ولی ہو جائز ہے کہ وہ اپنی چچازاد بہن سے خود نکاح کرے :

امام زفرؒ فرماتے ہیں کہ یہ جائز نہیں ہے۔

کسی عورت کا کسی دوسرے کو وکالت کا اختیار دینا :

مسئلہ..... (2) واذا اذنت المرءة للرجل

اور اگر کسی عورت نے کسی مرد کو اجازت دی (مراد وکالت یا اختیار دینا ہے) کہ وہ اس سے نکاح کرلے اور پھر اس نے دو گواہوں کی موجودگی میں اس سے نکاح کرلیا تو جائز ہوگا :

امام زفرؒ اور امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ جائز نہ ہوگا.... ان دونوں کی دلیل یہ ہے کہ ایک ہی شخص ملکیت دینے والا (نکاح کرنے والا) اور ملکیت لینے والا (نکاح کرنے والا) نہیں ہوسکتا۔ جیسے کہ بیع میں یہی حکم ہے (اور وہاں یہ صورت جائز نہیں ہے) البتہ امام شافعی فرماتے ہیں کہ (سابقہ صورت میں) ولی کے مسئلہ میں اس کی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

ضرورت ہے۔ اس لئے کہ اس کے سوا اس کا کوئی اور ولی نہیں ہے لیکن وکیل کے بارے میں ایسی کوئی مجبوری نہیں ہے۔۔۔ احناف کہتے ہیں کہ نکاح میں وکیل محض ایک ایلچی ہوتا ہے اور دینا اور وصول کرنا۔۔۔۔ حقوق میں ہوتا ہے سفارت میں نہیں اور یہاں اس کی طرف کوئی حقوق نہیں لوٹتے خلاف بیع کے اس لئے کہ وہ وہاں خود عاقد (عقد کرنے والا) ہے چنانچہ بیع کے حقوق (ذمہ داریاں) ایسی کی طرف راجع ہوتے ہیں اور جب وہ دونوں طرف سے وکیل ہوگا تو اس کا قول "زوجیت" (میں نے نکاح کر دیا) دونوں حصوں (ایجاب و قبول) کو متضمن ہوگا اور اسے قبول کرنے کی حاجت نہ ہوگی۔

غلام اور باندی کا نکاح آقا کی اجازت کے بغیر :

مسئلہ (2) وتزويج العبد

اور غلام اور باندی کا ان کے آقا کی اجازت کے بغیر نکاح موقف ہوگا اگر تو آقا نے اجازت دے دی تو ٹھیک اور اگر اس نے اس نکاح کو روک دیا تو نکاح باطل ہو جائے گا۔ اسی طرح اگر کسی شخص نے کسی عورت سے اس کی مرضی کے بغیر نکاح کر لیا یا کسی عورت نے کسی مرد سے اس کی رضامندی کے بغیر نکاح کر لیا تو اس کا بھی یہی حکم ہے (کہ وہ ان کی رضامندی پر موقف ہوگا) :

یہ حکم احناف کے نزدیک ہے اس لئے کہ ہر وہ معاملہ جو کسی فضولی (Third Person) کی طرف سے منعقد ہو اور اس معاملے کی اجازت دینے والا کوئی شخص موجود ہو تو وہ اس کی رضامندی پر موقوف ہوگا امام شافعی فرماتے ہیں (اور یہی امام احمد بن حنبل کا بھی مسلک ہے) کہ فضولی (تیسرا شخص) کے تمام تصرفات باطل ہیں اس لئے کہ عقد اثبات حکم کیلئے ہوتا ہے اور فضولی کسی حکم کے اثبات پر قدرت نہیں رکھتا لہٰذا اس کا کیا ہوا معاملہ لغو ہوگا احناف کی دلیل یہ ہے کہ (عقد کا) رکن اہلیت رکھنے والے کی جانب سے صادر ہوا اور وہ اپنے موقع و محل کی طرف منسوب ہے اور اس کے انعقاد میں کسی کا نقصان نہیں ہے لہٰذا یہ عقد موقوفاً منعقد ہوگا چنانچہ اگر متعلقہ شخص اس میں کوئی حکمت و مصلحت دیکھے گا تو اسے نافذ کر دے گا اور بعض اوقات عقد کا حکم عقد سے متأخر ہوتا ہے۔

نکاح کا لوگوں میں اعلان اور عورت کی طرف سے قبول کرنے سے انکار :

مسئلہ (3) ومن قال اشهدوا

اور اگر کسی شخص نے کہا: لوگو! تم گواہ رہو میں نے فلاں عورت سے نکاح کر لیا ہے پھر جب یہ خبر متعلقہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

عورت تک پہنچی تو اس نے اس کی اجازت دے دی تو یہ عقد باطل ہوگا۔ اور اگر کسی دوسرے شخص نے کہا تم گواہ رہو کہ میں نے فلاں عورت کا اس سے نکاح کر دیا ہے پھر جب اس کی اطلاع متعلقہ عورت کو پہنچی تو اس نے اجازت دے دی تو جائز ہوگا:

یہی حکم اس وقت ہے جب عورت نے یہی بات کہی ہو یہ حکم طرفین اور ابو حنیفہؒ وامام محمدؒ کے نزدیک ہے امام ابو یوسف فرماتے ہیں کہ اگر عورت نے مرد کی غیر موجودگی میں اس سے نکاح کر لیا پھر جب مرد کو اطلاع ہوئی تو اس نے اس کی اجازت دیدی تو جائز ہوگا حاصل کلام یہ ہے کہ طرفین کے نزدیک ایک شخص دونوں طرف سے فضولی (Third Person) یا ایک طرف سے فضولی (Third Person) اور دوسری طرف اصل (صاحب معاملہ) نہیں ہو سکتا۔ امام ابو یوسفؒ کو اس سے اختلاف ہے۔

Third Perty کے درمیان عقد نکاح:

مسئلہ (4) ولو جرى العقد بين الفضو ليين ۔

اور اگر عقد (نکاح) دو فضولیوں (Third Persons) یا ایک فضولی اور ایک اصل (صاحب معاملہ) کے مابین طے پایا (پھر دوسری طرف سے یا دونوں طرف سے اجازت ہو گئی تو بالا جماع جائز ہوگا:

امام ابو یوسفؒ فرماتے ہیں کہ اگر تو وہ دونوں طرف سے مامور ہو تو درست ہوگا اور اگر فضولی ہو تو نکاح موقوف ہوگا اور یہ مال کے عوض خلع طلاق اور آزادی غلام کی طرح ہوگا۔ طرفین کی دلیل یہ ہے کہ ان عورتوں میں نصف معاملہ موجود ہے اس لئے کہ وہ دونوں کی موجودگی میں نصف معاملہ ہے تو اسی طرح ان کی غیر موجودگی میں بھی نصف معاملہ ہوگا اور نصف معاملہ مجلس عقد کے بعد موقوف نہیں رہتا جیسے کہ بیع میں یہی حکم ہے خلاف اس شخص کے جو دونوں طرف سے مامور ہے اس لئے کہ اس کا کلام دونوں طرف منتقل ہوتا ہے اور جو معاملہ دونوں فضومیوں میں جاری ہوا ہو وہ ایک مکمل عقد ہے اسی طرح مال کے بدلے خلع طلاق اور آزادی غلام بھی اس لئے کہ وہ اس مرد کی طرف سے صحیح تصرف ہے تاکہ وہ اس کو لازم ہو جائے لہٰذا وہ اس کے ساتھ مکمل ہوگا۔

ایک عورت سے نکاح کا اختیار دیا مگر دوسے نکاح کر دیا:

مسئلہ (5) ومن امرا جلا.....

اور جس شخص نے ایک شخص کو کسی ایک عورت سے اس کا نکاح کرنے کو کہا اس نے عقد میں دو عورتوں

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سے اس کا نکاح کر دیا ان میں سے کوئی نکاح بھی اس کیلئے لازم نہ ہوگا۔

اس لئے کہ مخالفت (خلاف ورزی) کی بنا پر دونوں کے نفاذ کی گنجائش ہے۔ اور نہ ان میں سے کسی ایک کے نفاذ کی۔ اس لئے کہ اس کی تعین میں جہالت ہے اور تعین کی بھی کوئی صورت نہیں اس لئے کہ ان میں سے مقدم عقد کا علم نہیں ہے لہٰذا دونوں میں تفریق متعین ہو جائے گی۔

عورت سے شادی کیلئے کہا لیکن باندی سے شادی کردی تو :

مسئلہ (6) ومن امرہ امیر......

اور اگر کسی شخص کو کسی "امیر" نے کہا کہ وہ اس کی کسی عورت سے شادی کر دے اس نے اس کی شادی کسی دوسرے شخص کی باندی سے کر دی تو جائز ہوگا۔

یہ امام ابو حنیفہ کا مسلک ہے جو اس کے الفاظ اور عدم تہمت کی طرف رجوع کرتے ہیں صاحبین فرماتے ہیں کہ جب تک وہ اس کے کفو میں نکاح نہیں کرتے اس سے کیا ہوا نکاح جائز نہ ہوگا اس لئے کہ مطلق کو متعارف صورت پر محمول کیا جائے گا جو کفو میں نکاح ہے مگر ہم کہتے ہیں کہ کفو تو مشترک ہے یا پھر وہ عرف عملی ہے لہٰذا وہ اس کے مطلق الفاظ کیلئے مقید نہیں ہو سکتا امام محمدؒ نے کتاب الوکالت میں لکھا ہے کہ صاحبینؒ کے نزدیک کفو کا اعتبار کرنا استحسان ہے اس لئے ہر شخص مطلق نکاح کرنے سے عاجز نہیں ہوتا لہٰذا یہ دوسرے سے کفو میں مدد مانگنا ہوگا......

خود آزمائی نمبر 2

1- نکاح میں وکالت سے کیا مراد ہے۔ وضاحت کیجئے۔

2- کیا آدمی یا وکیل خود اپنے آپ سے اپنی موکلہ کا نکاح کر سکتا ہے۔ اختلافی مسالک کے ساتھ وضاحت کیجئے۔

3- فضولی کا کیا ہوا نکاح کن شرائط کے ساتھ درست ہو سکتا ہے۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

یونٹ نمبر 1

احکام مہر

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

یونٹ کا تعارف

مہر عربی زبان کا لفظ ہے جس کے لغوی معنی عطیہ اور عوض کے ہیں اصطلاحی طور پر اس سے مراد وہ "رقم" (وغیرہ) ہے جو شریعت اسلامیہ کی رو سے مرد اپنے بیوی کو نکاح کے وقت ادا کرتا ہے جسے فارسی میں "کابین زن" کہا جاتا ہے عربی زبان میں اس کیلئے دوسرے کئی مترادف الفاظ بھی ہیں جن میں النحلۃ، الصداق، العقر، الاجرۃ، الصدقۃ، اور الحباء وغیرہ کے الفاظ شامل ہیں (البحر الرائق، ۳ : ۱۵۲) جن سے پتہ چلتا ہے کہ مہر میں اظہار محبت و اظہار خوشی کے ساتھ ساتھ عورت سے لی جانے والی مشقت کے معاوضے کا مفہوم بھی شامل ہے۔

مہر انعقاد نکاح کی لازمی شرط ہے اس کے بغیر نکاح درست نہیں ہوتا اور اگر کسی نکاح کے وقت اس کی تعین نہ کی گئی ہو اور نکاح کے بعد اس کی تعین کر لی جائے تو نکاح صحیح ہو جاتا ہے.... اس سے نکاح میں مہر کی اہمیت کا اندازہ ہوتا ہے۔

مہر کی کم از کم مقدار دس درھم (دو تولے ساڑھے سات ماشے چاندی یا اس کے مروجہ قیمت) ہے اور "سیدۃ النساء حضرت فاطمہ الزھراء کا مہر، جو پانچ سو درھم ۱۳۱۔ تولہ ۳ ماشہ چاندی یا اس کی رائج الوقت قیمت) تھا۔ امت میں اوسط درجے کے مہر کے طور پر ہر دور میں پسندیدہ رہا ہے۔

مہر مثل.... جس کا بار بار ذکر آئے گا مختلف خاندانوں اور گھرانوں میں رائج الوقت مہر کا نام ہے اس کے دوسرے احکام آئندہ آرہے ہیں۔

یونٹ کا مقصد

اس یونٹ کے مطالعہ سے آپ اس قابل ہو جائیں گے کہ مہر کی حقیقت اور اس کی اہمیت اور متعلقہ مسائل جان سکیں۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

فہرست مضامین

تعارف یونٹ

یونٹ کا مقصد

1- مسلمانوں کے مہر کے مسائل	54
مہر کے بغیر نکاح کا ہونا	54
کم از کم مہر	54
کم از مہر سے کم مہر کی صورت میں نکاح	55
مباشرت سے پہلے طلاق کی صورت میں عورت کا مہر	55
پورا مہر کب واجب ہوگا	55
نصف مہر کی ادائیگی	56
مہر مثل کی ادائیگی	56
متعہ کی ادائیگی	57
نکاح کے وقت مہر مقرر نہ کرنا	57
عقد کے وقت کے مہر میں بعد میں اضافہ	58
خلوت صحیحہ کے بعد طلاق کی صورت میں مہر	58
محبوب کی طلاق اور مہر	59
عورت پر عدت کا وجوب	60
متعہ کن عورتوں کیلئے مستحب ہے	60
کسی دوسرے کے نکاح کو معاوضہ ٹھہرانا	61
ایک سال کی خدمت بطور مہر کرنا	61
مہر کی وصولی کے بعد شوہر کو ہبہ کر دینا	63
زوجین پر کوئی چیز واجب نہ ہونے کی صورت	63

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

اگر بیوی نصف مہر سے کچھ کم رقم شوہر کو ھبہ کر دے تو	
سامان کا شوہر کو ھبہ کرنا	64
جانور یا سامان کا بطور مہر ٹھہرانا	64
عورت کو شہر کے باہر بطور مہر لے جانا	65
اس شہر میں قیام کی شرط پر نکاح	65
غلاموں کا بطور مہر ہونا	66
غیر موصوف جانور کا مہر ہونا	66
غیر موصوف کپڑے کا مہر ہونا	67
شراب اور خنزیر کا مہر ہونا	68
مہر مثل کے لزوم کی صورت	69
غلاموں کے عوض عقد	69
نکاح فاسد کے بعد علیحدگی کی صورت میں عورت کا مہر	70
مہر مثل کا قیاس	70
مہر کی ضمانت	71
مہر کی ادائیگی کے بغیر مرد کو عورت پر کوئی حق حاصل نہیں	72
مہر کی ادائیگی کے بعد مرد کے عورت پر حقوق	73
مہر کی مقدار کے تعین میں اختلاف کی صورت	74
اصل حق مہر میں اختلاف کی صورت میں کیا واجب ہوگا۔	74
مہر کے بارے میں معتبر قول ا ll	76
-2 غیر مسلموں کے مہروں وغیرہ کا بیان	77
غیر مسلموں کے مہر میں مردار کا مہر ہونا	79
شراب یا خنزیر کا بطور مہر ہونا	79
خود آزمائی	80
	81

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

1- مسلمانوں کے مہر کے مسائل

مہر کے بغیر نکاح کا ہونا :

مسئلہ.....(1) قال ویصح النکاح

القدروئ فرماتے ہیں کہ نکاح میں اگر چہ مہر کی تعین نہ بھی کی جائے تو بھی ہو جائے گا :

کیونکہ نکاح کے لغوی معنی ملنے اور جوڑنے کے ہیں للذاوہ زوجین (کے ایجاب و قبول) سے مکمل ہو جائے گا۔

پھر شریعت اسلامیہ میں نکاح مین مہر کو واجب قرار دیا گیا ہے۔ اس لئے کہ (باری تعالیٰ کا ارشاد ہے (واحل لکم ماوراء ذالکم ان تبتغوا باموالکم) (تمہارے لئے جائزہ ہے کہ تم مذکورہ محرمات کے علاوہ دوسری عورتوں سے اپنے مالوں کے عوض نکاح کرواراس لئے کہ) یہ حکم عورت کی عزت واحترام کے اظہار کیلئے ہے للذااگر اس کا تذکرہ نہ بھی کیا جائے تو بھی نکاح صحیح ہو گا یہی حکم اس وقت ہے جب نکاح میں یہ شرط رکھی جائے کہ خاوند عورت کو مہر ادانہ کرے گا اس کی وجہ اوپر بیان ہو چکی ہے امام مالک کو اس میں اختلاف ہے (ان کے نزدیک مہر کا ذکر کئے بغیر نکاح صحیح نہیں ہوتا)۔

کم از کم مہر :

مسئلہ (2) واقل المھر

اور مہر کی کم از کم مقدار دس درھم ہے

امام شافعی فرماتے ہیں کہ جو رقم سودے میں قیمت بن سکتی ہے وہ مہر بھی بن سکتی ہے او چونکہ مہر عورت کا حق ہے للذا اس کی مقدار معین کرنا بھی اس کا حق ہے (امام احمد بن حنبل کا بھی یہی مسلک ہے امام مالک کے نزدیک کم سے کم مہر تین درہم ہے)

ہماری دلیل حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے : (ولا مھر اقل من عشرۃ) (الدار قطنی) (عورت کیلئے کم از کم مہر دس درہم ہے) نیز اس لئے بھی کہ شریعت نے اسے عورت کے شرف واحترام کے اظہار کیلئے واجب کیا ہے للذا اس کی کم از کم مقدار اتنی ہونی چاہئے جو موزوں اور مناسب ہو جو کہ دس درھم ہے جس کو نصاب سرقہ پر قیاس کیا گیا ہے (دس درھم چوری کا نصاب ہے اس سے سزا کے طور پر اس کا ہاتھ کاٹ دیا جاتا ہے)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

کم از کم مہر سے کم مہر کی صورت میں نکاح :

مسئلہ...(3) لو سمی اقل

اور اگر دس درہم سے کم مہر مقرر کیا گیا تو احناف کے نزدیک عورت کو دس درھم ہی ملیں گے :

البتہ امام زفرؒ فرماتے ہیں کہ اس صورت میں عورت کو مہر مثل ملے گا کیونکہ ایسی رقم کو بطور مہر مقرر کرنا جو مہر ہونے کی اہلیت نہیں رکھتی اس کے مقرر نہ کرنے کی طرح ہے اور مہر مقرر نہ کرنے کی صورت میں مہر مثل واجب ہوتا ہے۔

احناف کی دلیل یہ ہے کہ اس مقدار کا لعدم ہونا شریعت کے مقرر کردہ حقوق کو تلف کرنے کی بنا پر ہے جس کی شریعت نے دس درھم مقدار مقرر کردی ہے اب رہا عورت کا حق تو وہ تو پہلے ہی اس سے کم مہر پر اپنی رضامندی ظاہر کر چکی ہے لہٰذا وہ تو راضی ہی شمار ہوگی دس درھم سے کم مہر کو "عدم تعین" پر قیاس کرنا درست نہیں کیونکہ بعض اوقات عورت اپنے آپ کو کسی معاوضے (مہر) کے بغیر بھی محض شوہر کے احترام کیلئے اس سے نکاح پر آمادہ ہو جاتی ہے لیکن معمولی مہر قبول کرنے پر راضی نہیں ہوتی۔

مباشرت سے پہلے طلاق کی صورت میں عورت کا مہر :

مسئلہ (4) ولو طلقها

مذکورہ صورت میں اگر شوہر بیوی کو مباشرت سے پہلے طلاق دیدے تو احناف کے علمائے ثلاثہ کے نزدیک اس پر پانچ درھم کی ادائیگی واجب ہوگی امام زفر فرماتے ہیں کہ شوہر پر واجب ہے کہ وہ اسے فائدہ (متعہ) دے کر رخصت کرے جیسا کہ وہ اس صورت میں دیتا جب کہ مہر کا تعین ہی نہ ہوتا۔

پورا مہر کب واجب ہوگا :

مسئلہ (5) ومن سمی

اور اگر کسی شخص نے دس یا اس سے زائد درھم مہر مقرر کیا پھر خواہ وہ مباشرت کے بعد بیوی کو طلاق دے یا (اس سے پہلے) فوت ہو جائے اس پر پورا مہر واجب ہوگا کیونکہ مباشرت کی صورت میں عورت نے اپنے آپ کو شوہر کے حوالے کر دیا ہے لہٰذا اس کا معاوضہ (مہر) واجب ہوگا اور موت کی وجہ سے نکاح اپنے انجام کو پہنچ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

گیا ہے اور جب کوئی چیز اپنے انجام کو پہنچ جائے تو وہ اور مستحکم ہو جاتی ہے۔ للذا نکاح کے تمام واجبات اور احکام بھی واجب ہو جائیں گے۔

نصف مہر کی ادائیگی :

مسئلہ (6) وان طلقها قبل الدخول

• اور اگر (مذکورہ بالا صورت میں) کسی شخص نے مباشرت اور خلوت سے پہلے ہی بیوی کو طلاق دیدی تو اسے مقررہ مہر کا نصف ملے گا ارشاد باری ہے (**وان طلقتموھن من قبل ان تمسوا ھن وقد فرضتم لھن فریضۃ فنصف ما فرضتم**) (البقرہ) اگر تم نے عورت کو چھونے سے پہلے طلاق دے دی اور تم اس کا مہر مقرر کر چکے ہو تو انہیں نصف مہر ادا کرو) جبکہ اس صورت میں قیاس باہم متضاد ہیں چنانچہ اس میں ایک قیاس تو یہ ہے کہ شوہر نے خود اپنی مرضی سے خود کو اپنی ملکیت کے فائدے سے محروم کیا ہے للذا اس پر پورا مہر لازم ہونا چاہئے قیاس کا دوسرا پہلو یہ ہے وہ چیز جس پر عقد طے ہوا تھا وہ سالم طور پر لوٹا دی گئی ہے (جس کا تقاضہ یہ ہے کہ مہر بالکل نہ دیا جائے) للذا نص شرعی کی طرف رجوع کیا جائے گا تاہم شرط یہ ہے کہ طلاق خلوت سے پہلے واقع ہو اس لئے کہ خلوت صحیحہ احناف کے نزدیک مباشرت ہی کے مترادف ہے جیسا کہ ان شاء اللہ ہم آئندہ بیان کریں گے۔

مہر مثل کی ادائیگی :

مسئلہ (7) وان تزوجھا

اور اگر کسی شخص نے کسی عورت سے نکاح تو کیا لیکن مہر مقرر نہ کیا یا نکاح ہی اس شرط پر کیا کہ اسے مہر نہ ملے گا تو دونوں صورتوں میں عورت مہر مثل کی مستحق ہوگی :

خواہ خاوند نے مباشرت کی ہو یا وہ اس سے پہلے فوت ہو گیا ہو امام شافعی فرماتے ہیں کہ خاوند کے وفات پانے پر اس پر کچھ واجب نہ ہوگا اور اگرچہ فقہاء کی رائے بھی یہی ہے کہ مہر اسی صورت میں واجب ہوگا جب مرد مباشرت کرے ان کی دلیل یہ ہے کہ مہر خاص عورت کا حق شرعی ہے للذا جس طرح اسے یہ حق حاصل ہے کہ وہ بعد میں اسے معاف کر دے اسی طرح اسے یہ بھی حق حاصل ہے کہ ابتداء میں معاف کر دے۔

احناف کی دلیل یہ ہے کہ مہر حق کے طور پر واجب ہوا ہے جیسا کہ پیچھے گزر چکا ہے اور عورت کا حق اسی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

صورت میں بنتا ہے جب مہر باقی رہے (جب مہر ایک بار مقرر کر دیا گیا) للذا وہ معاف کرنے کا حق رکھتی ہے شروع میں بالکل نفی نہیں کر سکتی۔

متعہ کی ادائیگی :

مسئلہ (8) ولو طلقها قبل الدخول

اور اگر (مہر مقرر نہ ہونے کی صورت میں) شوہر مباشرت سے پہلے ہی عورت کو طلاق دے کے تو عورت کو (متعہ) فائدہ ملے گا جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے (ومتعوهن على الموسع قدره وعلى المقتدر قدره متاعا بالمعروف حقا على المحسنين) (البقرہ.... یعنی اور ان عورتوں کو کچھ فائدہ دے کر رخصت کرو، صاحب کشائش اپنی وسعت کے مطابق دے اور غریب اپنی ہمت کے مطابق اور سلوک جو کچھ بھی ہو دستور کے مطابق ہو جن کا شیوہ احسان کرنے کا ہے وہ ان پر ایسی عورتوں کا حق ہوتا ہے) اس میں امر (متعہ) کے صیغہ کے پیش نظر یہ سلوک کرنا واجب ہے امام مالک کا اس میں اختلاف ہے (ان کے نزدیک متعہ (فائدہ) دینا مستحب ہے)

متعہ سے مراد تین کپڑے ہیں جس طرح کہ عورت عموماً پہنتی ہے جو قمیض دوپٹہ اور چادر ہیں فائدے (متعہ) کی تین کپڑوں سے تعیین حضرت عائشہؓ اور ابن عباسؓ سے منقول روایات پر مبنی ہے القدوری کا قول ہے کہ جس طرح کا لباس عموماً عورت پہنتی ہے سے معلوم ہوتا ہے کہ متعہ دینے میں عورت کی سماجی حیثیت ملحوظ رکھی جائے گی امام الکرخی کا بھی یہی قول ہے اس لئے کہ واجب متعہ مثل مہر کا قائم مقام ہے لیکن صحیح قول یہ ہے کہ اس بارے میں مرد کی حیثیت کا لحاظ ہوگا کیونکہ نص صریح پر عمل اسی طرح ممکن ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے (على الموسع قدره وعلى المقتدر قدره) (مالدار پر اس کی حیثیت کے مطابق اور تنگ دست پر اس کی حیثیت کے مطابق) پھر یہ بھی پیش نظر کہ یہ متعہ مہر مثل کے نصف سے زائد ہو اور نہ پانچ درھم سے کم ہو المبسوط میں ان کی تفصیل مذکور ہے۔

نکاح کے وقت مہر مقرر نہ کرنا اور بعد میں مقرر کر لینا :

مسئلہ (9) وان تفروجها

اور اگر مرد نے کسی عورت سے نکاح کیا اور اس کا مہر مقرر نہ کیا بعد میں دونوں نے باہمی رضامندی سے کوئی رقم مقرر کر لی تو عورت کو یہی رقم ملے گی خواہ مرد نے مباشرت کی ہو یا وہ اس سے پہلے مر جائے اور اگر اس

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ“

www.KitaboSunnat.com

نے مباشرت سے پہلے اسے طلاق دے دی تو عورت صرف متعہ کی حقدار ہو گی :

امام ابو یوسفؒ کے پہلے قول کے مطابق عورت کو اس کے مقررہ مہر کا نصف ملے گا اور یہی امام شافعیؒ کی بھی رائے ہے کیونکہ مہر مقرر ہو چکا ہے لہٰذا نص شرعی کے مطابق اس کا نصف دیا جائے گا۔

احناف کی دلیل یہ ہے کہ مہر کا اس طریقے پر از سر نو تعین کرنا گو عقد سے واجب ہونے والے مہر مثل کا تعین کرنا ہے اور قائم مقام مہر یعنی نئے مقرر کئے ہوئے مہر کا بھی نصف نہیں ہو گا اور ارشاد باری (فنصف ما فرضتم) سے عقد میں مقررہ مہر ہی مراد ہے اس لئے مطلق سے ہمیشہ معروف و مانوس معنی ہی مراد لئے جاتے ہیں۔

عقد کے وقت کے مہر میں بعد میں اضافہ :

مسئلہ (10) وان زاد

القدوری فرماتے ہیں کہ اگر مرد عقد کے بعد مقررہ مہر میں کچھ اضافہ کر دے تو اسی زائد رقم کی ادائیگی بھی اس پر واجب ہو گی :

امام زفرؒ کے نزدیک اضافہ لازم نہیں ہے اس مسئلہ کو ہم ان شاء اللہ اشیائے فروخت اور ان کی قیمتوں میں زیادتی کے باب میں بیان کریں گے۔

پھر جب یہ اضافہ ثابت ہو گیا تو مباشرت سے پہلے کی طلاق سے اضافہ ساقط ہو جائے گا مگر امام ابو یوسفؒ کے پہلے قول کے مطابق اصل مہر کی طرح اضافے کی تنصیف بھی ہو گی کیونکہ طرفین (امام ابو حنیفہؒ و امام محمدؒ) کے نزدیک حکم قرآنی کے مطابق طے شدہ مہر کا نصف کیا جاتا ہے لیکن امام ابو یوسف کے نزدیک بعد میں مقرر کیا گیا مہر بھی عقد کے موقع پر مقرر کئے ہوئے مہر ہی کے مترادف ہے جیسا کہ اوپر بیان ہوا۔ اس طرح اگر عورت اپنے مہر میں کچھ کمی کر دے تو یہ کمی بھی صحیح ہو گی کیونکہ مہر عورت کا حق شرعی ہے تاہم اسے یہ حق اسی صورت میں حاصل ہو گا جب یہ نکاح باقی ہو۔

خلوت صحیحہ کے بعد طلاق کی صورت میں مہر :

مسئلہ (11) وان خلا الرجل

اگر شوہر اپنی بیوی کے ساتھ تنہائی گزارے اور وہاں مباشرت سے کوئی (حسی، طبعی یا شرعی) رکاوٹ بھی موجود نہ ہو پھر اس خلوت کے بعد اپنی بیوی کو طلاق دیدے تو اسے پورا مہر ملے گا امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

عورت کو نصف مہر ملے گا اس لئے کہ عورت کے مہر کی تکمیل صرف مباشرت سے ہی ہو سکتی ہے لہٰذا اس کے بغیر پورا مہر لازم نہ ہو گا۔

احناف کی دلیل یہ ہے کہ عورت نے اپنے آپ کو ایسی حالت میں خاوند کو پیش کر دیا ہے جہاں کوئی رکاوٹ نہ تھی اور اس کی استطاعت یہیں تک تھی لہٰذا اس کا حق معاوضہ ثابت ہو گیا جیسا کہ بیع میں یہی حکم ہے (کہ جب بائع خریدار کو مبیع دیدے تو اب خریدار پر پوری قیمت کی ادائیگی واجب ہو گی۔)

اگر زوجین میں سے کوئی ایک بیمار ہو یا فرضی روزہ سے ہو یا احرام کی حالت میں ہو خواہ احرام فرضی حج کا ہو یا نفلی حج کا یا عمرے کا یا عورت حیض و نفاس کی حالت میں ہو تو خلوت صحیح شمار نہ ہو گی حتی کہ اگر خاوند نے ایسی خلوت کے بعد عورت کو طلاق دے دی تو عورت کو نصف مہر ملے گا کیونکہ یہ تمام امور مباشرت سے مانع ہیں

مرض سے یہاں مراد ایسی بیماری ہے جو مباشرت سے مانع ہو یا اس سے ضرر لاحق ہوتا ہو اور بعض نے کہا کہ مرد کا کوئی بھی مرض مستحق اور کمزوری سے خالی نہیں ہوتا (لہٰذا مرض مطلقاً مانع ہے) لہٰذا اس کا اعتبار کیا جائے گا اور عورت کی بیماریاں بھی اسی طرح ملحوظ ہوں گی۔

جہاں تک فرضی روزے کا تعلق ہے تو اس سے مراد رمضان المبارک کا روزہ ہے کیونکہ اس کے توڑنے سے قضاء اور کفارہ دونوں لازم آتے ہیں اسی طرح احرام کی حالت میں مباشرت کرنے سے ایک جانور کی قربانی دینا واجب ہے نیز عبادت الٰہی میں فساد واقع ہوتا ہے اور قضاء لازم ہو گی، حیض میں طبعی اور شرعی دونوں رکاوٹیں موجود ہیں۔

اگر ان دونوں میں سے کوئی ایک نفلی روزے سے ہو تو عورت کو پورا مہر ملے گا۔ کیونکہ المنتقی للحاکم کی روایت کے مطابق بغیر عذر کے بھی نفلی روزے کو کھولنا مباح ہے اور مہر کے مسئلہ میں بھی یہی قول درست اور معتبر ہے اور ایک روایت کی رو سے قضاء اور نذر کے روزے بھی نفلی روزوں ہی کی طرح ہیں اس لئے کہ روزہ کھولنے سے کفارہ لازم نہیں آتا نماز بھی روزے ہی کی طرح ہے۔ لہٰذا اس میں فرض، فرض روزے جیسی اور نفل، نفلی روزوں کی طرح ہے۔

مجبوب کی طلاق اور مہر:

مسئلہ (12) واذا طلق المجبوب

اور اگر کوئی مجبوب (جس کا آلہ تناسل کٹا ہوا ہو) اپنی عورت کے ساتھ خلوت گزارے پھر اسے طلاق

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

ت لو پورا مہر ملے گا یہ حکم امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک ہے صاحبین کے نزدیک عورت کو نصف مہر ملے گا
اس ... نہ مجبوب تو مریض سے بھی زیادہ عاجز ہے خلاف نامرد کے اس لئے کہ حکم کا مدار سلامتی عضو پر ہے امام ابو حنیفہ کی دلیل ہے کہ عورت کی ذمہ داری صرف اتنی تھی کہ وہ اپنے آپ کو اسے سونپ دے سو وہ یہ کر چکی ہے (لہٰذا وہ پورے حق مہر کی حق دار ہو گی)

عورت پر عدت کا وجوب :

مسئلہ (13)

امام محمدؒ جامع الصغیر میں فرماتے ہیں کہ مندرجہ بالا تمام صورتوں میں احتیاط اور استحسان کی بنا پر عورت پر عدت واجب ہو گی (اگرچہ قیاس کی رو سے اس پر عدت واجب نہیں ہوتی) اس لئے کہ حمل کا احتمال ہے اور عدت شریعت اور اولاد کا حق ہے کسی دوسرے کے حق کو باطل کرنے میں اس کی بات کا اعتبار نہ ہو گا خلاف مہر کے (کیونکہ وہ خلوت فاسدہ سے واجب نہیں ہوتا) اور پھر وہ مال ہے لہٰذا اس کے واجب کرنے میں اس قدر احتیاط کی ضرورت نہیں ہوتی۔ امام القدوری نے اپنی مختصر الکرخی کی شرح میں لکھا ہے کہ اگر مانع شرعی ہو (جیسے صوم رمضان اور حیض وغیرہ) تو عدت واجب ہو گی کیونکہ حقیقی طور پر وہ مباشرت پر قادر تھا اگر مانع طبعی یا حقیقی ہو مثلاً مرض یا صغر سنی، تو عدت واجب نہ ہو گی۔ اس لئے کہ اس صورت میں اسے مباشرت پر حقیقی قدرت حاصل نہ تھی۔

متعہ کن عورتوں کیلئے مستحب ہے :

مسئلہ (14) وتستحب المتعة

امام القدوری فرماتے ہیں کہ سوائے ایک عورت کے تمام مطلقہ عورت کیلئے متعہ (فائدہ) مستحب ہے، جس صورت میں مستحب نہیں وہ ایسی مطلقہ ہے جسے مرد نے مباشرت سے پہلے طلاق دیدی اور اس کا مہر مقرر کیا گیا تھا:

امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ سوائے اس صورت کے ہر مطلقہ عورت کیلئے متعہ واجب ہے اس لئے کہ اسے خاوند کی طرف سے عطیے کے طور پر واجب کیا گیا ہے کیونکہ اس نے عورت کو جدائی سے متوحش کیا ہے تاہم اس صورت میں اس کو نصف مہر حسن سلوک کے طور پر ملتا ہے کیونکہ طلاق نے نکاح کو فسخ کر دیا ہے (اور نصف مہر بھی متعہ ہی ہے) جو ایک سے زیادہ مرتبہ نہیں دیا جاتا۔

احناف کی دلیل یہ ہے کہ متعہ مہر مثل کا قائم مقام ہے جو ایسی عورت کیلئے ہے جس نے بلا مہر اپنے آپ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

کو خاوند کے سپرد کر دیا ہو مباشرت سے قبل طلاق سے چونکہ مہر مثل ساقط ہو گیا ہے لہٰذا متعہ واجب ہو گا اور عقد سے بھی معاوضہ ثابت ہوتا ہے لہٰذا وہ مہر مثل کے قائم مقام ہو گا اور اصول یہ ہے کہ اصل کے ساتھ قائم مقام جمع ہو سکتا ہے اور نہ اس کے کچھ حصے کے ساتھ لہٰذا مہر واجب ہونے کے ساتھ متعہ بالکل واجب نہ ہو گا اور عورت کو فرقت سے متوحش کرنے میں مرد کوئی قصوروار نہیں۔ (کیونکہ شریعت نے) اس پر تاوان نہیں ڈالا لہٰذا متعہ محض از قسم تبرع (احسان) ہو گا۔

سی دوسرے کے نکاح کو معاوضہ ٹھہرانا:

مسئلہ (15) واذ زوج الرجل

اگر کوئی شخص اپنی بیٹی (یا بہن) کا نکاح کسی شخص کے ساتھ اس شرط پر کرے کہ وہ اپنی بیٹی کا نکاح اس سے کر دے تاکہ ایک عقد دوسرے کا معاوضہ ٹھہرے (اور مہر مقرر نہ کیا جائے) تو دونوں عقد جائز ہوں گے۔ لیکن ان پر دونوں صورتوں میں مہر مثل ادا کرنا ضروری ہو گا:

امام شافعی فرماتے ہیں کہ دونوں عقد باطل ہوں گے کیونکہ اس شخص نے نصف عورت کو مہر ٹھہرایا اور نصف کو محل نکاح قرار دیا حالانکہ ان دونوں میں کوئی قدر مشترک نہیں لہٰذا ایجاب و قبول (جو رکن نکاح ہے) باطل قرار پائے گا۔

احناف کہتے ہیں کہ اس شخص نے مہر اس شے کو قرار دیا ہے جو شے مہر بننے کی صلاحیت نہیں رکھتی لہٰذا عقد تو صحیح ہو گا اور مہر مثل واجب ہو گا جیسا کہ اگر کوئی شخص شراب و خنزیر کو مہر مقرر کرے تو (تب یہی حکم ہے) اور جب تک کوئی حق حاصل نہ ہو شرکت کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا (یعنی عورت کے نصف حصے کی دوسری عورت کیسے مالکہ مانی جا سکتی ہے۔

ایک سال کی خدمت کرنا بطور مہر:

مسئلہ (16) وان تزوج حرا

اور اگر کسی آزاد شخص نے کسی عورت سے اس شرط پر نکاح کیا کہ وہ (مہر کی جگہ) ایک سال اس کی خدمت کرے گا یا اسے قرآن حکیم کی تعلیم دے گا تو عورت کو مہر مثل ملے گا:

امام محمد کے نزدیک عورت کی اس خدمت کے اندازے کے مطابق اسے رقم دی جائے گی اور

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

اگر کوئی غلام اپنے مالک کی اجازت سے کسی عورت سے اس شرط پر نکاح کرے کہ وہ اس کی ایک سال خدمت کرے گا تو نکاح جائز ہوگا۔

اور مقررہ مدت تک عورت کو خدمت لینے کا حق ہوگا امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ ان دونوں صورتوں میں بیوی کو حق حاصل ہے کہ قرآن کریم کی تعلیم یا ایک سال کی خدمت مہر کی صورت میں قبول کر لے اس لئے کہ اس کے نزدیک ہر وہ چیز جو طے شدہ ہے معاوضہ ہو سکی ہے اگر نکاح میں مہر قرار دی جائے تو درست ہوگی کیونکہ اس سے معاوضے کا حصول ثابت ہو جاتا ہے اور اس مسئلے کی نوعیت بھی وہی ہے جو اس صورت میں ہے جب کوئی شخص سی عورت سے اس شرط پر نکاح کرے کو کوئی دوسرا آزاد شخص (بطور خادم) اس کی خدمت کرے گا یا خود (شوہر) عورت کی بکریاں مقررہ معیاد تک چرائے گا۔

احناف کی دلیل یہ ہے کہ اول تو شرعی حکم یہ ہے کہ عورت کو مال کے بدلے حاصل کرو (ارشاد باری تعالیٰ ہے (ان تبتغوا باموالکم) اور قرآن کی تعلیم دینا یعنی ہمارے اصول پر منافع پر نہیں ہے اسی طرح مال شمار نہیں ہوتے اور غلام کا خدمت کے عوض عقد کرنا اس کا مال کے بدلے بیوی کو حاصل کرنا ہے اس لئے کہ وہ اپنی گردن کو اسے سونپ دیتا ہے جبکہ ایک آزاد شخص کی خدمت کی یہ صورت نہیں ہے۔ نیز اس لئے بھی کہ آزاد شوہر کا اپنی بیوی کی خدمت کرنے کا استحقاق عقد نکاح سے بھی ثابت نہیں ہوتا کیونکہ یہ زوجین کے صحیح مقام کے برعکس ہے اس لئے کہ بیوی کو چاہئے کہ وہ شوہر کی خدمت کرے البتہ کسی دوسرے آزاد شخص کی رضامندی سے اپنی بیوی کی خدمت کرانے کا حکم اور ہے کیونکہ اس میں کوئی نقصان نہیں ہے اور اسی طرح غلام کی خدمت بھی جائز ہے اگر وہ اپنے مالک کے حکم اور اس کی اجازت سے کسی کی خدمت کرتا ہے تو وہ درحقیقت مالک کی ہی خدمت کرتا ہے اور بکریوں کا چرانا بھی عوض ہو سکتا ہے کیونکہ یہ ازدواجی امور کی ذمہ داریوں میں سے ایک ہے لہٰذا اس میں بھی تناقض موجود نہیں اگرچہ ایک روایت کی رو سے یہ بھی جائز نہیں (اس کے جواز کا استدلال حضرت شعیب اور موسیٰ کے واقعہ مدین سے بھی کیا گیا ہے۔

امام محمدؒ کے قول کے مطابق شوہر پر واجب ہے کہ وہ مقرر کردہ خدمت کی تخمینی اجرت ادا کرے اس لئے کہ مقررہ شے اگرچہ مال ہے مگر شوہر اس کی ادائیگی سے تناقض کی بنا پر قاصر ہے (یعنی شوہر بیوی کا خادم قرار پاتا ہے جو نامناسب ہے) لہٰذا اس میں خدمت کی اجرت ضروری ہوگی جیسا کہ کوئی شخص کسی دوسرے کے غلام کو مہر ٹھہرا کر نکاح کرے (کہ اس صورت میں غلام کی قیمت مقررہ ادا کرنا ضروری ہوگا)

شیخین کے نزدیک اس پر مہر مثل لازم آئے گا کیونکہ خدمت مال نہیں ہے اس لئے کہ کسی حال میں اس

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

کی ادائیگی کا حق نہیں ہے للذا اس مسئلہ کی نوعیت وہی ہوگی جو شراب و خنزیر کے مہر نکاح قرار دینے کی صورت میں ہے للذا مہر مثل واجب ہوگا اور یہ حکم (خدمت کو مال قرار دینا) اس لئے ہے کہ اجارہ میں محض لوگوں کی ضرورت کی بنا پر یہ حکم ہے للذا جب نکاح میں وہ تناقض کی بناء پر اس کی سپرداری پر قادر نہیں ہے تو اس کا باقیمت ہونا ظاہر نہ ہوگا للذا حکم مہر اپنی اصلی صورت میں بر قرار رہے گا یعنی مہر مثل لازم آئے گا۔

مہر کی وصولی کے بعد شوہر کو ھبہ کر دینا :

مسئلہ (17)

اگر مرد نے ایک ہزار درہم پر عورت سے عقد کیا پھر عورت نے رقم وصول کر لی اور یہ رقم شوہر کو ھبہ کر دی پھر شوہر نے اسے مباشرت سے پہلے طلاق دیدی تو شوہر کو حق حاصل ہوگا کہ وہ عورت سے مزید پانچ سو درہم وصول کرے :

اس لئے کہ جو سکے اس پر واجب ہوئے تھے وہ ھبہ سے شوہر کو واپس وصول نہیں ہوئے کیونکہ درھم و دینار بیع اور اس کے فسخ میں متعین نہیں ہوا کرتے (گویا عورت نے مہر والے درھم ھبہ نہیں کئے بلکہ کوئی اور کئے ہیں) اور یہی حکم اس صورت میں ہے جب کہ مہر کوئی اور کیلی یا موزوں شے ہو اور اس کا شوہر نے ذمہ لیا ہو (مطلب یہ ہے کہ اشارہ سے خصوصی طور پر متعین نہ کرے) کیونکہ اس کا بھی تعین نہیں ہوتا۔

زوجین پر کوئی چیز واجب نہ ہونے کی صورت :

مسئلہ (18) فان لم تقبض الالف

اور اگر بیوی نے ہزار درھم وصول کرنے سے قبل شوہر کو ھبہ کر دیئے اور خاوند نے اسے مباشرت سے قبل طلاق دیدی تو زوجین میں سے کوئی ایک دوسرے سے کچھ بھی وصول نہ کرے گا :

قیاس کا تقاضا یہ تھا کہ شوہر عورت سے نصف مہر کا مطالبہ کرے چنانچہ امام زفرؒ اس کے قائل ہیں کیونکہ عورت کا مہر اس کے معاف کر دینے سے مکمل ادا ہو چکا ہے للذا طلاق مباشرت سے قبل سے مرد کا نصف مہر جو اسے واپس لینے کا حق ہے معاف نہ ہوگا اس میں استحسان یہ ہے کہ شوہر کو مباشرت سے قبل طلاق دینے سے جو حق حاصل ہوتا تھا وہ اسے مل چکا ہے جو نصف مہر کی ادائیگی سے اسے کی براءت ہے للذا اس میں حصول مقصود میں اختلاف سبب مؤثر نہ ہوگا۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

زوجین پر کوئی چیز واجب نہ ہونے کی صورت :

مسئلہ (19) ولو قبضت

اگر عورت نے پانچ سو وصول کر لئے پھر (پانچ سو اور ملا کر) اسے ایک ہزار ھبہ کر دیئے اور شوہر نے مباشرت سے قبل طلاق دیدی تو زوجین میں سے کوئی بھی دوسرے سے کچھ وصول نہ کرے گا۔

یہ امام ابو حنیفہ کی رائے ہے صاحبین فرماتے ہیں کہ شوہر عورت سے وصول شدہ رقم کا نصف واپس لے سکے گا اور کل پر بعض کو قیاس کیا جائے گا صاحبین کی دلیل یہ بھی ہے کہ مہر کے لئے کچھ حصے کا ھبہ کرنا گویا کہ اصل مال میں کمی کرنا ہے لہٰذا یہ کمی اصل سے وابستہ سمجھی جائے گی (گویا مہر ہی پانچ سو تھا)

امام ابو حنیفہؒ فرماتے ہیں کہ شوہر کو اپنا مقصود حاصل ہو چکا ہے جو اس کے نصف مہر کا محفوظ و سلامت رہنا ہے لہٰذا طلاق کی صورت میں اسے بیوی سے کچھ بھی وصول کرنے کا اختیار نہ ہوگا او جہاں تک اس بات کا تعلق ہے کہ کمی اصل ذرھی سے وابستہ سمجھی جاتی ہے تو یہ نکاح کے سلسلے میں درست نہیں کیا آپ دیکھتے نہیں کہ اگر شوہر کچھ اضافہ کر دے تو اس کو اصل کے ساتھ ملحق نہیں سمجھا جاتا حتیٰ کہ طلاق کی صورت میں اس کا نصف بھی نہیں کیا جاتا (لہٰذا مرد مزید کسی شے کیلئے اس کی طرف رجوع نہ کرے گا)

اگر بیوی نصف مہر سے کچھ کم رقم شوہر کو ھبہ کر دے تو :

مسئلہ (20) ولو کانت وھبت

اور اگر بیوی نصف مہر سے کچھ کم رقم شوہر کو ھبہ کر دے اور باقی وصول کر لے تو امام ابو حنیفہ کے نزدیک شوہر کو حق ہوگا کہ وہ پورے نصف مہر تک رقم عورت سے وصول کرے۔

لیکن صاحبین کے نزدیک شوہر عورت کے مقبوضہ رقم کا نصف وصول کرے گا۔

سامان کا شوہر کو ھبہ کرنا :

مسئلہ (21) ولو تزوجھا

اور اگر کسی مرد نے عورت سے کچھ سامان، بطور مہر ٹھہرا کر نکاح کیا پھر عورت نے خواہ اس سامان کو قبضے میں لے لیا ہو یا ابھی نہ لیا ہو وہ سامان شوہر کو ھبہ کر دیا پھر شوہر بیوی کو مباشرت سے قبل طلاق دیدے تو وہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

عورت سے کچھ وصول کرنے کا حق دار نہ ہوگا:

قیاس کا تقاضا یہ ہے اور یہی امام زفرؒ کا مسلک ہے کہ شوہر عورت سے سامان کی قیمت کا نصف وصول کرے کیونکہ مباشرت سے قبل طلاق میں یہ لازم ہے کہ مقررہ مہر کا نصف واپس کیا جائے جیسا کہ پہلے گزر چکا ہے استحسان کی دلیل یہ ہے کہ طلاق دینے کی صورت میں شوہر کا حق فقط اتنا ہے کہ عورت کے دیئے گئے مال کا نصف حصہ اس کو محفوظ و سلامت واپس مل جائے جو کہ اسے مل چکا ہے۔ یہی وجہ ہے عورت کو یہ حق حاصل نہیں کہ اس سامان کی بجائے کوئی دوسری چیز اسے واپس کرے بخلاف اس صورت کے کہ جب مہر (درھم و دینار یا کیلی وموزنی شے) کی صورت میں اس پر قرض ہو یا عورت نے وہ سامان شوہر کے ہاتھ فروخت کر دیا ہو تو چونکہ شوہر کو یہ سامان اداشدہ رقم کے معاوضہ میں پہنچا ہے لہٰذا ان دونوں صورتوں میں عورت نصف مہر ادا کرنے کی ذمہ دار ہے۔

جانور یا سامان کا بطور مہر ٹھہرانا:

مسئلہ (22) ولو تزوجها على حيوان

اور اگر مرد نے کسی جانور یا سامان کو مہر ٹھہرا کر نکاح کیا تو بھی وہی صورت ہوگی (یعنی شوہر کچھ وصول کرنے کا حقدار نہ ہوگا) کیونکہ مہر مقررہ لوٹانے کے لحاظ سے ایک متعین شے ہے۔

یہ حکم اس لئے ہے کہ نکاح میں شے مجہول بھی مہر ہو سکتی ہے مگر جب اس نے اس کا تعین کر دیا تو گویا اسے مقررہ مہر مان لیا گیا (اور یہ خیال کیا جائے گا، جیسے کہ گویا اسے اسی حق مہر پر اس کا عقد ہوا تھا۔)

عورت کو بطور مہر شہر سے باہر لیجانا:

مسئلہ (23) واذا تزوجها

اور اگر کسی مرد نے کسی عورت سے ایک ہزار درھم مہر ٹھہرا کر اس شرط پر اس سے نکاح کر لیا کہ نہ تو وہ اسے اس شہر سے کہیں باہر لے جائے گا اور نہ ہی اس سے وہ اس کے اوپر کوئی دوسری عورت نکاح میں لائے گا اگر مرد اس شرط کو پورا کرے تو عورت کو مقررہ مہر ملے گا:

کیونکہ یہ مقدار مہر ہونے کی صلاحیت رکھتی ہے اور اس پر عورت بھی صاد کر چکی ہے لیکن اگر مرد نے اس پر دوسری شادی کر لی یا اسے شہر سے باہر لے گیا تو عورت کو مثلی مہر ملے گا کیونکہ عورت کا مہر ایسا مقرر ہوا ہے جس میں

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

اس کا فائدہ تھا للہٰذا اس کی عدم موجودگی میں عورت کو ایک ہزار پر رضامندی کالعدم تصوری ہوگی اور اسے کامل مثلی مہر ادا کیا جائے گیا جیسا کہ عورت اگر اس شرط پر ایک ہزار درھم پر راضی ہو جائے کہ اس سے عمدہ سلوک کیا جائے گا اور کچھ تحائف بھی دئے جایا کریں گے تو وہاں بھی یہی حکم ہے۔

اسی شہر میں قیام کی شرط پر نکاح :

مسئلہ (24) ولو تفروجها

اگر مرد نے عورت سے اس شرط پر نکاح کیا کہ اگر وہ اس کے ساتھ اس شہر میں قیام کرے گا تو اسے ایک ہزار درھم دے گا اور اگر اسے اس شہر سے باہر لے جائے گا تو دو ہزار درھم دے گا پھر اگر اس نے عورت کو وہیں رکھا تو اسے ایک ہزار مہر ہی ملے گا جو نہ تو دو ہزار سے زائد ہو اور نہ ایک ہزار سے کم ہو۔

یہ مسلک امام ابو حنیفہؒ کا ہے صاحبین کے نزدیک دونوں شرطیں جائز اور درست ہیں، چنانچہ اگر اس نے عورت کو وہیں رکھا تو عورت ہزار درھم لے گی اور اگر وہ اسے اس شہر سے باہر لے گیا تو عورت دو ہزار پائے گی۔

امام زفرؒ فرماتے ہیں کہ دونوں شرطیں فاسد ہیں اور عورت کو دونوں صورتوں میں مہر مثل ملے گا بشرطیکہ وہ ہزار سے کم اور دو ہزار سے زائد نہ ہو اس مسئلے کی تفصیل کتاب الاجارات میں ہے کہ کوئی شخص کسی درزی سے کہے "اگر تم یہ (کپڑا) آج ہی سی دو تو سالم درھم ملے گا اور اگر کل سی دو تو نصف درھم ملے گا ہم ان شاء اللہ تعالیٰ کتاب الاجارات میں اس کی وضاحت کریں گے۔

غلاموں کا بطور مہر ہونا :

مسئلہ (25) ولو تزوجها علی هذا العبد۔

اگر کوئی مرد کسی عورت سے اس شرط پر نکاح کرے کہ وہ اسے مہر میں یہ غلام یا وہ غلام دے گا پھر غلاموں میں ایک ناقص ہو اور دوسرے کی قیمت زیادہ ہو پھر اگر عورت کا مہر مثل ناقص سے کم ہو تو اسے ناقص ہی دیا جائے گا اور اگر اس کا مہر مثل ناقص اور ارفع (بڑھیا) دونوں سے زیادہ ہو تو اسے ارفع غلام دیا جائے گا :

لیکن اگر مہر مثل ناقص اور ارفع دونوں کے مابین ہو تو اسے مہر مثل ملے گا یہ حکم امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک ہے۔ صاحبین فرماتے ہیں کہ عورت کو ان تمام صورتوں میں ناقص غلام ہی ملے گا۔

اگر مرد نے عورت کو مباشرت سے قبل طلاق دیدی تو عورت کو ان تمام صورتوں میں بالاجماع ناقص

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

کی تخمینی نصف قیمت دی جائے گی۔

صاحبین کی دلیل یہ ہے کہ مہر مثل کی صورت اس وقت پیش آتی ہے جب کہ متعین کردہ مہر موجود نہ ہو لیکن جب ناقص غلام کا وجوب ممکن ہے اس لئے کہ کم مقدار ہمیشہ یقینی ہوا کرتی ہے تو عورت کو ان تمام صورتوں میں کم مقدار والی شے یعنی ناقص غلام ہی دیا جائے گا اور اس کا حکم وہی ہو گا جو مال سے مشروط خلع اور آزادی غلام کا ہے (کہ ان دونوں صورتوں میں ناقص غلام دیا جاتا ہے)

امام ابو حنیفہ کی دلیل یہ ہے کہ اصل واجب شے تو مہر مثل ہے کیونکہ وہی مناسب اور موزوں ہے اور اس سے روگردانی صرف اسی وقت درست ہے جب کہ مہر کا تعین درست طریقے پر کر دیا جائے لیکن جہالت کی بنا پر یہاں مسئلے کی صورت بدل گئی ہے بخلاف خلع اور آزادی غلام کی مذکورہ صورتوں کے کیونکہ خلع اور اعتاق تو بغیر کچھ لیے بھی ممکن ہے (مرد بغیر کسی معاوضہ کے بھی عورت کی گلو خلاصی کر سکتا ہے) اور اگر مہر مثل ارفع (بڑھیا غلام) سے زیادہ ہو اور عورت نکاح کے وقت اس کمی پر خود ہی راضی ہو گئی تھی اور اگر مثلی مہر ناقص سے کم ہو تو شوہر خود ہی زیادہ پر رضامند ہو گیا ہے لہٰذا ناقص دیا جائے گا۔ اور اگر طلاق قبل از مباشرت واقع ہو تو مرد پر متعہ واجب ہو گا اور عموماً ناقص غلام کی نصف قیمت متعہ کی مالیت سے زیادہ ہوتی ہے مگر شوہر خود اضافے کا اعتراف کر چکا ہے لہٰذا وہ ناقص غلام ہی ادا کرے گا۔

غیر موصوف جانور کا مہر ہونا:

مسئلہ (26) واذاتزوجها علی حیوان

<u>اگر کوئی مرد کسی عورت سے غیر موصوف جانور کو مہر ٹھہرا کر نکاح کرے (جانور کی صفات بیان نہ کرے) تو یہ مہر صحیح ہو گا او عورت کو متوسط قسم کا جانور ملے گا اور شوہر کو یہ حق حاصل ہو گا کہ وہ یا تو متوسط قسم کا جانور دے یا اس کی قیمت ادا کرے:</u>

مصنف ہدایہ فرماتے ہیں کہ یہ حکم اس وقت ہے جب مرد جو جانور بطور مہر دے رہا ہے اس کی جنس بیان کر دے اور اوصاف کا تذکرہ نہ کرے مثلاً یہ کہ گھوڑا دون گا یہ البتہ جب مرد جانور کی جنس کا ذکر ہی نہ کرے یعنی یہ کہے کہ میں ایک چوپائے کو مہر ٹھہرا کر نکاح کرتا ہوں تو اس قسم کا (مجہول) مہر مقرر کرنا جائز نہ ہو گا اور مہر مثل لازم آئے گا۔

امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ دونوں صورتوں میں مہر مثل واجب ہو گا کیونکہ ان کے نزدیک جس شے کی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

خرید و فروخت میں قیمت نہیں ہو سکتی وہ مہر ہونے کی صلاحیت بھی نہیں رکھتی کیونکہ بیع و نکاح دونوں معاوضہ کی قسم سے ہیں۔

احناف کی دلیل یہ ہے کہ نکاح کا معاہدہ مال کا تبادلہ غیر مال (عورت) سے ہے لہٰذا احناف نے قانونی اعتبار سے آغاز کار میں غیر موصوف جانور کا تعین درست قرار دیا ہے تاکہ اوصاف کا ذکر نہ ہونے سے اس کا وجوب باطل نہ ہو جیسا کہ دیت اور اقرار کی صورت میں ہے (دیت میں ۱۰۰ اونٹ بلا وصف لازم ہیں) اور احناف نے شرط رکھی کہ مقررہ مہر ایسا ہو جس کا متوسط درجہ معلوم و معروف ہو تاکہ دونوں کا مفاد ملحوظ رکھا جا سکے اور یہ شرط تھی قابل عمل ہو سکتی ہے۔ جبکہ جانور کی جنس کا تعین ہو کیونکہ ہر جنس عمدہ متوسط اور ردی تینوں اقسام پر مشتمل ہوا کرتی ہے اور متوسط میں دونوں کا فائدہ ملحوظ ہوتا ہے خلاف اس صورت کے کہ اگر جنس مجہول ہو کیونکہ اس صورت میں متوسط کا تخمینہ لگانا ممکن نہیں اس لئے کہ جنسوں کے مابین بہت فرق ہوتا ہے اس صورت میں حکم جداگانہ ہے کیونکہ اس میں عیب جوئی اور باریک بینی ممکن ہے۔ اور نکاح کی اساس فراخ دلی پر ہوتی ہے۔

یہاں شوہر کو اس لئے اختیار دیا گیا ہے کہ کسی چیز کے متوسط کا اندازہ قیمت ہی سے کیا جاتا ہے لہٰذا وعدہ پورا کرنے کی صورت میں اس کا اعتبار کیا جائے گا اور مہر مقرر کرنے میں اصل ہے لہٰذا اسے دونوں صورتوں میں سے ایک بات کا اختیار دیا جائے گا۔

غیر موصوف کپڑا کا مہر ہونا :

مسئلہ (27) وان تزوجها

اور اگر کوئی مرد کسی عورت سے غیر موصوف کو مہر ٹھہرا کر نکاح کرے تو عورت کو مہر مثل ملے گا :

مطلب یہ ہے کہ اس نے مہر میں صرف کپڑے کا ذکر کیا اور اس سے زیادہ کچھ نہ کہا اس صورت میں مثل مہر دینے کی وجہ یہ ہے کہ اس میں کپڑے کی جنس مجہول ہے کیونکہ کپڑے کی کئی جنسیں (سوتی، ریشمی) ہوتی ہیں۔

اور اگر اس نے کسی نوع یا قسم کا ذکر کیا مثلاً کہا کہ ہروی (خراسان کے شہر ہرات کا ماہوا) کپڑا دونگا تو یہ مہر صحیح ہوگا اور مرد کو اختیار ہوگا (متوسط ہروی کپڑا دے یا اس کی قیمت) اس کے دلائل پہلے بیان ہو چکے ہیں اور اگر مرد اس نے کپڑے کی تعریف میں مبالغہ آمیزی کی تو تب بھی مسئلے کی صورت وہی رہے گی شوہر (وہ متوسط کپڑا یا اس کی قیمت ادا کرے گا) یہ حکم ظاہر الراویہ سے ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ مثل رکھنے والی شے نہیں (جسے ناپ تول کی کوئی شے ہو) یا اس نے کوئی شے مقرر کی یا جس کی اس نے مہر کی جنس تو بیان کی لیکن اوصاف بیان نہ کئے اور

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

اگر جنس بھی بیان کی اور اوصاف بھی بتائے تو شوہر کو اختیار نہ ہوگا (بلکہ وہی شے مہر میں ملے گی) کیونکہ جس چیز کے اوصاف پورے بیان کر دیئے جائیں اس کا ادا کرنا اس کے ذمہ لازم ہو جاتا ہے۔

شراب اور خنزیر کا مہر ہونا :

مسئلہ (28) فان تزوج مسلم

اور اگر کسی مسلمان نے شراب اور خنزیر کو مہر ٹھہرا کر نکاح کیا تو نکاح جائز ہوگا لیکن عورت کو مثل ملے گا

کیونکہ شراب قبول کرنے کی شرط یقیناً فاسد ہے لہٰذا نکاح تو صحیح ہوگا لیکن شرط لغو ہوگی بخلاف بیع کے کیونکہ وہ فاسد شرط سے باطل ہو جاتی ہے باین ہمہ اس کا مہر ہونا صحیح نہ ہوگا کیونکہ شراب و خنزیر مسلمان کے حق میں مال نہیں لہٰذا مہر مثل لازم آئے گا۔

مہر مثل کے لزوم کی صورت :

مسئلہ... (29) فان تزوج امراۃ

اگر کسی مرد نے کسی عورت سے اس مٹکے کے عوض نکاح کیا پھر جب اسے دیکھا گیا تو وہ شراب تھا تو عورت کو مہر مثل ملے گا یہ امام ابو حنیفہؒ کا مسلک ہے اور صاحبین فرماتے ہیں کہ اسے اس کے وزن کے برابر سرکہ ملے گا۔

اسی طرح اگر کسی مرد نے کسی عورت سے ایک مقررہ شخص کو غلام قرار دے کر اس کے عوض نکاح کیا مگر وہ شخص آزاد تھا تو مہر مثل لازم آئے گا :

یہ حکم امام ابو حنیفہ اور امام محمد کے نزدیک ہے امام ابو یوسفؒ فرماتے ہیں کہ اس غلام کی تخمینی قیمت واجب ہوگی امام ابو یوسف کی دلیل یہ ہے کہ مرد نے عورت کو اس غلام کا لالچ دیا لیکن وہ اس کی سپردگی سے قاصر رہا لہٰذا اس پر اس کی قیمت یا اس کی مثل ادا کرنا واجب ہوگا بطور طیکہ مقررہ مہر ملتی جلتی چیزوں میں سے ہو جیسا کہ مہر ٹھہرایا ہوا غلام اگر سپردگی سے پہلے مر جائے تو اس کی قیمت ادا کرنا ضروری ہوتا ہے۔

امام ابو حنیفہؒ فرماتے ہیں کہ اس مسئلے میں "اشارہ او تعین" دونوں جمع ہو گئے ہیں لیکن اشارہ اس لحاظ سے زیادہ قابل اعتبار ہے کہ وہ مقصود کی طرف زیادہ رہنمائی کرنے والا ہے اور اس سے مکمل پہچان حاصل ہوتی ہے کہ اگر کسی شخص کو یا شراب کو مہر مقرر کیا جائے تو اس صورت میں مہر مثل لانا لازم آتا ہے۔

امام محمدؒ کہتے ہیں کہ اصول یہ ہے کہ مقرر مہر اگر اس جنس سے ہو جس کی طرف اشارہ کیا گیا ہے تو عقد

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

اس اشارہ پر منعقد ہوتا' رہا وصف یعنی چیز کی کوالٹی تو یہ بعد کی چیز ہے اور اگر تعیین اور مشار الیہ کی جنس ایک نہ ہو (جیسے سرکہ اور شراب) تو عقد تعین کردہ شے پر منعقد ہوگا۔ کیونکہ مقرر کردہ شے مشار الیہ کی مثل ہے۔ اور اس کی تابع نہیں ہے۔ کیونکہ کسی شے کی پہچان میں تعین اشارے سے زیادہ بلیغ ہوا کرتی ہے' اس اعتبار سے شے کی اصل حقیقت سے روشناس کرانے کا نام ہے' جب کہ اشارہ فقط ذات کی طرف رہنمائی کرتا ہے کیا آپ نہیں جانتے ہیں کہ ایک شخص نے اس شرط پر نگینہ خریدا کہ یاقوت کا ہے لیکن خریدتے وقت اگر اسے یہ منایا جائے کہ یہ یاقوت احمر ہے مگر نکلے یاقوت اخضر تو بیع درست ہو گی۔ کیونکہ یہاں دونوں کی جنس ایک ہے اور اس مسئلے میں آزاد اور غلام دونوں ایک ہی جنس ہیں کیونکہ فوائد کے لحاظ سے غلام اور آزاد میں تھوڑا ہی فرق ہوتا ہے' مگر سرکہ اور شراب صریحاً دو الگ الگ جنسیں ہیں کیونکہ دونوں میں اپنے مقاصد کے اعتبار سے بہت سی باتوں میں فرق ہے اور ان میں سے کوئی دوسرے کا قائم مقام نہیں بن سکتا۔

غلاموں کے عوض عقد :

مسئلہ.....(30) فان تزوجها

"اگر کسی شخص نے کہا کہ میں ان دو غلاموں کے عوض عورت سے عقد کرتا ہوں پھر ان میں سے ایک آزاد ہو تو عورت کو فقط باقی ماندہ غلام ہی ملے گا۔ بشر طیکہ اس کی قیمت دس درہم سے کم نہ ہو :

یہ حکم امام ابو حنیفہ کے نزدیک ہے کیونکہ غلام بہر حال مقرر کردہ مہر میں سے ہے اور مقرر مہر اگرچہ کم مقدر میں ہی ہو لیکن اس سے اس کی موجودگی میں مہر مثل لازم نہیں آتا۔ امام ابو یوسف" فرماتے ہیں کہ عورت کو غلام اور اس آزاد شخص کی تخمینی قیمت ملے گی کیونکہ مرد نے اس دو غلاموں کی صحیح و سالم سپردگی کی امید دلائی تھی مگر ایک کی سپردگی سے وہ قاصر ہے لہذا اسے اس کی تخمینی قیمت ادا کرنا ہو گی۔

امام محمد" اور امام ابو حنیفہ" سے بھی یہی روایت ہے کہ عورت کو باقی غلام اس کے مہر مثل کی تکمیل تک ملے گا بشر طیکہ مہر مثل اس غلام کی قیمت سے زیادہ ہو اس لیے کہ اگر وہ دونوں آزاد ہوتے تو ان کے نزدیک پورا مہر مثل واجب ہوتا ہے تو جب دونوں میں سے ایک غلام نکلا تو اسے یہی باقی ماندہ غلام مہر مثل کی تکمیل تک دینا واجب ہو گا۔

نکاح فاسد کے بعد علیحدگی کی صورت میں عورت کا مہر :

مسئلہ......(31) واذا فرق القاضی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

"اگر نکاح فاسد کی بنا پر قاضی مباشرت سے پہلے ہی دونوں میں تفریق کرا دے تو عورت کو کچھ نہیں ملے گا

اس لیے کہ نکاح فاسد میں محض عقد سے مہر واجب نہیں ہوتا جب تک کہ مرد عورت سے نفع (فائدہ) نہ حاصل کرے۔ اسی طرح خلوت کے بعد بھی مہر لازم نہ ہوگا کیونکہ ایسی خلوت میں (عورت سے مباشرت حرام ہونے کی بنا پر) مرد کو عورت پر صحیح قدرت حاصل تصور نہ ہوگی لہٰذا ایسی خلوت مباشرت کے قائم مقام نہیں ہو سکتی۔ ہاں اگر مرد نے مباشرت کا ارتکاب کر لیا تو عورت یقیناً مہر مثل کی حق دار ہوگی جو کہ مقرر مہر سے زیادہ نہ ہوگا امام زفرؒ کو اس سے اختلاف ہے وہ اسے بیع فاسد پر قیاس کرتے ہیں (جہاں خریدار پر پوری قیمت واجب ہوتی ہے) احناف کی دلیل یہ ہے کہ مرد کی عورت سے مباشرت منزلہ مال نہیں ہے بلکہ اس کی قیمت مقررہ مہر سے متعین ہوتی ہے۔ لیکن جب مقررہ مہر' مہر مثل سے زیادہ ہو تو واجب نہ ہوگی کیونکہ مذکورہ صورت میں مہر کا تعین ہی درست نہیں اور اگر مقررہ مہر، مہر مثل سے کم ہو تو تب بھی اس سے اضافی رقم دینا بھی واجب نہ ہوگا کیونکہ عورت کم تعین پر راضی ہے جب کہ بیع کی صورت مختلف ہے کیونکہ وہاں تو مال تجارت فی نفسہ ثمن کی حیثیت رکھتا ہے۔ پر (قاضی کی تفریق کے بعد) عورت پر عدت واجب ہوگی اس لیے کہ یہاں حقیقت کے ساتھ مشابہت پائی گئی ہے تاکہ احتیاط ملحوظ رہے۔ نیز نسب میں اشتباہ کا احتمال نہ رہے پھر عدت کی ابتداء تفریق کے وقت سے کی جائے گی۔ آخری مباشرت کے وقت سے نہیں یہی حکم صحیح ہے کیونکہ جب عدت کا وجوب نکاح سے مشابہت کی بنا پر ہوا ہے تو اس کی ابتداء اس وقت سے شمار ہوگی جب نکاح کو ختم کیا گیا۔ اور پھر عورت کے ہاں بچہ ہونے کی صورت میں بچے کا نسب درست ہوگا کیونکہ اس کے اثبات میں احتیاط پیش نظر رہتی ہے لہٰذا نسب کی درستگی کو ایک پہلو سے ثامت نکاح پر مرتب کیا جائے گا۔ پھر نکاح فاسد کی صورت میں نسب کا اعتبار مباشرت سے کیا جائے گا۔ یہ امام محمدؒ کا مسلک ہے اور اسی پر فتویٰ ہے کیونکہ نکاح فاسد کو مباشرت کا قائم مقام قرار نہیں دے سکتے اور نکاح کو اس کا قائم مقام محض اس کے داعی اور سبب ہونے کی بنا پر قرار دیا جاتا ہے۔

مہر مثل کا قیاس :

مسئلہ ......(32) مهر مثلها

مصنف فرماتے ہیں اور عورت کو مہر مثل کو اس کی بہنوں، پھوپھیوں اور چچازاد بہنوں کے مہر پر قیاس کیا جائے گا۔

جیسا کہ حضرت عبداللہ بن مسعود کا ارشاد ہے کہ (مهر مثل نسائها لاوكس فيه ولا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

شطط)(عورت کو اپنی قوم کی عورتوں کے مطابق مہر ملے گا اس میں کوئی کمی اور بیشی نہ ہو گی)

یہاں قوم کی عورتوں سے مراد باپ کی طرف سے رشتہ دار عورتیں ہیں، کیونکہ انسان قومیت کے لحاظ سے باپ کی قوم کی طرف ہی منسوب ہوتا ہے اور ہر شے کی قدر و قیمت کا اندازہ اس کی ہم جنس اشیاء سے کیا جاتا ہے۔

اور اگر عورت کی ماں اور خالہ اس کے قبیلے سے نہ ہوں تو مہر مثل میں ان کے مہر کو معیار قرار نہیں دیا جائے گا۔ جیسا کہ ہم نے بیان کیا لیکن اگر اس کی ماں اس کے باپ کے قبیلے سے (مثلاً چچازاد ہو) تعلق رکھتی ہو تو ماں کے مہر پر اعتبار کیا جا سکتا ہے کیونکہ وہ اس کے باپ کی قوم سے ہی ہے۔

مہر مثال میں دونوں عورتوں کی عمر، حسن و جمال، مال و دولت، عقل و دیانت، شہر اور زمانے کی یکسانیت کا بھی لحاظ کیا جاتا ہے کیونکہ مذکورہ اوصاف کے بدلے سے مہر مثل میں تغیر ہوتا رہتا ہے اسی طرح شہر اور زمانے کے اختلاف سے بھی مہر مختلف ہوتا ہے بعض فقہاء متذکرہ بالا اوصاف میں بکارت کی یکسانیت کو بھی لازم قرار دیتے ہیں کیونکہ کنوارہ پن اور شوہر دیدہ ہونے کی صورت میں مہر مختلف ہو جاتا ہے۔

مہر کی ضمانت :

مسئلہ ......(33) **واذا ضمن الولی**

اور اگر (نابالغ لڑکے کا) سرپرست (اس کی طرف سے) مہر کی ضمانت دیدے تو درست ہے کیونکہ ولی ضمانت و الزام کی اہلیت رکھتا ہے اور مہر ایسی چیز ہے جس کی ضمانت دی جا سکتی ہے۔ پھر عورت اپنے خاوند یا اس کے ولی میں سے جس سے چاہے مہر کا مطالبہ کر سکتی ہے۔ جس طرح دوسرے کفالتی امور میں ہوتا ہے اگر ولی مہر ادا کر دے تو وہ خاوند سے رقوم وصول کر سکے گا۔ بشرطیکہ ولی نے خاوند کے کہنے سے ضمانت دی ہو۔ جیسا کہ کفالت میں یہی طریقہ ہے یہ ضمانت اس صورت میں بھی صحیح ہو گی جب کہ لڑکی ابھی نابالغ ہو بخلاف اس صورت کے جب ولی نابالغ لڑکے کا مال فروخت کرے اور خریدار کی طرف سے قیمت کا ضامن بن جائے (اس صورت میں ذمہ داری صرف ولی پر ہو گی) اس لیے کہ نکاح میں ولی کی حیثیت محض معبر و سفیر کی ہوتی ہے اور بیع میں فریق معاملہ کی۔ اس لیے (بیع میں) ذمہ داری اور حقوق کا تعلق اسی سے ہوتا ہے اور طرفین کے نزدیک ولی کا مشتری کو قیمت معاف کرنا بھی صحیح ہے۔ نابالغ ہونے پر ولی ہی قیمت کے وصول کرنے کا استحقاق رکھتا ہے اور نابالغ لڑکے کے مال میں بیع کی صورت میں ولی کی ضمانت جائز تصور کریں تو ضامن لذانہ بن جائے گا اور باپ کو مہر پر قبضے کا حق، باپ ہونے کی حیثیت سے حاصل ہوتا ہے نہ کہ عاقد

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(معاملہ کرنے والا) ہونے کی بنا پر۔ کیا آپ نہیں جانتے کہ نابالغ لڑکی کے بلوغ کے بعد باپ کو مہر کی وصولی کا کوئی حق نہیں رہتا لہٰذا ضامن لنفسہٖ ہوگا۔

مہر کی ادائیگی کے بغیر مرد کو عورت پر کوئی حق حاصل نہیں :

مسئلہ......(34) وللمرءة ان تمنع

امام محمد فرماتے ہیں کہ اور عورت کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ مرد کو قریب آنے سے روک دے جب تک وہ اس سے مہر وصول نہ کرے اسی طرح وہ اس کے ہمراہ سفر کرنے سے انکار کرے کیونکہ عورت کا حق بدل (مہر) میں متعین ہو چکا ہے جیساکہ شوہر کا حق (عورت کی ذات) میں متعین ہے۔ جس طرح کہ بیع میں ہوتا ہے (کہ مشتری قیمت کی وصولی سے پہلے بیع کو روک سکتا ہے) تو یہاں بھی یہی حکم ہوگا۔

مسئلہ......(35) ولیس للزوج

اور مرد بیوی کو سفر کرنے، گھر سے نکلنے اور اپنے گھر والوں کے ساتھ ملنے سے نہیں روک سکتا جب تک کہ پورا مہر ادا نہ کر دے۔

اس لیے کہ اسے یہ حق تبھی حاصل ہوگا جب وہ اس کا معاوضہ (مہر) ادا کرے۔

لیکن اگر مہر تمام کا تمام مؤجل (موخر) ہو تو پھر عورت کو یہ حق نہ ہوگا کہ وہ مرد کو اپنے قریب آنے سے روکے اس لیے کہ اس نے مہر کی جلدی وصولی کا اپنا حق خود ہی ساقط کر دیا ہے اس مسئلے میں امام ابو یوسف کو اختلاف ہے (ان کے نزدیک مہر موجل کی صورت میں بھی عورت کو مرد سے الگ رہنے کا حق ہے۔

مسئلہ......(36) وان دخل بھا

اور اگر خاوند ایک بار مباشرت کرے تب بھی امام ابو حنیفہ کے نزدیک یہی حکم ہے کہ عورت مرد کو دوسری مرتبہ قریب آنے سے روک سکتی ہے مگر صاحبین کہتے ہیں کہ ایک دفعہ کی مباشرت کے بعد عورت مرد کو اپنے پاس آنے سے نہیں روک سکتی۔

یہ اختلاف اس وقت ہے جب پہلی بار مباشرت عورت کی رضامندی سے ہوئی ہو اور اگر مرد نے مباشرت جبراً کی یا وہ عورت کمسن یا جنون کی حالت میں تھی تو بالاتفاق اس کے روکنے کا حق ختم نہ ہوگا خلوت کی صورت میں بھی آئمہ کے مابین یہی اختلاف ہے اور اسی اختلاف پر عورت کے نفقہ لینے کا حق مبنی ہے (کہ امام ابو حنیفہ کے نزدیک وہ اس عرصے میں نان ونفقے کی حق دار ہوگی مگر وہ صاحبین کے نزدیک نہیں)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

صاحبین کی دلیل یہ ہے کہ ایک دفعہ کی مباشرت (یا خلوت)) سے گویا عورت نے اپنے آپ کو مکمل طور پر مرد کے حوالے کر دیا ہے۔ جس سے پورے مہر کی ادائیگی شوہر پر واجب ہو گی اس لیے اب اسے خود کو خاوند سے الگ رکھنے کا حق نہیں دیا۔ جیسے کہ جب بائع مال تجارت کو مشتری کے سپرد کر دے تو پھر اسے روکنے کا حق باقی نہیں رہتا۔

امام ابو حنیفہؒ فرماتے ہیں کہ اس عورت کا مرد کو مباشرت سے روکنا اپنے حق مہر کے بدلہ میں ہے۔ کیونکہ ہر مباشرت عورت کی قابل احترام عصمت میں بمنزلہ تصرف کرنے کے ہے اس لیے کہ اس کی حرمت کے پیش نظر مرد کی کوئی مباشرت بھی عوض سے خالی نہیں ہوتی اور احناف ادائیگی مہر کو پہلی مباشرت پر اس لیے لازم قرار دیتے ہیں کہ بعد میں ہونے والی مباشرت کی تعداد غیر معلوم یا غیر متعین ہوتی ہے۔ لہٰذا وہ معلوم اور متعین مباشرت کے ساتھ مزاحم نہیں ہو سکتی۔ (لہٰذا جس کی بنا پر مہر پہلی مباشرت ہی سے واجب ہو جائے گی) ہاں جب دوسری بار مباشرت پائی گئی تو یہ بھی معلوم و متعین ہو گی تو اب (مہر کا معاوضہ ہونا) اور پکا ہو گیا۔ اور مہر تمام مباشرت کا مقابل بن گیا۔ جیسے کہ ایک غلام جب کسی جرم کا ارتکاب کرے تو مالک اس غلام کو اس کے حوالے کرے گا جس کا اس نے جرم کیا ہو پھر جب غلام اور جرائم کا ارتکاب کر لے تو غلام ان سب جرائم کے بدلے پورا ہی دے دیا جائے گا۔

مہر کی ادائیگی کے بعد مرد کے عورت پر حقوق :

مسئلہ ...... (37) واذا وفاها مهر ها

پھر اگر مرد پورے مہر کی ادائیگی کر دے تو وہ عورت کو جہاں چاہے لے جا سکتا ہے۔ باری تعالیٰ کا ارشاد ہے (اسکنوهن من حيث سكنتم) (جہاں تم سکونت پذیر ہو وہیں اپنی بیوی کو بھی ٹھہراؤ) بعض فقہاء مثلاً ابولیث کا قول ہے کہ شوہر اپنی بیوی کو اپنے علاقے سے دوسرے علاقے میں نہ لے جائے کیونکہ مسافرت اور دوری سے عورت کو پریشانی ہوتی ہے لیکن شہر کے قریبی علاقوں میں اجنبیت کا زیادہ اثر نہیں ہوتا۔

مہر کی حقدار کے تعین میں اختلاف کی صورت :

مسئلہ ...... (38) ومن تزوج

امام محمد جامع الصغیر میں فرماتے ہیں ''اگر کسی شخص نے کسی عورت سے نکاح کیا لیکن مہر کے بارے میں

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

ان کے درمیان اختلاف ہو گیا تو مہر مثل کی مقدار تک (قسم کے ساتھ) عورت کا دعویٰ قبول کیا جائے گا اور اگر وہ مہر مثل کی مقدار سے زیادہ کی مدعیہ (دعوے دار) ہو تو مرد کے قول کو تسلیم کیا جائے گا اور اگر مرد نے اسے مباشرت سے قبل طلاق دے دی تو نصف مہر کے بارے میں مرد کی بات تسلیم کی جائے گی:

یہ حکم طرفین (امام محمد وامام ابو حنیفہ) کے نزدیک ہے۔ امام ابو یوسف فرماتے ہیں کہ طلاق سے پہلے اور طلاق کے بعد دونوں صورتوں میں مرد کی بات قبول کی جائے گی لیکن اگر مرد اتنا تھوڑا مہر بیان کرے جو عرف وعادت میں اس جیسی عورت کے لیے شایان نہ ہو تو مرد کی بات تسلیم نہ کی جائے گی اور مہر مثل کے مطابق فیصلہ کیا جائے گا اور مہر قلیل کی مقدار کے بارے میں یہی قول صحیح سمجھا جائے گا۔

امام ابو یوسفؒ کی دلیل یہ ہے کہ عورت زیادہ کی مدعیہ ہے اور مرد اس سے انکار کر رہا ہے اور حدیث کی رو سے اصول یہ ہے کہ قول، انکار کرنے والے کا اس سے قسم لینے کے بعد قبول کیا جاتا ہے۔ ہاں اگر مرد اتنا کم بیان کرے جو ظاہری طور پر جھوٹ معلوم ہوتا تو مرد کی بات نہیں مانی جائے گی۔ اس لیے کہ عورت سے متمتع ہونے کے معاوضے یعنی مہر کا تعین ضروری ہے اور جب مقررہ مہر ممکن ہو تو مہر مثل کی طرف رجوع نہیں کیا جا سکتا۔ طرفین کی دلیل یہ ہے کہ دونوں میں عموماً اس شخص کی بات قابل قبول ہوتی ہے جس کے دعوے کی ظاہری اور خارجی قرائن سے تائید ہوتی ہو اور یہاں ظاہر اس شخص کا موید ہے جس کا دعویٰ مہر مثل کے مطابق ہے اس لیے کہ شرعی طور پر نکاح میں اصل وجوب مہر مثل کا ہوتا ہے جس طرح کہ اگر ایک رنگریز اور کپڑے کے مالک کے درمیان اجرت کی مقدار میں اختلاف میں ہو جائے تو رنگنے کی بازاری اجرت کے مطابق فیصلہ کیا جائے گا۔ القدوری نے یہاں لکھا ہے کہ مباشرت سے پہلے نصف مہر کے متعلق خاوند کی بات قبول کی جائے گی یہ روایت جامع الصغیر اور المبسوط کی ہے مگر جامع الکبیر میں طرفین کا یہ قول مذکور ہے کہ قبل از مباشرت طلاق کی صورت میں عورت کو متعہ کا حق دیا جائے گا یہ قول ان کے قول قیاس پر مبنی ہے کیونکہ قبل از مباشرت طلاق میں متعہ واجب ہوتا ہے جس طرح کا طلاق سے قبل مہر مثال کا واجب ہونا متعین ہو تو گویا متعہ (فائدہ) مہر مثل ہی کی طرح واجب ہوگا۔

جامع الصغیر اور جامع الکبیر کی روایات میں اس طرح تطبیق دی جا سکتی ہے کہ امام محمدؒ نے المبسوط میں مسئلہ کی اساس ایک ہزار اور دو ہزار درہم پر رکھی ہے اور فائدہ (متعہ) عموماً اس سے زیادہ قیمت کا نہیں ہوتا لہٰذا متعہ کا فیصلہ دینا صحیح نہ ہوگا۔ مگر جامع الکبیر میں مسئلے کا سو اور دس کے تناسب سے ذکر کیا گیا ہے۔ اس صورت میں مثلاً متعہ بیس درہم کی مقدار میں ہو تو عورت کی بات کو فیصل قرار دیا جا سکتا ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

جامع الصغیر میں کسی مقدار کا ذکر نہیں کیا گیا لہذا اس روایت کو بھی المبسوط والی روایت پر محمول کیا جائے گا۔ اور طرفین کے قول کی تشریح اس طرح یہ ہے کہ اگر زوجین کا مہر کے بارے میں اختلاف ہو جائے مرد ایک ہزار کا دعویٰ کرتا ہو اور عورت دو ہزار کی مدعیہ ہو تو ہم مہر مثل کو دیکھیں گے۔ اگر تو وہ ہزار درہم یا اس سے کم ہو تو مرد کی بات تسلیم کی جائے گی لیکن اگر مہر مثل دو ہزار یا اس سے زائد ہو تو عورت کی بات قبول کی جائے گی۔ دونوں صورتوں میں جو بھی اپنا ثبوت پیش کر دے گا اس کی بات مانی جائے گی۔ اور اگر دونوں اپنے اپنے دعوے کے حق میں ثبوت پیش کر دیں تو عورت کی شہادت قبول ہو گی کیونکہ وہ مہر کی زیادتی ثابت کرتی ہے ورنہ مرد کے حق میں شہادت مانی جائے گی اس لیے کہ اس صورت میں وہ حق مہر میں کمی ثابت کرتی ہے لیکن اگر مہر مثل ڈیڑھ ہزار ہو تو دونوں کو قسم دی جائے گی اگر دونوں قسم کھالیں تو ڈیڑھ ہزار ہی واجب کیا جائے گا۔

(یہ ابو بکر حصاص الرازی کی تخریج (استنباط) ہے یعنی امام ابو حنیفہ اور امام محمد کے قول کے مطابق اور علامہ الکرخی کہتے ہیں کہ مذکورہ تینوں صورتوں میں دونوں سے قسم لی جائے گی اور قسم کے بعد مہر مثل کے مطابق فیصلہ کیا جائے گا۔

اصل حق مہر میں اختلاف کی صورت میں کیا واجب ہو گا:

مسئلہ ......(39) ولو کان الاختلاف

اور اگر اصل حق مہر کی تعیین ہی میں اختلاف ہو جائے (کہ مہر مقرر کیا تھا یا نہیں) تو بالاتفاق مہر مثل واجب ہو گا۔

کیونکہ امام ابو حنیفہ اور امام محمد کے نزدیک تو یہی مقررہ مہر ہے اور امام ابو یوسف کے نزدیک تو چونکہ اب مقررہ مہر سے فیصلہ ہونا ممکن نہیں لہذا مجبوراً مہر مثل ہی کا فیصلہ دینا پڑے گا۔

اور اگر زوجین میں سے کسی ایک کے مرنے کے بعد یہ اختلاف پیدا ہوا تو فیصلہ اسی طرح ہو گا جس طرح دونوں کی زندگی میں کیا جاتا تھا۔

کیونکہ مہر مثل پر قیاس کرنا کسی ایک کی موت سے ساقط نہیں ہوتا۔

اور اگر زوجین کے مرنے کے بعد مہر کی مقدار میں اختلاف پیدا ہو تو امام ابو حنیفہ کے نزدیک خاوند کے وارثوں کا قول مانا جائے گا۔

یہ امام ابو حنیفہ کا قول ہے اس میں سے کچھ بھی استثناء نہ کیا جائے گا۔ امام ابو یوسفؒ کے نزدیک بھی خاوند

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

کے ورثاء کی بات ہی قابل تسلیم ہو گی مگر جب وہ فرق محض معمولی مقدار کا ہو تو ان کا قول معتبر نہیں ہو گا۔

امام محمدؒ فرماتے ہیں کہ مسئلے کی جو صورت ان کی زندگی میں تھی مرنے کے بعد بھی وہی ہو گی یعنی اگر تعیین میں اختلاف پیدا ہو جائے تو امام ابو حنیفہ کے نزدیک انکار کرنے والے کا قول تسلیم کیا جائے گا۔ الحاصل یہ کہ امام ابو حنیفہ کے نزدیک زوجین کی موت کے بعد مہر مثل کا فیصلہ نہیں کیا جائے گا اس مسئلے کی تفصیل ہم آئندہ بیان کریں گے۔

اور اگر میاں بیوی میں کوئی ایک فوت ہو جائے اور شوہر نے بیوی کا مہر مقرر کیا ہوا تھا تو عورت کے وارث مرد کے وارثوں سے مقررہ مہر لے سکتے ہیں۔ لیکن اگر مہر مقرر نہ کیا گیا تو امام ابو حنیفہ کے نزدیک عورت کے وارثوں کو کچھ نہ ملے گا۔ پہلی صورت میں مقرر کردہ اور دوسری میں مہر مثل ہو گا۔ پہلی صورت میں مقرر کردہ مہر لینے کا حکم اس لیے ہے کہ مقرر کردہ مہر مرد کے ذمہ قرض تھا جو اب موت سے پختہ ہو چکا ہے لہٰذا یہ قرض شوہر کے ترکہ سے ادا کیا جائے گا۔ لیکن جب معلوم ہو جائے تو عورت مرد سے پہلے فوت ہوئی تھی تو اب مرد کا جتنا حصہ عورت کی وراثت میں تھا اس قدر مہر ساقط ہو جائے گا۔

صاحبین دوسری صورت میں یہ دلیل پیش کرتے ہیں کہ عدم تعیین کی صورت میں مہر مثل ہی مقرر کردہ مہر کی طرح قرض بن جائے گا اس لیے کہ وہ موت سے ساقط نہ ہو گا جس طرح کہ وہ کسی ایک کے مرنے سے ساقط نہیں ہوتا۔

امام ابو حنیفہ کی دلیل یہ ہے کہ زوجین کی وفات ان کے زمانوں کے گزرنے پر دلالت کرتی ہے تو قاضی کسی کے مہر کے مطابق مہر مثل کا فیصلہ کرے گا (یاد رہے کہ مہر مثل میں زمانہ بھی دیکھا جاتا ہے)

مہر کے بارے میں معتبر قول (۱) :

مسئلہ......(40) ومن بعث الی امراته

<u>اور اگر ایک شخص نے اپنی بیوی کی طرف کوئی شے بھیجی۔ بیوی نے کہا کہ ہدیہ تھا اور مرد نے کہا کہ یہ تو مہر کی رقم میں سے تھا (قسم کے ساتھ) مرد کی بات مانی جائے گی :</u>

کیونکہ مرد دینے والا ہے لہٰذا وہی اس ملکیت کی حقیقت کو خوب جانتا ہے اور یہ بات قرین قیاس بھی ہے کہ وہ اس طرح واجب کی ادائیگی کی کوشش کر رہا ہو گا۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

مہر کے بارے میں معتبر قول (II) :

مسئلہ......(41) الا بالطعام الذی

امام محمد نے جامع الصغیر میں کہا ہے کہ شرط یہ ہے کہ ارسال کردہ شے کھانے پینے والی اشیاء میں سے نہ ہو ورنہ عورت کی بات تسلیم کی جائے گی اس سے مراد ایسی شے ہے جو کھانے کے لیے تیار کی جاتی ہے کیونکہ اس قسم کی اشیاء عموماً تحفہ شمار ہوتی ہیں البتہ گندم اور جو کی صورت میں مرد کا قول معتبر ہوگا۔ دلیل ہم پہلے ذکر کر چکے ہیں۔

بعض فقہاء کہتے ہیں کہ جو اشیاء مثلاً دوپٹہ، قمیض اور دوسرے کپڑے مرد کے ذمے (بطور نفقہ) واجب ہیں وہ انہیں مہر میں شمار نہیں کر سکتا کیونکہ ظاہر کی حالت اس کی تکذیب کرتی ہے واللہ اعلم

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

2۔ غیر مسلموں کے مہروں وغیرہ کا بیان

غیر مسلموں کے مہر میں مردار کا مہر ہونا:

مسئلہ ......(42)

اگر کسی عیسائی مرد نے عیسائی عورت سے نکاح کیا اور مردار کو مہر ٹھہرایا یا بغیر مہر ہی نکاح کر لیا اور یہ ان کے مذہب میں جائز ہو یا اس نے عورت سے مباشرت کر لی یا قبل از مباشرت اسے طلاق دے دی یا مرد مر گیا تو عورت کو کچھ نہیں ملے گا اس طرح اگر دو حربی دار الحرب میں نکاح کریں تو ان کے ساتھ یہ صورت پیش آسکتی ہے تو ان کا حکم بھی یہی ہوگا۔

یہ احکام امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک ہیں اور صاحبین کا حربیوں کے بارے میں یہی مسلک ہے لیکن ذمی عورت کے متعلق ان کی رائے مختلف ہے وہ کہتے ہیں کہ مباشرت اور خاوند کی وفات کی صورت میں عورت کو مہر مثل ملے گا اور اگر مباشرت سے پہلے اس نے طلاق دے دی تو اسے فائدہ (متعہ) دیا جائے۔ امام زفرؒ دو حربیوں کی صورت میں بھی مہر مثال کو لازم قرار دیتے ہیں کیونکہ شریعت نے ابتغائے نکاح کو مال کے بدلے ہی جائز کیا ہے اور یہ حکم عمومیت رکھتا ہے اس لیے یہ حکم علی العموم ہوگا۔

صاحبین کے قول کی دلیل یہ ہے کہ اھل حرب احکام اسلامیہ کے مکلف نہیں نیز جگہ کے بدلے جانے سے ولایت لزوم بھی منقطع ہو جاتی ہے خلاف اھل ذمہ کے اس لیے کہ انہوں نے خود پر ایسے احکام اسلامیہ کا التزام کر لیا ہے جو باہمی معاملات سے تعلق رکھتے ہیں جیسے سود اور زنا وغیرہ کی حرمت اور اتحاد مقام کی وجہ سے ہماری طرف سے ولایت الزام ثابت ہے لہذا بیوی کو مہر مثل ملے گا۔

امام ابو حنیفہ فرماتے ہیں کہ اھل ذمہ مذہبی امور (نماز روزے) میں ہمارے احکام کے پابند نہیں نیز باہمی معاملات بھی جن کے خلاف وہ عقیدہ رکھتے ہیں (جیسے شراب اور سور کی خرید و فروخت کا جواز) میں وہ ہماری شریعت کے پابند نہیں) اور ولایت الزام یا تو تلوار سے ثابت ہوتی ہے کہا جبراً ان سے تعمیل کرائیں یا باہمی مباحثے سے ثابت ہو سکتی ہے لیکن یہ دونوں صورتیں اھل ذمہ کے حق میں مفقود ہیں اس لیے کہ ہم نے ان کی حفاظت کا ذمہ لے رکھا ہے کیونکہ شریعت نے ہمیں حکم دیا ہے کہ ہم ان کے مذہبی معاملات میں دخل اندازی نہ کریں لہذا ان کی مثال حربیوں جیسی ہوگی خلاف زنا کی حرمت کے کیونکہ وہ تمام ادیان میں حرام ہے اور سود ان کے عقد ذمہ سے مستثنیٰ ہے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

کیونکہ حضور ﷺ کا ارشاد ہے کہ جو شخص سودی کاروبار کرے گا ہمارے اور اس کے درمیان کوئی عہد نہ ہوگا۔

جامع الصغیر میں امام محمدؒ نے او علی غیر مہر (یا بغیر مہر کے) کے دو معنی لیے ہیں یا تو یہ کہ مہر مطلقاً کہا ہی نہ گیا ہو یا وقت عقد مہر کا ذکر نہ کیا گیا ہو بعض فقہا نے کہا ہے کہ مردار اور سکوت عن المہر کے متعلق دو روایتیں ہیں مگر صحیح یہ ہے کہ تمام صورتوں میں اختلاف موجود ہے۔

شراب یا خنزیر کا بطور مہر ہونا:

مسئلہ ......(43)فان تزوج الذمی الذمیة

اگر کسی ذمی مرد نے ذمی عورت سے شراب یا یا خنزیر کے مہر پر نکاح کیا پھر وہ دونوں اسلام لے آئے یا ان میں سے ایک نے اسلام قبول کر لیا تو عورت کو شراب یا سور ہی ملے گا:

مطلب یہ ہے کہ جب یہ دونوں اشیاء بعینہ متعین ہوں اور وصول کرنے سے پہلے وہ اسلام لے آئیں لیکن اگر وہ متعین نہ ہوں تو عورت کو تو شراب کی صورت میں اس کی قیمت واجب اور خنزیر کی صورت میں مہر مثل دینا ہوگا۔ یہ حکم امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک ہے۔ امام ابو یوسفؒ فرماتے ہیں کہ مذکورہ صورتیں دونوں میں مہر مثل ضروری ہے امام محمدؒ کے نزدیک دونوں صورتوں میں قیمت واجب ہوگی۔

امام ابو یوسفؒ اور امام محمدؒ کے قول کی دلیل یہ ہے کہ کسی چیز پر قبضہ اس پر ملکیت کو مستحکم کر دیتا ہے۔ لہٰذا یہ قبضہ عقد کے مشابہ ہوگا مگر اس صورت میں اس پر قبضہ سے اسلام مانع ہے لہٰذا یہ ایسے ہی ہوگا جیسے کہ ابتدا ہی میں گویا یہ دونوں چیزیں بذاتہ معین ہوں پھر جب حالت قبضہ حالت عقد سے ملحق ہوگی تو امام ابو یوسف فرماتے ہیں کہ اگر عقد کے وقت دونوں مسلمان ہو گئے اور انہوں نے شراب اور خنزیر کو مہر ٹھہرایا ہوتا تو اس صورت میں مہر مثال لازم قرار پاتا تو اسی طرح اس صورت میں بھی مہر مثل واجب ہوگا۔

امام محمدؒ فرماتے ہیں کہ جب انہوں نے عقد کیا تھا تو اس وقت شراب اور خنزیر کو عوض بنانا درست تھا اس لیے کہ اشیاء ان کے نزدیک مال کی حیثیت رکھتی تھیں مگر اب اسلام لانے کی بنا پر ان کی سپردگی منسوخ قرار پائی ہے لہٰذا قیمت ہی واجب ہوگی جیسا کہ اگر ایک مہر میں معین کردہ غلام سپردگی سے پہلے فوت ہو جائے تو قیمت ادا کرنا پڑتی ہے۔

امام ابو حنیفہؒ فرماتے ہیں کہ نکاح کے موقع پر مقرر کردہ مہر میں ملکیت عقد نکاح ہی سے مکمل ہو جاتی ہے۔ اسی بنا پر عورت کو مہر میں تصرف کا حق حاصل ہو جاتا ہے قبضہ سے تو صرف یہ ہوتا ہے کہ مہر مرد کی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

حفاظت سے منتقل ہو کر عورت کی حفاظت میں آ جاتا ہے اور حفاظت سے منتقلی اسلام میں منع نہیں۔ جیسا کہ غصب کی ہوئی شراب کالوٹانا ممنوع نہیں ہے۔ جب کہ مہر کے موقع پر مقررہ شے پر ملکیت نفس عقد سے مکمل نہیں ہوتی بلکہ قبضہ کے بعد ہوتی ہے لیکن اب قبضہ سے اسلام مانع ہے خلاف خریدی ہوئی شے کے کیونکہ وہاں حق تصرف قبضے سے حاصل ہوتا ہے پھر جب غیر معین چیز میں قبضہ ممکن نہیں۔ تو خنزیر کی قیمت واجب نہ ہوگی کیونکہ خنزیر قیمت رکھنے والی اشیاء سے ہے تو خنزیر کی قیمت لینا گویا عین خنزیر لینے کے مترادف ہوگا لیکن شراب میں یہ صورت نہیں اس لیے کہ وہ مثل رکھنے والی اشیا میں سے ہے کیا آپ نے نہیں دیکھا کہ اگر اسلام لانے سے پہلے مرد مقرر کردہ خنزیر کی صورت میں اس کی قیمت دے دے تو عورت کو لینے پر مجبور کیا جاسکتا ہے۔ مگر شراب کی صورت میں نہیں۔

اگر اس نے عورت کو قبل از مباشرت طلاق دے دی تو جو آئمہ مہر مثل کے وجوب کے قائل ہیں وہ یہاں متعہ واجب قرار دیتے ہیں اور جو قیمت کے قائل ہیں ان کے نزدیک اس کی نصف قیمت دینا ہوگی۔

خود آزمائی

1۔ مہر سے کیا مراد ہے؟ قرآن و سنت کے حوالے سے اس کی اہمیت پر نوٹ لکھیں۔

2۔ اگر کسی شخص نے مہر کے تعین بغیر نکاح کیا یا یہ شرط رکھی کہ وہ مہر نہیں دے گا تو ایسے نکاح کی شرعی حیثیت پر بحث کیجئے۔

3۔ مہر کی کم از کم مقدار کے بارے میں اختلاف مسالک کی وضاحت کیجئے۔

3۔ اگر کسی عورت کو مباشرت سے پہلے طلاق دے دی گئی تو اس کے مہر، عدت وغیرہ پر آئمہ کے اختلاف کی وضاحت کیجئے۔

5۔ مہر متصل سے کیا مراد ہے۔

6۔ اگر کوئی مرد نکاح کے وقت کسی حرام شے کو مہر ٹھہرا دے تو اس کے حکم پر بحث کیجئے۔

7۔ خلوت صحیحہ اور خلوت فاسدہ سے کیا مراد ہے۔

8۔ کیا غیر مسلموں پر اپنے معاملات نکاح میں احکام اسلام کی پابندی ضروری ہے یا نہیں اختلاف مسالک کی وضاحت کیجئے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

یونٹ نمبر 4

غیر مسلموں کے نکاح کے مسائل اور بیویوں کے مابین تقسیم کے احکام

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

یونٹ نمبر 4

غیر مسلموں کے نکاح کے مسائل اور بیویوں کے مابین تقسیم کا احکام

تعارف یونٹ

اسلام معاشرتی اور سماجی رویوں کو اہمیت دینے والا مذہب ہے جس میں لوگوں کے مابین باہمی تعلقات اور معاملات کو بہت اہمیت دی گئی ہے چنانچہ زیر بحث یونٹ میں غیر مسلموں کے باہمی معاملات اور ان کے جواز پر بحث کی گئی ہے۔۔

اسی یونٹ میں دو طرح کے غیر مسلموں کا تذکرہ کیا گیا ہوا اولاً وہ جو "ذمی" کہلاتے ہیں اس سے مراد کسی اسلامی ملک میں رہنے والی غیر مسلم اقلیات ہیں جن کی حفاظت وصیانت کی ذمہ داری اسلامی حکومت پر عائد ہوتی ہے اس لیے ان کو ذمی کہا جاتا ہے۔

دوسری قسم ان افراد پر مشتمل ہے جو "دارالحرب" یعنی کسی غیر اسلامی ملک میں رہتے ہیں انہیں "حربی" کہا جاتا ہے دارالحرب ایسے ملک کو کہتے ہیں جس کے ساتھ مسلمان حالت جنگ میں ہوں یا ایسا ملک جہاں مسلمانوں کے جان ومال اور ان کے دینی شعائر غیر محفوظ ہوں۔

اس وقت جب دنیا ایک گاؤں (Global Village) میں تبدیل ہو چکی ہے اور سابقہ حالات مکمل طور پر بدل گئے ہیں دارالحرب اور دارالاسلام کے احکام کافی حد تک بدل گئے ہیں، لیکن۔۔ ان کی مجموعی حالت اور حیثیت حسب سابق ہے۔

سابقہ یونٹوں میں بیان کیا جا چکا کہ اسلام نے بعض ناگزیر ذاتی، خاندانی اور قومی ضروریات کے پیش نظر ایک سے زیادہ شادیوں کی اجازت دی ہے اگر مرد کو ایسی صورتحال سے سابقہ پڑے تو شریعت اسلامیہ نے اسے تمام بیویوں میں ان کے حقوق کی یکساں تقسیم کا حکم دیا ہے۔ اور یہاں تک تاکید کی ہے اگر تمہیں یہ اندیشہ ہو کہ تم ان کے درمیان عدل وانصاف سے حقوق کی تقسیم نہیں کر سکو گے تو پھر تمہارے لیے ایک ہی بیوی کافی ہے (النساء ۳۰) اس لیے ایک سے زیادہ بیویوں کے مابین حقوق کی تقسیم بھی نکاح کے اہم ترین مسائل میں سے ایک ہے اس لیے علامہ المرغینانی نے ایک مستقل باب میں اس عنوان پر بحث کی ہے۔

یونٹ کے مطالعہ کا مقصد

اس یونٹ کا مطالعہ آپ کے لیے اس عنوان پر معلومات میں اضافہ کرے گا اور آپ ان باتوں سے باخبر ہوں گے جن باتوں سے ایک سے زیادہ بیویوں کے مابین یکسانیت اور مساوات ضروری ہے۔ ان شاء اللہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

فہرست مضامین

	صفحہ نمبر
گواہوں کے بغیر نکاح	85
مجوسی کا محرمات سے نکاح	86
مرتد کا نکاح	86
زوجین میں سے کوئی ایک مسلمان ہو جائے تو بچے کا دین	87
زوجین میں سے کوئی ایک کتابی ہو تو بچہ کا دین	87
اگر بیوی اسلام قبول کرلے اور خاوند کافر رہے تو	87
عدم قبول اسلام کی صورت میں ۔۔قاضی کی طرف سے تفریق پر عورت کا نکاح	89
بیوی دار الحرب میں اسلام قبول کرے تو	89
حربیہ عورت کی عدت	89
جب کتابیہ کا شوہر مسلمان ہو جائے تو	90
اگر شوہر دار الحرب سے دار الاسلام آجائے تو	90
عورت کی دار الاسلام کی طرف ہجرت کی صورت میں احکامات	91
اگر ہجرت کرنے والی عورت حاملہ ہو تو	91
ارتداد کی صورت میں زوجین کے درمیان تفریق	91
ارتداد کی وجہ سے تفریق کی صورت میں حق مہر کے احکامات	92
میاں بیوی کا ارتداد اور اسلام کی طرف رجوع	92
ارتداد کی صورت میں فاسد نکاح	93
خود آزمائی	93
دو بیویوں کی صورت میں مرد کی طرف سے برابری	94
نئی اور پرانی بیوی میں برابری	94
آزاد اور غلام عورت میں باری کی صورت	94
خود آزمائی	95

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

گواہوں کے بغیر نکاح :

مسئلہ (1) واذتزوج الکافر

اگر کسی کافر نے گواہوں کے بغیر یا دوسرے کافر سے عدت میں نکاح کر لیا اور ایسا فعل ان کے ہاں جائز ہو پھر وہ اسلام لے آئے تو ان کا نکاح برقرار رکھا جائے گا یہ حکم امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک ہے :

امام زفرؒ کہتے ہیں کہ دونوں صورتوں میں نکاح فاسد ہے، البتہ اسلام لانے یا قاضی کی عدالت میں مقدمہ دائر کرنے سے قبل ان سے تعرض نہیں کیا جائے گا۔

پہلی صورت کے بارے میں (جب نکاح بغیر گواہوں کے ہو) صاحبینؒ کی رائے امام ابو حنیفہؒ کے ساتھ ہے اور دوسری صورت میں (جب کہ نکاح دوسرے کافر کی عدت میں کیا جائے) اور امام زفرؒ کے رائے سے متفق ہیں۔

امام زفرؒ کی دلیل یہ ہے کہ شرع کے خطاب میں عموم ہے جیسا کہ ہم اس سے پہلے بیان کر چکے ہیں لہٰذا شرعی احکام غیر مسلموں پر بھی لازم ہیں۔ لیکن چونکہ وہ ہمارے ذمی ہیں لہٰذا ہم ان سے تعرض نہیں کرتے جو ان سے عدم التفات کی بنا پر ہے نہ کہ ان کے فعل کو برقرار رکھنے کی بنا پر لیکن جب انہوں نے اسلامی عدالت میں مقدمہ دائر کر دیا یا وہ اسلام لے آئے اور حرمت والا حکم ابھی تک موجود ہے تو ان میں تفریق کرانا ضروری ہو گا۔

صاحبین کی دلیل یہ ہے کہ عورت سابقہ شوہر کی عدت میں ہے، لہٰذا مشرکوں پر بھی اس کی پابندی لازمی ہو گی۔

مگر بغیر گواہوں کے نکاح کرنا مختلف فیہ ہے، اور ذمیوں کیلئے ہمارے احکام تمام اختلافات سمیت قبول کرنا ضروری نہیں۔

امام ابو حنیفہؒ کے قول کی دلیل یہ ہے کہ حرمت کو بطور حق شرع ثابت کرنا ممکن نہیں کیونکہ وہ لوگ احکام شروع کے مخاطب نہیں ہیں لہٰذا زوج کے حق کے تحفظ کیلئے ان پر وجوب عدت کی ضرورت نہیں کیونکہ شوہر کا اس پر اعتقاد ہی نہیں بخلاف اس صورت کے جب کہ کتابیہ عورت کسی مسلمان کے نکاح میں ہو کیونکہ مسلمان اس پر اعتقاد رکھتا ہے اور جب نکاح صحیح ثابت ہو گیا تو مقدمہ دائر کرنے اور اسلام لانے کی حالت تو بقائے نکاح کی حالت ہے۔ اور اس حالت میں شہادت شرط نہیں ہے اس طرح عدت بھی اس کے منافی نہیں جیسا کہ منکوحہ جس سے مباشرت کی گئی ہو کا یہی حکم ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

مجوسی کا محرمات سے نکاح :

مسئلہ.....(2) فاذا تزوج المجوسی

اگر مجوسی مرد نے اپنی ماں یا بیٹی سے نکاح کر لیا اور پھر وہ دونوں اسلام لے آئے تو بالا جماع ان کے درمیان تفریق کرادی جائے گی۔

کیونکہ صاحبین کے نزدیک تو غیر مسلموں کا بھی محرمات کے ساتھ نکاح کرنا باطل ہے جیسا کہ عدت کے مسئلے میں ہم ذکر کر آئے ہیں۔ اور قبول اسلام کی بنا پر ان سے تعرض کرنا ضروری ہے لہٰذا تفریق ضروری ہو گی۔

احناف کے نزدیک چونکہ یہ حرمت بقائے نکاح کے منافی ہے اس لئے قبول اسلام پر دونوں میں تفریق واجب ہو گی بخلاف عدت میں نکاح کے جو نکاح کیلئے منافی نہیں۔

مجوسی مرد وعورت میں سے کسی ایک کے اسلام لانے کی صورت میں تفریق :

مسئلہ (3)ثم باسلام

مجوسی مرد و عورت میں سے ایک کے اسلام لانے پر ان میں میں تفرق کرادی جائے گی مگر ان میں سے کسی ایک کے مقدمہ دائر کرنے اور اسلام کے مطابق فیصلہ چاہنے کی صورت میں تفریق نہیں کی جائے گی :

یہ امام ابو حنیفہ کا قول ہے صاحبین کو اس قول سے اختلاف ہے دونوں میں فرق کی دلیل یہ ہے کہ ایک مقدمہ دائر کرنے سے دوسرے کا اعتقاد تبدیل نہیں ہوتا مگر کفر پر اصرار کرنے والا مسلمان کے اسلام کا معارض نہیں ہو سکتا اس لئے کہ اسلام (کفر کے مقابلے میں) غالب ہوتا ہے مغلوب نہیں۔

مسئلہ (4)ولو ترافعا

اگر مجوسی میاں بیوی دونوں ایک دوسرے کے خلاف مقدمہ دائر کردیں تو بالاجماع دونوں میں تفریق کرادی جائیگی کیونکہ دونوں کا مقدمہ دائر کرنا اسلام کا فیصلہ قبول کرنے کی طرح ہے :

مرتد کا نکاح :

مسئلہ (5) ولایجوز المرتد

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

اور مرتد شخص کیلئے جائز نہیں کہ وہ کسی مسلمان یا کافر یا مرتد عورت سے نکاح کرے :

کیونکہ مرتد تو مستحق قتل ہے اسے تو محض سوچ بچار کیلئے (تین دن کی) مہلت دی جاتی ہے اور نکاح اس غور و خوض سے مانع ہوگا لہٰذا نکاح اس کے حق میں مشروع نہیں۔

اس طرح مرتد عورت سے کسی مسلمان یا کافر کا نکاح کرنا جائز نہیں :

کیونکہ اسے بھی غور و فکر کیلئے قید کیا جاتا ہے اور خاوند کی خدمت اسے اس غور و تامل سے باز رکھے گی۔

نیز اس لئے بھی کہ مرتد عورت اور اس کے خاوند کی ازدواجی مصلحتیں بروئے کار نہ آسکیں گی اور نکاح برائے نکاح مشروع نہیں ہو بلکہ اس کا شرعی جواز اس کی مصلحتوں کا رہین منت ہے۔

زوجین میں سے کوئی ایک مسلمان ہو جائے تو بچہ کا دین :

مسئلہ.....(6) فان کان احد الزوجین

اگر زوجین میں سے ایک مسلمان ہو جائے تو بچہ مسلمان کے دین میں شمار ہوگا۔ اسی طرح زوجین میں سے ایک مشرف با اسلام ہو جائی اور اس کا ایک چھوٹا بچہ بھی ہو تو اس کے اسلام لانے سے وہ بچہ بھی مسلمان تصور ہوگا :

کیونکہ بچے کو مسلمان قرار دینا اس کے ساتھ شفقت کے مترادف ہے۔

زوجین میں سے کوئی ایک کتابی ہو تو بچے کا دین :

مسئلہ (7) وکذالك لو کان احدھما کتابیاً

اگر میاں بیوی میں سے ایک کتابی (عیسائی و یہودی) ہو اور دوسرا مجوسی تو بچہ کتابی شمار ہوگا :

کیونکہ اس صورت میں اس کیلئے کسی قدر شفقت کا پہلو ملحوظ ہوتا ہے کہ مجوسی اہل کتاب سے زیادہ برے ہیں۔

امام شافعیؒ کو اس سے اختلاف ہے اس لئے کہ اس میں تعارض ہے (کہ اگر بچے کو کتابی مانیں تو اس کا ذبیحہ حلال ہوگا اور مجوسی قرار دیں تو حرام)

اگر بیوی اسلام قبول کر لے اور خاوند کافر رہے تو :

مسئلہ (8) واذا اسلمت المرءۃ

اگر بیوی اسلام لے آئے اور خاوند کفر پر قائم رہے تو قاضی کافر شوہر کے سامنے اسلام پیش کرے گا اگر

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

اس نے اسلام قبول کر لیا تو نکاح قائم رہے گا اور اگر انکار کر دے تو دونوں کے درمیان جدائی کر دی جائے گی :

امام ابو حنیفہؒ اور امام محمدؒ کے نزدیک یہی تفریق طلاق شمار ہو گی۔ اور اگر شوہر مسلمان ہو جائے اور اس کی بیوی آتش پرست (مجوسی) ہو تو قاضی اس کے سامنے اسلام پیش کرے گا اور اگر وہ مسلمان ہو جائے تو وہ اپنے خاوند کے پاس ہی رہے گی اور انکار کرے تو قاضی دونوں میں تفریق کر دے گا مگر تفریق کا یہ فیصلہ طلاق شمار نہیں ہو گا۔ امام ابو یوسفؒ فرماتے ہیں کہ دونوں صورتوں میں تفریق طلاق نہ ہو گی۔

جہاں تک تو کافر مرد یا عورت کے سامنے اسلام پیش کرنے کا مسئلہ ہے تو یہ احناف کا مسلک ہے۔ امام شافعیؒ مداخلت کے حوالہ سے فرماتے ہیں کہ اسلام پیش کرنے سے ان کے مذہب میں مداخلت (تعرض) لازم آتی ہے اور ہمارا ان سے عہد (ذمہ) ہے کہ ہم ان سے کسی قسم کا تعرض نہیں کریں گے البتہ مباشرت سے قبل عقد نکاح میں اتنی پختگی نہیں ہوتی لہٰذا اس حالت میں کسی ایک کے اسلام لانے سے نکاح منقطع ہو جاتا ہے مباشرت کے بعد نکاح میں پختگی آجاتی ہے۔ لہٰذا اس کے نکاح ثانی کا معاملہ تین حیض آنے تک ملتوی رکھا جائے گا جیسا کہ طلاق کی صورت میں یہی حکم ہے۔

احناف کی دلیل یہ ہے کہ (دونوں میں سے ایک کے قبول اسلام سے) مقاصد نکاح تو فوت ہو چکے ہیں اب کسی ایک چیز کی ضرورت ہے جس پر فرقت کی بنیاد رکھی جائے اور اسلام لانا تو اطاعت الٰہی ہے لہٰذا فرقت کا سبب نہیں بنایا جا سکتا۔ لہٰذا دوسرے کے سامنے اسلام پیش کیا جائے گا تاکہ نکاح کے مقاصد یا تو اس کیا سلام لانے کی وجہ سے ممکن الحصول ہو جائیں یا پھر اس کے کفر پر اصرار کے باعث ثابت ہو جائے۔

امام ابو یوسفؒ کی دلیل یہ ہے کہ جدائی کسی ایسے سبب کے باعث ہونی چاہئے جس میں عورت و مرد دونوں شریک ہوں۔ لہٰذا یہ فرقت طلاق نہ ہو گی جس طرح کہ بیوی پر ملکیت حاصل ہونے کی وجہ سے طلاق ہو جاتی ہے۔ (مثال کے طور پر بیوی باندی ہو اسے خاوند خرید لے، تو نکاح ٹوٹ جاتا ہے)۔

طرفین کی دلیل یہ ہے کہ شوہر قبول اسلام سے رکنے کی بنا پر عورت کو معروف طریق سے روک کر نہیں رکھ سکتا۔ حالانکہ وہ اسلام قبول کر کے اسے معروف طریقے پر روکنے (گھر میں بسانے) کی قدرت رکھتا ہے۔ لہٰذا قاضی طلاق دینے میں خاوند کا قائم مقام ہو گا جیسا کہ مرد کے "مجبوب (کٹے ہوئے عضو والا)" اور عنین (نامرد) ہونے کی صورت میں قاضی اس کی طرف سے نائب ہوتا ہے مگر عورت طلاق دینے کی اہلیت سے محروم ہوتی ہے۔ لہٰذا اس کے قبول اسلام سے انکار کی صورت میں قاضی اس کا قائم مقام نہیں ہو سکتا۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

عدم قبول اسلام کی صورت میں قاضی کی طرف سے تفریق پر عورت کا حق :

مسئلہ (۹) ثم اذا فرق القاضی

جب قاضی عورت کے انکار اسلام کی بنا پر ان میں جدائی کر دے تو عورت کو مہر ملے گا۔ بشرطیکہ مرد اس سے مباشرت کر چکا ہو کیونکہ مہر مباشرت سے پختہ ہو جاتا ہے لیکن اگر مرد نے عورت سے مباشرت نہ کی ہو تو عورت کو مہر نہیں ملے گا۔

کیونکہ فرقت مباشرت سے پہلے واقع ہو گئی ہے لہٰذا ابھی تک پختہ نہیں ہوا تھا۔ لہٰذا یہ صورت عورت کے مرتد ہونے سے مشابہ ہو گی۔

بیوی دارالحرب میں اسلام قبول کرے تو :

مسئلہ (۱۰) واذا اسلمت المرءۃ فی دار الحرب

جب بیوی دارالحرب میں مشرف باسلام ہو جائے اور اس کا خاوند بدستور کفر پر قائم ہو یا کوئی کافر اسلام لے آئے اور اس کی بیوی مجوسیہ ہو تو دونوں صورتوں میں تین (حیض) ناپاکیاں آنے تک دونوں میں تفریق واقع نہ ہو گی بعد ازاں وہ خاوند سے جدا ہو جائے گی :

کیونکہ اسلام فرقت کا باعث نہیں مانا اور مسلمانوں کے حاکم کی ولایت کا تعلق دارالحرب سے نہیں ہوتا۔ لہٰذا ہم نے فرقت کی شرط (تین حیض) کو سبب کے قائم مقام بنا دیا۔ جیسے کہ اگر کوئی شخص شارع عام میں کنواں کھودے (اور اس میں کسی کا جانور گر کر مر جائے تو کھودنے والا ضامن ہو گا)

اس مسئلے میں احناف کے نزدیک کے مباشرت شدہ ہونے یا نہ ہونے سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ مگر امام شافعیؒ دونوں میں فرق کرتے ہیں جس طرح ان کا قول دارالاسلام کے سلسلے میں گزر چکا ہے۔

حربیہ عورت کی عدت :

مسئلہ (11) واذا وقعت الفرقۃ والمرءۃ حربیۃ

اور اگر زوجین میں جدائی واقع ہو جائے اور عورت حربیہ ہو تو عورت پر کوئی عدت نہ ہو گی۔ اور اگر عورت مسلمان ہو تو بھی امام ابو حنیفہ کے نزدیک یہی حکم ہے (اس پر عدت واجب نہ ہو گی) :

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

صاحبین کو اس سے اختلاف ہے (انشاء اللہ عنقریب ہی اس مسئلے کی تفصیل بیان کی جائے گی)

جب کتابیہ کا شوہر مسلمان ہو جائے تو :

مسئلہ (۱۲) واذا اسلم زوج الکتابیۃ

جب کتابیہ عورت کا شوہر مسلمان ہو جائے تو دونوں کا نکاح برقرار رہے گا :
اس لیے کہ شوہر اور کتابیہ عورت کا نکاح ابتدا بھی درست ہوتا ہے۔ للذا اس کی بقا تو بدرجہ اولی صحیح ہو گی۔

اگر شوہر دار الحرب سے دار لاسلام آجائے :

مسئلہ (۱۳) واذا خرج

القدروری فرماتے ہیں کہ جب شوہر یا زوجہ میں سے کوئی ایک مسلمان ہو کر دار الحرب سے دار الاسلام میں آجائے تو دونوں میں تفریق واقع ہو جائے گی۔

امام شافعی فرماتے ہیں کہ ان میں تفریق واقع نہ ہو گی۔

اور اگر (جنگ میں) میاں بیوی میں سے کوئی ایک گرفتار ہو جائے تو بغیر طلاق کے دونوں میں جدائی ہو جائے گی لیکن اگر دونوں ہی گرفتار ہو جائیں تو جدائی واقع نہ ہو گی۔

امام شافعی فرماتے ہیں کہ اس طرح بھی جدائی واقع ہو جائے گی حاصل کلام یہ ہے کہ احناف کے نزدیک جدائی کا سبب اختلاف دارین ہے نہ کہ گرفتار ہونا اور امام شافعی کے نزدیک اس کے برعکس صورت ہے۔

امام شافعیؒ کی دلیل یہ ہے کہ اختلاف دارین ولایت کے منقطع ہونے میں تو موثر ہے مگر جدائی میں موثر نہیں ہوتا جیسا کہ کسی حربی یا مسلمان کے ایمان لے کر دار الاسلام میں آنے کا یہی حکم ہے کہ اختلاف دارین کے باوجود فرقت واقع نہیں ہوتی جبکہ جنگ میں قید ہو جانے کا تقاضا یہ ہے کہ وہ قید کرنے والے کے حق میں خالص ہو جائے اور یہ خالص ہونا تو نکاح کے منقطع ہونے سے ہی ممکن ہے اس لئے قیدی کے ذمے (دار الحرب کا) قرض ساقط ہو جاتا ہے۔

احناف کی دلیل یہ ہے کہ زوجین کے درمیان حقیقتاً اور حکماً جدائی واقع ہونے سے مصالح ازدواجی کا مناسب قیام ممکن نہیں یہ محرمیت کے مشابہ ہو گیا اور گرفتار سے تو صرف (متعلقہ فرد) کی گردن کی ملکیت ثابت ہوتی ہے جو ابتدائی نکاح منافی نہیں ہوتی تو حالت بقا میں بھی نکاح کے منافی نہ ہو گی للذا گرفتار ہونا بمنزلہ خریدنے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کے ہو گا اور گرفتاری اپنے دائرہ عمل میں خالص ہونے میں جو تقاضا کرتی ہے وہ مال ہے جو محل نکاح نہیں اور امان حاصل کرنے والا کا فریا حربی کی صورت میں حکماً اختلاف دارین نہیں ہوتا کیونکہ اس کا ارادہ واپسی کا ہوتا ہے۔

عورت کی دار الاسلام کی طرف ہجرت کی صورت میں احکامات :

مسئلہ (15) واذا خرجت المرءة

اور جب کوئی عورت ہجرت کر کے دار الاسلام میں آجائے تو اس کیلئے جائز ہے کہ وہ وہاں آکر نکاح کرلے اور اس پر عدت بھی واجب نہ ہوگی۔

یہ امام ابو حنیفہؒ کا مسلک ہے مگر صاحبینؒ کہتے ہیں کہ عورت پر عدت واجب ہوگی کیونکہ دونوں میں تفریق مباشرت کے بعد دار الاسلام میں آکر واقع ہوئی ہے لہٰذا اسلام کا حکم اس پر لازم ہوگا۔

امام ابو حنیفہؒ کی دلیل یہ ہے کہ عورت تو سابقہ نکاح کا نشان ہے اور عدت کا وجوب اس لئے ہوتا ہے کہ نکاح کا احترام ظاہر ہو مگر حربی کی ملکیت کا احترام کرنا کہاں ضروری ہے؟ اس لئے گرفتار شدہ عورت پر عدت واجب نہیں ہوتی۔

اگر ہجرت کرنے والی عورت حاملہ ہو تو :

مسئلہ (16) وان كانت حاملة

اور اگر وہ (ہجرت کر کے آنے والی عورت) حاملہ ہو تو وہ وضع حمل سے پہلے نکاح نہ کرے۔

امام ابو حنیفہؒ سے منقول ہے کہ نکاح کرنا تو درست ہے مگر خاوند وضع حمل تک اس سے مباشرت نہیں کر سکتا جیسا کہ زنا سے حاملہ عورت کے مسئلے میں یہی حکم ہے پہلے قول کی دلیل یہ ہے کہ حمل ثابت النسب ہے تو جب نسب کے حق میں عورت کا فراش ہونا ظاہر ہے تو احتیاطاً نکاح کی ممانعت کے بارے میں بھی اس کا حکم ظاہر ہوگا۔

ارتداد کی صورت میں زوجین کے درمیان تفریق :

مسئلہ (17) واذا ارتد احد الزوجين

جو زوجین میں سے کوئی ایک مرتد ہو جائے تو طلاق کے بغیر ہی جدائی واقع ہو جائے گی۔ یہ امام ابو حنیفہ اور ابو یوسفؒ کا مسلک ہے۔

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ“

www.KitaboSunnat.com

امام محمدؒ فرماتے ہیں کہ اگر ارتداد خاوند کی طرف سے ہو تو یہ فرقت طلاق ہوگی امام محمدؒ ارتداد کو اسلام سے انکار کرنے پر قیاس کرتے ہیں اور دونوں میں مشترک علت ہم اوپر بیان کر آئے ہیں۔

امام ابو یوسفؒ اپنے سابقہ اصول پر قائم رہے جو انکار اسلام کی صورت میں مذکورہ ہوا ہے امام ابو حنیفہؒ انکار اسلام اور ارتداد میں فرق کرتے ہیں اس لئے کہ ارتداد اس لئے نکاح کے منافی ہے کہ وہ جان کی حفاظت وصیانت کے منافی ہے اور طلاق فقط نکاح کو زائل کرتی ہے۔ لہٰذا ارتداد کو طلاق قرار نہیں دیا جا سکتا بخلاف اسلام سے انکار کرنے کی صورت کے کیونکہ اس صورت میں امساک بالمعروف ممکن نہیں اس لئے جیسا کہ ہم اوپر بیان کر چکے ہیں۔ مناسب طریقے سے چھوڑ دینا واجب ہوگا لہٰذا انکار اسلام کی صورت میں جدائی عدالتی فیصلے پر موقوف ہوگی مگر ارتداد کی صورت میں عدالتی فیصلے پر موقوف نہ ہوگی۔

ارتداد کی وجہ سے تفریق کی صورت میں حق مہر کے احکامات :

مسئلہ (18) ثم ان کانا الزوج

پھر اگر ارتداد خاوند کی طرف سے ہو تو عورت کو مباشرت شدہ ہونے کی صورت میں پورا حق مہر ملے گا اور غیر مباشرت شدہ ہونے کی صورت میں نصف حق مہر ملے گا۔

اگر عورت ارتداد اختیار کر لے تو مباشرت شدہ ہونے کی صورت میں اسے پورا حق مہر ملے گا اور غیر مباشرت شدہ ہونے کی صورت میں نہ اسے نصف مہر ملے گا اور نہ ہی نفقہ کیونکہ جدائی کا سبب خود عورت کا ارتداد ہے۔

میاں بیوی کا ارتداد اور پھر اسلام کی طرف رجوع :

مسئلہ (19) وان ارتداد معاً

اور اگر دونوں اکٹھے مرتد ہوں اور پھر اکٹھے اسلام لے آئیں تو دونوں کا نکاح برقرار رہے گا یہ استحسان ہے۔

امام زفرؒ فرماتے ہیں کہ نکاح باطل ہو جائے گا کیونکہ جب ایک کا ارتداد نکاح کے منافی ہے تو دونوں کے مرتد ہونے سے بھی ایک کا ارتداد لازم آتا ہے۔

ہماری دلیل وہ روایت ہے کہ بنی حنیفہ کے لوگ مرتد ہوگئے پھر اسلام لے آئے مگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے انہیں تجدید نکاح کے بارے میں کچھ نہ کہا اور ان کے مرتد ہونے کی تاریخ کا صحیح علم نہیں لہٰذا یہی تصور کیا جائے گا کہ وہ اکٹھے مرتد ہوئے تھے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

ارتداد کی صورت میں فاسد نکاح :

مسئلہ (۲۰) ولو اسلم

اگر دونوں کے ارتداد کے بعد ان میں سے ایک اسلام لے آئے تو نکاح فاسد ہو جائے گا کیونکہ دوسرا ارتداد پر مصر ہے اور یہ ارتداد نکاح کے منافی ہے جیسا کہ ابتداء میں منافی ہے۔

خود آزمائی

1- اگر کسی غیر مسلم نے شرعی احکام کو نظر انداز کرتے ہوئے نکاح کیا تو کیا ان کا نکاح درست ہوگا۔

2- اگر کسی غیر مسلم نے کسی محرمہ عورت سے نکاح کیا تو اس بارے میں اختلاف مسالک پر بحث کیجئے۔

3- اگر کوئی مرد مرتد ہو جائے یا عورت مرتد ہو جائے.... تو دارالاسلام اور دارالحرب میں دونوں صورتوں کے احکام کیا ہوں گے۔

4- والدین (ماں باپ) کے اختلاف مذہب کی صورت میں اولاد کا مذہب کونسا ہوگا؟

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

دو بیویوں کی صورت میں مرد کی طرف سے برابری :

مسئلہ (۱) واذا کان لرجل

اور اگر ایک مرد کے نکاح میں دو آزاد عورتیں ہوں تو مرد پر واجب ہے کہ باری میں عدل وانصاف سے کام لے خواہ دونوں کنواری ہوں یا شوہر دیدہ یا ایک کنواری ہو اور دوسری شوہر دیدہ۔

جیسا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جس شخص کی دو بیویاں ہوں تو وہ باری کی تقسیم میں ایک کی طرف زیادہ میلان رکھے تو وہ قیامت کے دن ایسے حال میں پیش ہوگا کہ اس کا وہ پہلو ٹیڑھا ہوگا۔

ام المومنین حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم باری کے سلسلے میں اپنی ازواج مطہرات میں پورے عدل وانصاف سے کام لیتے اور فرماتے یا اللہ یہ وہ تقسیم ہے جو میرے اختیار میں تھی۔ پروردگار اس معاملے میں مجھ سے مؤاخذہ نہ فرما، جو میرے بس میں نہیں، یعنی کسی ایک سے طبعی طور پر محبت کا زیادہ ہونا ہم نے جو مذکورہ روایتیں بیان کی ہیں ان میں یہ ملحوظ نہیں رکھا کہ عورت کنواری ہے یا شوہر دیدہ۔

نئی اور پرانی بیوی میں برابری :

مسئلہ (۲) والقدیمة والجدیدة

اور سابقہ اور نئی بیوی میں یکسانیت ہوگی :

کیونکہ مذکورہ روایات مطلق بیان ہوئی ہیں۔ نیز اس لئے بھی کہ تقسیم دیگر حقوق نکاح (نفقہ وسکنیٰ وغیرہ) کی طرح ہے اور ان میں اس قسم کا کوئی تفاوت نہیں باری کی مقدار کرنا خاوند کے اختیار میں ہے کیونکہ قسامت میں جو واجب ہے وہ فقط مساوات ہے نہ کہ کوئی خاص طریق جس سے مراد صرف شب بسری ہے مباشرت میں مساوات نہیں کیونکہ وہ تو طبعیت کی خوشنودی پر منحصر ہے۔

آزاد اور غلام عورت میں برابری کی صورت :

مسئلہ (۳)

اگر دو عورتوں میں سے ایک آزاد ہو اور دوسری باندی ہو تو آزاد عورت کا حصہ دو تہائی اور باندی کا ایک تہائی ہوگا جیسا کہ حدیث نبوی میں وارد ہے (ان الحرة ان اقامت علی ضرات فلها یومان ولامة یوم)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

اگر آزاد عورت پر سوکن لائی جائے تو آزاد عورت کیلئے دو دن اور باندی کیلئے ایک دن ہو گا) نیز اس لئے بھی کہ باندی سے نکاح کی حلت حرہ کی حلت سے کم ہے لہٰذا حقوق میں بھی فرق رہے گا مکاتبہ مدبرہ اور ام ولد بھی بمنزلہ باندی شمار ہوں گی کیونکہ ابھی غلامی کا اثر ان میں موجود ہے۔

القدوریؒ نے لکھا ہے کہ حالت سفر میں عورتوں کیلئے حق قسامت ضروری نہیں اور مرد ان میں سے جسے چاہئے سفر میں ہمراہ لے جاسکتا ہے بہتر تو یہ ہے کہ ان کے درمیان قرعہ ڈالے اور جس کے نام قرعہ نکلے اسے ساتھ لے جائے۔

امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ قرعہ ڈالنا ضروری ہے کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم جب کبھی سفر پر تشریف لے جاتے تو ازواج مطہرات میں قرعہ ڈالتے تھے۔

احناف کہتے ہیں کہ قرعہ عورت کے دل کو خوش کرنے کیلئے ہے لہٰذا یہ حکم استحبابی ہے۔ نیز خاوند کی مسافرت کے وقت کسی عورت کو ہمرکابی کا لازمی حق حاصل نہیں کیا آپ نہیں جانتے کہ خاوند کسی کو ساتھ لئے بغیر بھی سفر پر جاسکتا ہے تو پھر جس کو چاہئے ساتھ لے جائے اور یہ عرصہ باری میں بھی شمار نہ کیا جائے گا۔

اگر کوئی عورت دوسری کیلئے اپنی باری ترک کردے تو جائز ہے:

حضرت سودہ بنت زمعہؓ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے درخواست کی تھی کہ آپ ان سے رجوع کر لیں۔ وہ اپنی باری عائشہؓ کو دے دیں گی اور عورت اپنا حق دے کر دوبارہ واپس بھی لے سکتی ہے کیونکہ اس نے وہ اپنے اپنے ذمے سے ساقط کیا تھا جو ابھی تک واجب نہیں ہوا تھا۔ لہٰذا وہ کلیۃً ساقط نہ ہو گا۔

خود آزمائی

1- عورت میں حقوق کی تقسیم پر بحث کیجئے۔

2- باندی سے کیا مراد ہے؟ کیا آزاد عورت اور باندی کی باریوں میں فرق ہے؟

3- حالت سفر میں مرد کس بیوی کو ہمراہ لے جائے؟ بحث کیجئے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

یونٹ نمبر 5

طلاق کے طریقے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

فہرست مضامین

یونٹ کی تمہید
یونٹ کا تعارف 103
یونٹ میں زیر بحث آنے والے موضوعات 104
یونٹ کے مقاصد 104
-1 طلاق السنۃ 105
طلاق احسن 106
طلاق حسن 106
طلاع بدعت 106
طلاق سنت 107
غیر مدخولہ عورت کو طلاق 108
کم سن یا بوڑھی عورت کیلئے طلاق سنت کے احکام 108
طلاق سنت کے احکام 108
حاملہ عورت کو طلاق دینے کا وقت 109
حاملہ عورت کو طلاق 109
حالت حیض میں طلاق (ا) 110
حالت حیض میں طلاق (ب) 110
حالت حیض میں طلاق (ج) 111
اہلیت طلاق 111
طلاق مکروہ 113
نشے کی صورت میں طلاق 113
گونگے شخص کی طلاق 113
114

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

	باندی اور غلام کی طلاق	114
	خود آزمائی نمبر 1	115
-2	طلاق کا طریقہ کار	116
	طلاق دینے کے الفاظ	116
	طلاق کے الفاظ (ا)	116
	طلاق کے الفاظ (ب)	117
	طلاق کے الفاظ (ج)	117
	طلاق کو اعضاء بدن کی طرف منسوب کرنا	118
	وہ الفاظ جن کی ادائیگی پر طلاق نہیں ہوتی	119
	طلاق کی تعداد کا مسئلہ (ا)	120
	طلاق کی تعداد کا مسئلہ (ب)	120
	طلاق کو بعض اعمال سے مشروط کرنا	122
	خود آزمائی نمبر 2	123
-3	زمانے کی طرف طلاق منسوب کرنے کے احکام	124
	اگر طلاق کو اگلے دن سے منسوب کر دیا جائے تو	124
	اگر طلاق کو اسی دن سے منسوب کر دیا جائے تو	124
	اگر طلاق کو ماضی سے منسوب کیا جائے تو	125
	نکاح سے پہلے طلاق دینا	125
	طلاق کے الفاظ	128
	خود آزمائی نمبر 3	128
-4	غیر روایتی الفاظ سے طلاق دینے کے احکام	129
	اگر مرد عورت سے کہے کہ تجھے ایک طلاق یا نہی تو	129
	اگر مرد نے عورت سے کہا کہ تجھے میری یا تیری موت پر طلاق تو	130
	ملکیت کی صورت میں طلاق	131

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

	خود آزمائی نمبر 4	131
-5	طلاق میں تشبیہ دینے اور اس کی وصف بیان کرنے کے احکام	132
	تین کے اشارے سے طلاق	132
	طلاق کو کسی زیادتی یا شدت سے منسوب کرنا (ا)	132
	طلاق کو شدت سے منسوب کرنا (ب)	134
	خود آزمائی نمبر 5	135
-6	قبل از مباشرت طلاق دینے کا بیان	136
	غیر مدخولہ بیوی کو طلاق (ا)	136
	غیر مدخولہ بیوی کو طلاق (ب)	136
	غیر مدخولہ بیوی کی باطلہ طلاق	136
	ایک طلاق (ا)	137
	ایک طلاق (ب)	138
	ایک طلاق (ج)	138
	خود آزمائی نمبر 6	139
-7	کنایات کا بیان	140
	کنایہ کی مختلف صورتیں	140
	کنایہ میں نیت کی اہمیت	141
	خود آزمائی نمبر 7	144
-8	تفویض طلاق کا بیان	145
	مرد کا عورت کو طلاق کا اختیار دینا	145
	عورت کے اختیار کا باطل ہونا	145
	اختیار کے استعمال کی صورت میں طلاق کی نوعیت	146
	اختیار دینے میں طلاق کی نیت	147
	اختیار سے عورت کا تین طلاقیں دینا	147

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

	طلاق رجعی کا واقع ہونا	148
9-	عورت کو طلاق دینے کا حق دینے کے احکامات	149
	بیوی کا معاملہ اس کے ہاتھ میں دینا	149
	معاملہ کے اختیار میں وقت کا تعین	149
	وقت کو آج یا کل سے منسوب کرنا	150
	وقت کو کسی کی آمد سے مشروط کرنا	151
	عورت کے اختیار کی مدت	151
	عورت کے اختیار کی معتبر مجلس	152
10-	مشیت کے احکام	154
	طلاق کے اختیار میں مرد کی نیت کا اعتبار	154
	طلاق رجعی کا وقوع پذیر ہونا	154
	حق تفویض کا باطل ہونا	155
	اختیار کا مطلق ہونا	156
	بیوی کے علاوہ کسی دوسرے کو طلاق دینے کا حق دینا	156
	اس حق کا استعمال	156
	تین طلاقوں کے حق کے باوجود ایک طلاق کا استعمال	157
	طلاق کے حق کے تفویض میں اختلاف کی صورت	158
	کوئی طلاق واقع نہ ہونے کی صورت	158
	عورت کے حق طلاق کا باطل ہونا	159
	عورت کو تفویض کردہ طلاق کی تعداد	160
	حق تفویض کو عورت کی رضامندی سے مشروط کرنا	161
	حق تفویض میں مرد کو رجوع کا حق	161
	حق تفویض کا غیر مشروط ہونا	162
	حق تفویض میں امام ابو حنیفہ کا مؤقف	162

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ“

www.KitaboSunnat.com

	خود آزمائی نمبر 8	163
-11	طلاق میں قسم کھانے یا شرط لگانے کے احکام	164
	طلاق کو آئندہ نکاح سے مشروط کرنا	164
	طلاق کا شرط سے مشروط ہونا	164
	ملکیت طلاق نہ رکھنے کی صورت میں طلاق کو مشروط کرنا	165
	طلاق کو گھر میں داخل ہونے سے مشروط کرنا	165
	طلاق میں شرط کے الفاظ	165
	کلمہ کے لفظ کو شرط طلاق کے لئے استعمال کرنا	166
	میاں بیوی میں شرط کے بارے میں اختلاف	167
	قسم کی تائید صرف عورت سے ہو سکنے کی صورت	167
	طلاق کو حیض سے مشروط کرنا	168
	طلاق کو روزے سے مشروط کرنا	169
	طلاق کو پیدائش سے مشروط کرنا	169
	طلاق کو کسی شخص سے گفتگو سے مشروط کرنا	170
	طلاق کو گھر میں داخل ہونے سے مشروط کرنا (ا)	171
	طلاق کو گھر میں داخل ہونے سے مشروط کرنا (ب)	171
	طلاق کو مباشرت سے مشروط کرنا	172
	خود آزمائی نمبر 9	173
-12	استثناء کے بیان میں	174
	طلاق کو ان شاء اللہ سے مشروط کرنا	174
	تین طلاقوں میں سے کا استثناء	174
	خود آزمائی نمبر 10	175
-13	مریض کی طلاق کا بیان	176
	مرض الموت میں طلاق	176

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

حالت مرض میں عورت کے ایماء پر تین طلاقیں 176

حالت مرض کی طلاقوں کے بعد عورت کے لیے وراثت میں حق 177

لعان کی حالت میں موت کے بعد عورت کا وراثت میں حق 178

طلاق کو مہینے کے آغاز سے مشروط کرنا 179

عورت کی طرف سے طلاق رجعی کے مطالبہ پر طلاق 181

مرض الموت کی طلاق میں عورت کا حق 81

دشمنوں کے محاصرہ کے دوران حق طلاق کا استعمال 82

خود آزمائی نمبر 11 83

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

احکام طلاق

تمہید

نکاح اور طلاق.....احوال شخصیہ (Family Law) کے دو ایسے لازمی اور ضروری حصے ہیں' جن کے بغیر انسانی تہذیب و تمدن کی عمارت مکمل نہیں ہو سکتی۔

پھر جس طرح تہذیب انسانی دو انسانوں کے باہمی ملاپ کے لئے نکاح و ازواج جیسے قواعد و ضوابط کا تقاضا کرتی ہے۔ اسی طرح انسانی زندگی اور اس کے وسعت پذیر تمدن کے تقاضے' ایسے دو انسانوں کے مابین' جو کسی وجہ سے ایک جگہ اکٹھے نہیں رہ سکے' جدائی اور تفریق طلب کرتے ہیں۔

شریعت اسلامیہ نے انسانی تہذیب و تمدن کے ان تمام جذبوں کو پیش نظر رکھا ہے اور ایک ایسا مجموعہ قوانین تشکیل دیا ہے جس میں تمام انسانی تقاضوں کی بھرپور عکاسی کی گئی ہے...... میاں بیوی میں اس تفریق اور جدائی کا اصطلاحی عنوان "طلاق" ہے۔

طلاق کے لغوی معنی رفع القید (کسی کو رہا کرنے یا بیڑیاں کھول دینے) کے ہیں اور اصطلاح شریعت میں اس ؒ سے مراد :

عبارہ میں حکم شرعی یرفع القید النکاح بالفاظ مخصوصہ....(حاشیۃ البدایہ) مخصوص الفاظ کے ساتھ قید نکاح کو ختم کر دینا ہے۔ طلاق سے متعلق تمام احکام آئندہ یونٹوں (13-18) میں زیر بحث آئیں گے۔ اس حصے کا مطالعہ آپ کو طلاق سے متعلق ہمہ جہتیں معلومات سے روشناس کرے گا۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

طلاق کے طریقے

1- یونٹ کا تعارف :

شریعت نے جہاں مسلمانوں کو طلاق کی اجازت دی ہے' وہاں اس کے مختلف طریقوں سے بھی آگاہ کر دیا ہے۔ ان میں سے کچھ طریقے ایسے ہیں جو بہت اچھے ہیں' کچھ جائز اور کچھ بدعت (گناہ) ہیں'.... ان میں سے اگر مسنون اور صحیح طریقوں کی پابندی کی جائے' تو نہ صرف یہ کہ بندہ جلد بازی کا خمیازہ بھگتنے سے بچ جاتا ہے' بلکہ وہ مسلکی اختلاف وانتشار سے بھی محفوظ رہتا ہے۔

2- یونٹ میں زیر بحث آنے والے موضوعات :

اس یونٹ میں حسب ذیل امور زیر بحث آئیں گے۔

1- طلاق السنہ' مسنون طلاق (حسن' احسن) اور طلاق بدعت کے طریقے اور ان کے احکام

2- وقوع طلاق... طلاق دینے کے دو طریقے ہیں' ایک یہ کہ صریح لفظوں میں طلاق دی جائے اور دوسرا یہ کہ کنائے میں طلاق واقع کی جائے' ان دونوں طریقوں پر اسعنوان کے تحت بحث ہوگی۔

3- طلاق کی زمانے کی طرف نسبت (جیسے کوئی شخص کہے کہ جب محرم کا مہینہ آئے تو تجھے طلاق۔ اسی طرح کسی خاص موقع کی طرف انتساب۔

4- طلاق صریح کی صورت میں مختلف قانونی الفاظ..... اور ان کے ذیلی مباحث۔

5- طلاق کو مختلف اشیاء سے تشبیہ دینے کی بحث۔

6- مباشرت سے قبل طلاق کے احکام

7- بیوی کو طلاق کا اختیار دینے کا بیان

8- طلاق کا معاملہ بیوی کے ہاتھ میں دینے کے احکام

9- بیوی یا کسی دوسرے مرد کی مشیعت (جانچنے) سے طلاق کو معلق کرنے کے احکام

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

10- طلاق کی قسمیں کھانے کے احکام

11- قسم میں استثناء کے احکام

12- مریض کی طلاق کے احکام

3- یونٹ کے مقاصد :

اس یونٹ میں ان مختلف مباحث کے مطالعے سے آپ اس قابل ہو جائیں گے کہ طلاق کی مختلف صورتوں کو جان اور ان کے بارے میں شرعی احکام معلوم کر سکیں۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

طلاق السنۃ

مسئلہ (1)

''طلاق کی تین صورتیں ہیں' حسن' احسن اور بدعت۔ احسن (سب سے عمدہ صورت) یہ ہے کہ خاوند اپنی بیوی کو ایسی پاکی (طہر) میں صرف ایک طلاق دے جس میں اس نے اس سے مباشرت نہ کی ہو اور پھر اسے چھوڑ دے۔ تا آنکہ اس کی عدت گزر جائے۔''

طلاق احسن :

اس لیے کہ صحابہ کرام (ضرورت کے وقت) یہی طریقہ پسند کرتے تھے کہ وہ صرف ایک طلاق دیں۔ تا آنکہ اس کی عدت گزر جائے۔ یہ طریقہ ان کے ہاں اس طریقے سے زیادہ افضل تھا کہ مرد ہر ایک پاکی (طہر) میں طلاق دے۔ اس لیے کہ یہ طریقہ ندامت (پشیمانی) سے بعید اور عورت کو نقصان پہنچانے کے اعتبار سے سب سے کم تر ہے۔ البتہ طلاق کی کراہیت میں کسی کو کوئی اختلاف نہیں ہے۔

طلاق حسن :

''طلاق حسن جو طلاق سنت بھی کہلاتی ہے یہ ہے کہ وہ ایسی بیوی کو جس سے اس نے مباشرت کی ہو۔ تین طہروں میں ایک ایک طلاق دے۔ امام مالکؒ فرماتے ہیں کہ ایسی طلاق بدعت ہے اور صرف ایک طلاق دینا جائز ہے۔ اس لیے کہ طلاق اصلاً ممنوع ہے۔ اور اس کی اجازت محض عورت کی دستگاری کیلئے ہے۔ اور یہ ضرورت ایک طلاق سے پوری ہو گئی ہے۔

ہماری دلیل نبی اکرم ﷺ کا حضرت عبداللہ بن عمر سے ہے ارشاد مبارک ہے کہ آپ نے فرمایا :

(ان السنة ان يستقبل الطهر استقبالاً فيطلقها لكل قرء تطليقة) (الدارقطني) کہ سنت یہ ہے کہ وہ طہر کا انتظار کرے اور پھر اسے اس طرح طلاق دے کہ ہر ایک طہر میں ایک طلاق ہو۔ علاوہ ازیں اس

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

لیے بھی کہ حکم کا مدار ضرورت کی دلیل پر ہے۔ جو ایسے وقت میں طلاق کا قدم اٹھاتا ہے جس وقت میں عورت کی طرف مرد کی رغبت بڑھ جاتی ہے۔ یعنی اس کی پاکی کے ایام۔ اس کی دلیل (حاجت) پیش نظر اس کی حاجت و ضرورت متکرر ہو جاتی ہے۔ پھر کہا گیا ہے کہ طلاق کے وقوع طہر کے آخر تک موخر نہیں ہوتے تاکہ عدت کی طوالت سے بچا جا سکے لیکن زیادہ واضح قول یہ ہے کہ جیسے ہی وہ پاک ہو وہ اس کو طلاق دیدے۔ اس لیے کہ اگر اس نے اس معاملے کو مؤخر کیا تو عین ممکن ہے کہ وہ اس سے مباشرت کا مرتکب ہو جائے۔ جس کی بنا پر طلاق دینے والا شخص مباشرت کے بعد طلاق واقع کرنے والا ہو جائے گا۔ جو کہ طلاق بدعت ہے۔

طلاق بدعت :

"طلاق بدعت یہ ہے کہ وہ اپنی بیوی کو ایک ہی جملے (تین طلاق) کے ساتھ اسے طلاق دے یا ایک ہی طہر (پاکی میں) میں طلاق دیدے۔ جب اس نے یہ کر دیا تو یہ طلاقیں واقع ہو جائیں گی اور وہ گنہگار ہو گا۔"

امام شافعی فرماتے ہیں کہ ہر ایک طلاق اس کے لئے مباح (جائز) ہے اس لیے کہ وہ ایک جائز تصرف ہے اس لیے اس سے حکم معلوم ہوتا ہے اور کسی امر کا جائز (مباح) ہونا۔ ممنوعیت کے ساتھ اکٹھا نہیں ہو سکتا۔ خلاف حالت حیض میں طلاق دینے کے، اس لیے زیادہ ممانعت طلاق دینے کی نہیں ہے بلکہ عورت کی عدت دراز کرنے کی بنا پر ہے۔ ہماری دلیل یہ ہے کہ طلاق اصولاً ممنوع ہے اس لیے کہ اس سے نکاح کا رشتہ ختم ہو جاتا ہے جس کے ساتھ دینی اور دنیاوی مصالح وابستہ ہیں اور ضرورت اس مرد سے آزادی حاصل کرنا ہے جس کے لیے تینوں طلاقیں جمع کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ اسی دلیل کی بناء پر پاکی کے آخری دنوں میں طلاق دینا درست ثابت ہے۔ اور فی نفسہ اس کی ضرورت بھی بر قرار ہے۔ للذا اس دلیل کا اس پر وقوع کرنا ممکن ہے۔ اور فی نفسہ اس کا جواز، اس اعتبار سے کہ وہ عورت کی غلامی کو ختم کرنے والی ہے کسی دوسرے سبب سے اس کی ممانعت کے منافی نہیں ہے۔ جیسا کہ ہم نے اوپر بیان کیا۔ (کروہ نکاح کی قاطع ہونے کی بنا پر ناپسندیدہ شے ہے)۔ اسی طرح ایک ہی پاکی میں دو طلاقیں دینا بھی بدعت ہے۔ جیسا کہ ہم نے اوپر بیان کیا ہے۔ البتہ ایک طلاق جو بائن (جدا کرنے والی ہو) کے بارے میں اختلاف ہے۔ الاصل میں امام محمد نے لکھا ہے کہ اس نے سنت سے خطا کی ہے اس لیے کہ اس کی رہائی یا جدائی میں ایک شے وصف کے اضافہ کی قطعاً کوئی ضرورت نہیں ہے۔ اور دوسری روایت میں سے کہ وہ مکروہ نہیں ہے اس لیے کہ فوری رہائی کے لیے اس کی ضرورت ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

طلاق سنت :

مسئلہ ....(۳)

اور طلاق میں سنت دو طریقوں سے ہے۔

ایک سنت وقت کے اعتبار سے ہے اور تعداد کے اعتبار سے۔ تعداد کے اعتبار سے سنت میں مباشرت کردہ اور غیر مباشرت کردہ عورت یکساں ہے۔ جس کی ہم نے تفصیل بیان کردی ہے۔ (ایک طہر میں صرف ایک طلاق دینا) اور وقت کے اعتبار سے سنت صرف مباشرت کردہ عورت کے ساتھ مختص ہے اور وہ یہ ہے کہ اسے ایسے طہر میں طلاق دے جس میں اس نے اس سے مباشرت نہ کی ہو۔ اس لیے کہ یہاں عورت کی دلیل کو ملحوظ رکھا گیا ہے جو طلاق کا ایسے وقت میں اقدام ہے جس میں مرد کی عورت کی طرف رغبت متجدد ہوتی ہے اور وہ ایسی پاکی ہے جو مباشرت سے خالی ہو۔ جب کہ ناپاکی (حیض) کا وقت تو کراہت کا وقت ہے اور پاکی میں ایک مرتبہ مباشرت سے رغبت کم پڑ جاتی ہے۔

غیر مدخولہ عورت کو طلاق :

مسئلہ ۳

اور غیر مدخولہ (غیر مباشرت کردہ) عورت کو ایک ہی طلاق دی جائے خواہ وہ پاکی کے دنوں میں ہو یا ناپاکی کے دنوں میں)

اس مسئلے میں امام زفرؒ کو اختلاف ہے (ان کے نزدیک غیر مباشرت کردہ عورت کو بھی ناپاکی کے دنوں میں طلاق دینا بدعت ہے وہ اسے مباشرت کردہ عورت پر قیاس کرتے ہیں۔ ہماری دلیل یہ ہے کہ غیر مباشرت شدہ عورت کے ساتھ مرد کی رغبت حیض آنے سے کم نہیں ہوتی۔ جب تک کہ مرد کا اس سے مقصد حاصل نہ ہو جائے اور مباشرت کردہ عورت کے ساتھ مرد کی رغبت پاکی کے ساتھ دوبارہ پیدا ہو جاتی ہے۔

کم سن یا بوڑھی عورت کے لیے طلاق سنت کے احکام :

مسئلہ ۴

"اگر کسی عورت کو کم سنی یا بڑھاپے کے باعث حیض نہ آتا ہو اور مرد عورت کو طلاق سنت دینا چاہے تو وہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اسے ایک طلاق دے دے اور جب مہینہ گزر جائے تو وہ اسے دوسری طلاق دیدے۔ اس لیے کہ اس کے حق میں مہینہ ہی حیض کے قائم مقام ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے (اللائی یئسن من المحیض من نسائکم. ان ارتبتم فعدتھن ثلثه اشھر واللائی لم یحضن۔)(الطلاق اور وہ عورتیں جو حیض کرنے سے ناامید ہو گئی ہیں اگر تمہیں شک ہو تو ان کی عدت تین مہینے ہے اور ان عورتوں کی بھی جنہیں حیض ابھی نہ آتا ہو" اور مہینے کو خصوصاً قائم مقام ٹھہرانا اس لیے ہے کہ اسکے حق میں مہینے کو استبراء کے لیے اندازہ کیا جا سکے۔ اور اسی سے حیض ہے نہ کہ پاکی۔

پھر اگر تو طلاق مہینے کی ابتداء میں دی جائے تو مہینوں کا اعتبار چاند سے ہو گا۔ اور اگر مہینے کے وسط میں دی جائے تو پھر (تیس) دنوں کا۔ عدت کے حق میں بھی۔ امام ابو حنیفہ کے نزدیک یہی حکم ہے۔ اور صاحبین کے نزدیک اول کو آخری کے ساتھ اور دو متوسط مہینوں کو چاند کے ساتھ مکمل کیا جائے گا اور یہی مسئلہ کتاب الاجارات کا ہے۔

طلاق سنت کے احکام (ب) :

مسئلہ ۲

"اور یہ بھی جائز ہے کہ وہ اسے طلاق دے دے اور مباشرت اور طلاق میں قطعاً کوئی وقفہ نہ دے" امام زفر فرماتے ہیں کہ ان دونوں (مباشرت اور طلاق کے مابین ایک ماہ کا وقفہ کرے اس لیے کہ ایسی عورتوں میں مہینہ حیض کے قائم مقام ہے۔ اس لیے کہ مباشرت کے ساتھ عورت کی طرف رغبت کم ہو جاتی ہے اور یہ رغبت وقفے کے بعد نئی ہوتی ہے اور یہ ایک ماہ ہے ہم کہتے ہیں کہ ایسی عورتوں میں حمل قرار پانے کا وہم نہیں ہو سکتا اور حیض والی عورتوں میں کرامت اس کی بنا پر ہوتی ہے۔ اس لیے کہ اس کی بناء پر عدت کی حیثیت بدل جاتی ہے اور جہاں تک مرد کی رغبت کا تعلق ہے تو اگرچہ وہ ایک پہلو سے کم ہو رہی ہے جو انہوں نے بیان کی ہے۔ لیکن وہ ایک اور پہلو سے بڑھ جاتی ہے اس لیے کہ اسے ایسی عورت سے مباشرت کرنے میں زیادہ رغبت ہوتی ہے جس میں حمل کا امکان نہ ہو تاکہ وہ بچے کی ولادت کی محنت سے محفوظ رہے۔ لہٰذا اس کا سارا وقت ہی مرد کے لیے رغبت کا باعث ہے۔ لہٰذا وہ زمانہ حمل کی طرح قرار پائے گا۔ رہا اگر عورت کو حمل ٹھہر جائے تو اس کو اس کے دوران جب مرد چاہے طلاق دے سکتا ہے۔

حاملہ عورت کو طلاق دینے کا وقت (الف) :

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

مسئلہ ۷

"اور حاملہ عورت کو مباشرت کے بغیر بھی طلاق دینا جائز ہے" اس لیے کہ اس صورت میں عورت کے طریقے میں اشتباہ پیدا نہیں ہو سکتا اور حمل کا زمانہ مباشرت کے لیے رغبت کا زمانہ ہے اس لیے کہ وہ معلق نہیں ہے یا اس کی وجہ یہ ہے کہ عورت اس کے بچے کی ماں بننے والی ہوتی ہے

لہٰذا مباشرت کرنے سے اس کی اس سے رغبت کم نہ ہو گی۔

حاملہ عورت کو طلاق (ب) :

مسئلہ ۸

(اور حاملہ عورت کو طلاق سنت دینے کے لیے ایک ایک ماہ کا وقفہ کرے یہ امام ابو حنیفہ اور امام محمدؒ کا مسلک ہے اور امام محمد فرماتے ہیں کہ (وہ طلاق سنت کے لیے وہ اسے صرف ایک ہی طلاق دے)

اس لیے کہ اصولاً طلاق ممنوع ہے۔ اور شرع میں اس کی اجازت عدت میں وقفوں کے ساتھ طلاق کے وارد کرنے کی صورت میں آئی ہے۔ اور حاملہ عورت کے حق میں مہینہ فاصلہ کرنے والا نہیں ہے وہ اس عورت کی طرح ہو گی جس کی پاکی طویل ہو جائے۔ طرفین کہتے ہین کہ اس کا جواز ضرورت کی بناء پر ہے او مہینہ اس کی دلیل ہے۔ جیسا کہ آئسہ (بڑی عورت) اور نابالغ عورت کے حق میں ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ فطرت سلیمہ کے لیے اس میں نئے سرے سے عورت کی طرف رغبت پیدا ہوتی ہے لہٰذا وہ اس پر نشان اور رہنمائی کرنے والے کی اہلیت رکھتا ہے جب کہ وہ عورت جس کا طہر طویل ہو جائے اس کا حکم اس سے مختلف ہے۔ اس لیے کہ اس کے حق میں نشانی طہر ہے اور اس کی کسی بھی وقت آنے کی امید کی جاتی ہے جب کہ حمل کی صورت میں حیض آنے کی کوئی گنجائش نہیں ہوتی۔

حالت حیض میں طلاق (الف) :

مسئلہ ۷

"اگر مرد نے عورت کو حالت حیض میں طلاق دیدی تو طلاق واقع ہو جائے گی"

اس لیے کہ اس کی ممانعت کسی خارجی سبب کی بنا پر ہے اور وہ وہی ہے جس کا ہم پیچھے ذکر کر آئے ہیں۔ (کہ عورت کے لیے اس کی عدت طویل نہ ہو جائے) لہٰذا اس کا جواز ختم نہ ہو گا۔" اور اس کے لیے مستحب یہ ہے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

کہ وہ اس عورت سے رجوع کرے"۔ اسلیے کہ نبی اکرم ﷺ نے حضرت عمرؓ سے فرمایا تھا کہ اپنے صاحب زادے سے کہو کہ وہ اپنی بیوی سے رجوع کرے۔ انہوں نے اپنی بیوی کو حالت حیض میں طلاق دے دی تھی اس لیے (حیض کے دوران میں) وقوع طلاق اور طلاق سے رجوع کرنے دونوں مسئلوں کا اثبات ہوتا ہے۔ پھر بعض مشائخ کے مطابق یہ رجوع کرنا مستحب ہے (یہی امام شافعی اور امام احمد بن حنبل کا بھی مسلک ہے) اور صحیح یہی ہے کہ نبی اکرم ﷺ کے حکم (صیغہ امر) پر عمل کی بنا پر رجوع کرنا واجب ہے۔ تاکہ اس کے اثر یعنی عدت درست ہو اور عورت کو طویل عدت کی بنا پر نقصان نہ پہنچے۔

حالت حیض میں طلاق (ب):

مسئلہ ۸

علامہ القدروی فرماتے ہیں "پھر جب عورت پاک ہو جائے اور پھر عورت کو حیض آجائے تو پھر وہ پاک ہو جائے پھر وہ اگر طلاق دینا چاہے تو طلاق دیدے اور اگر گھر میں رکھنا چاہتا ہے تو اسے گھر میں روکے رکھے"۔

فرماتے ہیں کہ "یہ حکم الاصل میں مذکور ہے اور امام الطحاوی فرماتے ہیں کہ اس طہر میں دوبارہ طلاق دے سکتا ہے جو اس حیض سے متصل ہے۔

علامہ ابوالحسن الکرخی نے لکھا ہے کہ امام الطحاوی نے جو بیان کیا ہے وہ امام ابو حنیفہ کا قول ہے۔ اور جو الاصل میں مذکور ہے وہ صاحبین کا قول ہے۔ الاصل میں مذکورہ قول کی دلیل یہ ہے کہ سنت یہ ہے کہ وہ ہر دو طلاقوں کے مابین ایک ایک حیض کا فاصلہ کرے اور یہاں دونوں کے مابین جو فاصلہ ہے وہ نامکمل حیض کا ہے۔ لہٰذا وہ اس حیض کو دوسرے حیض کے ساتھ ملا کر مکمل کرے تاکہ اس کے لیے مسنون طریقے پر طلاق دینا ممکن ہو سکے۔ دوسرے قول کی وجہ یہ ہے کہ طلاق کا اثر رجوع کرنے کی بناء پر ختم ہو چکا ہے لہٰذا وہ ایسے ہی ہو گیا ہے جیسے کہ گویا اسے حیض میں طلاق ہی نہیں دی۔ لہٰذا اس کے لیے اس حیض میں طلاق دینا مسنون ہوگا جو اس سے متصل ہے۔

حیض میں طلاق (ج):

مسئلہ ۹

(اور جس شخص نے اپنی بیوی سے کہا کہ جو حیض والی عورتوں میں سے ہو اور وہ اس کے ساتھ مباشرت

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

کر چکا ہو کہ تجھے تین سنت طلاق اور اس وقت اس کی کوئی نیت نہ ہو تو اسے ہر ایک طہر (پاکی) کے موقع پر ایک طلاق ہو جائے گی) اس لیے کہ اس کے الفاظ (للسنۃ) میں لام برائے وقت ہے اور مسنون طلاق کا وقت ایسا طہر ہے جس میں مباشرت نہ کی گئی ہو (اور اگر اس کی نیت یہ تھی کہ اسے تینوں طلاقیں اسی وقت ہو جائیں یا ہر ایک مہینے کے شروع میں اسے طلاق ہو تو اس کا حکم اس کے مطابق ہے۔ جس کی اس نے نیت کی)

خواہ وہ حیض کی حالت میں ہو یا طہر کی حالت میں۔ امام زفر فرماتے ہیں کہ اس کی سب کو یکجا کرنے کی نیت درست نہ ہو گی اس لیے کہ وہ بدعت ہے جو کہ سنت کے بالمقابل ہے۔ ہماری دلیل یہ ہے کہ اس کے الفاظ میں اس کا احتمال ہے اس لیے کہ وہ بھی وقوع کے لحاظ سے مسنون ہے کیوں کہ اسکا وقوع سنت (حدیث) کی بنا پر ہے (حدیث سے ثابت ہے) محض وقوع کی بناء پر نہیں لہٰذا مطلق کلام شامل نہ ہو گا اور اس کی نیت کے وقت اس کو اس میں شامل سمجھا جائے گا۔

اگر وہ عورت آئسہ (بڑی عمر) ہو یا ان عورتوں میں سے ہو جن کی عدت مہینوں کے ساتھ شمار کی جاتی ہو تو اس وقت ایک طلاق پڑ جائے گی۔ دوسرے مہینے کے بعد دوسری اور تیسرے مہینے کے بعد تیسری واقع ہو جائے گی'' اس لیے کہ اس کے حق میں مہینہ ویسے ہی حاجت کی دلیل ہے جیسے کہ حیض والی عورتوں میں طہر (پاکی) ہے جیسا کہ ہم نے اوپر بیان کیا۔

''اگر اس نے یہ نیت کی کہ تینوں طلاقیں اس وقت واقع ہو جائیں تو وہ اس وقت واقع ہو جائیں گی''۔ یہ ہمارا مسلک ہے دلیل وہی ہے جو ہم اوپر بیان کر کے آئے ہیں کہ ان کا وقوع سنت سے ثابت ہے۔ خلاف اس صورت کے جب اس نے کہا انت طالق للسنۃ (تجھے سنت کے لیے طلاق ہے) اور اس نے تین طلاقوں کی صراحت نہیں کی اس طرح کہ اس میں تینوں کو جمع کرنے کی نیت درست نہیں۔ اسلیے کہ اس میں تین طلاقوں کی نیت اس اعتبار سے درست تھی کہ اس میں لام وقت کے لیے ہے لہٰذا وہ عموم وقت کے لیے فائدہ دے گا۔ جس کی ضرورت میں سے اس میں واقع ہونے والی طلاقوں کی عمومیت بھی ہے۔ پھر جب اس نے سب کو جمع کرنے کی نیت کی تو وقت کی تعمیم باطل ہو گئی۔ لہٰذا اس میں تین طلاقوں کی نیت درست نہ ہو گی۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

اہلیت طلاق :

مسئلہ ......(۱)

ہر خاوند کی دی ہوئی طلاق نافذ ہو گی بشر طیکہ وہ عاقل اور بالغ ہو لیکن بچے اور دیوانے اور سوئے ہوئے شخص کی طلاق واقع نہ ہو گی"

کیونکہ حضور ﷺ کا ارشاد ہے "(کل طلاق جائز الا طلاق الصبی والمجنون")(سوائے بچے اور مجنوں کی طلاق کے ہر طلاق جائز ہے) نیز اس لیے بھی کہ اہلیت ہمیشہ اس وقت پائی جاتی ہے جب انسان صاحب عقل اور صاحب تمیز ہو مگر بچہ اور دیوانہ دونوں اس سے محروم ہیں اور سونے والا اپنے آپ میں نہیں ہوتا۔

طلاق مکروہ :

مسئلہ ......(۱۱)

"طلاق مکروہ (مجبور کیے ہوئے شخص کی طلاق "واقع ہو جاتی ہے"

لیکن امام شافعیؒ کو اس سے اختلاف ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ مجبوری اختیار کے منافی ہے اور اختیار پر ہی تمام شرعی تصرفات کا مدار ہے۔ بخلاف مذاق کرنے والے کی طلاق کے کیونکہ وہ الفاظ کی ادائیگی میں خود مختار ہوتا ہے۔

ہماری دلیل یہ ہے کہ مجبور شخص نے اپنی منکوحہ بیوی کو طلاق دینے کا قصد اس حالت میں کیا ہے جب وہ اس کا اہل تھا۔ للذا اس کا یہ قصد اس کے شرعی حکم کے نفاذ سے خالی نہ ہو گا۔ تاکہ اس کی ضرورت پوری ہو سکے۔ للذا اسکی طلاق اپنی مرضی سے طلاق دینے والے شخص کی طرح واقع ہو گی۔ کیونکہ اس کے سامنے دو برائیاں ہیں اور اسنے دونوں میں سے چھوٹی برائی کو اختیار کر لیا ہے اور طلاق دینا اس کے قصد و اختیار کی علامت ہے اتنی بات ضرور ہے کہ وہ اس کے حکم پر راضی نہیں ہے مگر طلاق کے نفاذ پر راضی نہ ہونا طلاق کے واقع ہونے میں مخل نہیں ہوتا جیسا کہ مذاق میں طلاق دینے کا یہی حکم ہے۔

نشے کی صورت میں طلاق :

مسئلہ ......(۲)

"نشے میں مدہوش شخص کی دی ہوئی طلاق واقع ہو جاتی ہے"۔

امام کرخیؒ طحاویؒ اور امام شافعیؒ کے ایک قول کے مطابق ایسی طلاق واقع نہیں ہوتی۔ اس لیے کہ قصد کا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

مدار عقل پر ہے اور (نشے کی وجہ سے) اس کی عقل زائل ہو جاتی ہے۔ جیسا کہ انسان بھنگ یا کوئی نشہ آور دواء (افیون) لے کر فاتر العقل ہو جاتا ہے۔

ہماری دلیل یہ ہے کہ یہاں اس کی عقل غلط کام (معصیت) کی وجہ سے زائل ہوتی ہے' للذا سزا کے طور پر حکماً عقل کو "باقی" سمجھا جائے گا۔ تاہم اگر شراب پینے اسے سر ورد ہو گیا اور سر درد سے اس کی عقل زائل ہو گئی تو طلاق واقع نہ ہو گی۔

گونگے شخص کی طلاق :

مسئلہ.....(3) وطلاق الاخرس۔

"اور گونگے شخص کی طلاق اشارے سے درست طور پر واقع ہو جاتی ہے۔" کیونکہ اس کے اشارے اس کی طرف سے اظہار خیال ہیں۔ للذا اشارے کو ضرورت کے تحت عبارت کے قائم مقام گردانا جائے گا۔ ان پر اس کتاب کے آخر میں بحث کی جائے گی۔ ان شاء اللہ تعالیٰ۔

باندی اور غلام کی طلاق :

مسئلہ...(4) طلاق الامۃ.

"لونڈی کے لئے دو طلاقیں ہیں' خواہ اس کا خاوند آزاد ہو یا غلام" اس طرح آزاد عورت کی طلاقیں تین طلاقیں ہیں' خواہ اس کا خاوند آزاد ہو یا غلام۔

امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ طلاق کا مدار مردوں پر ہے جیسا کہ حضرت محمد ﷺ کا ارشاد ہے: ("الطلاق بالرجال والعدۃ بالنساء")(طلاق کا مدار مردوں پر اور عدت کا مدار عورتوں پر ہے۔)

نیز اس لیے بھی کہ نکاح میں (عورت پر) ملکیت نکاح کا حصول ایک اعزاز ہے۔ جو آدمیت کا ثمرہ ہے اور یہ وصف آزاد مرد میں اپنے کمال پر ہوتا ہے اس لیے اس کا حق ملکیت زیادہ ہوتا ہے۔ للذا اسی کا اعتبار ہوتا ہے۔

ہماری دلیل حضور نبی اکریم ﷺ کا وہ ارشاد ہے "طلاق الامۃ ثنتان وعدتھا حیضتان" (باندی کی طلاقیں دو ہیں اور اس کی عدت دو حیض ہیں) نیز اس لیے بھی کہ عورت کا مرد کے نکاح میں آنا اس کے حق میں بمنزلہ نعمت کے ہے۔ کہ وہ گھر کی مالکہ بن جاتی ہے۔ للذا اس پر مراد ہو گا۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

مسئلہ ..(5) واذا التزوج العبد۔

اور اگر غلام اپنے آقا کی اجازت سے کسی عورت سے نکاح کرے' اور وہ اپنی بیوی کو طلاق دیدے تو اس کی دی ہوئی طلاق واقع ہو جائے گی۔ اس کے آقا کی طرف سے دی گئی طلاق واقع نہ ہو گی۔

اس لیے کہ ملکیت نکاح غلام کو حاصل ہے لہٰذا اس کو اپنا یہ حق ساقط کرنے کا اختیار ہو گا۔

خود آزمائی نمبر 1

1- طلاق کی اقسام کون کون سی ہیں۔ ہر ایک تفصیل بیان کیجئے۔

2- کیا ایک ہی دفعہ یا ایک ہی دن تین طلاقیں دینے سے وہ واقع ہو جاتی ہیں۔

3- وقت اور تعداد کے لحاظ سے سنت طلاق میں جو فرق ہے اسے واضح کیجئے۔

4- اگر کسی عورت کو ناپاکی نہ آتی ہو تو اس کی سنت طلاق کا طریقہ کیا ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

2) طلاق کا طریقہ کار

طلاق دینے کے الفاظ :

مسئلہ ...(1) الطلاق علی ضربین۔

1- "طلاق کی دو قسمیں ہیں : صریح اور کنایہ 'صریح جیسے کہ کوئی کہ "انت طالق و مطلقة و طلقتك" (تجھے طلاق ہے' تو مطلقہ ہے' تجھے میں نے طلاق دی) ان الفاظ سے طلاق رجعی واقع ہو گی۔" اس لیے کہ یہ الفاظ طلاق ہی میں استعمال ہوتے ہیں اور کسی اور مفہوم میں نہیں ہوتے۔ للذا یہ الفاظ طلاق کے لئے صریح ہیں اور رجوع کرنا نص قرآنی سے ثابت ہے (وبعولتهن احق بردهن) ان کے خاوند ان کو لوٹا لانے کے زیادہ حق دار ہیں۔

2- "طلاق صریح میں نیت کی ضرورت نہیں ہوتی۔" کیونکہ یہ الفاظ کثرت استعمال کی بناء پر اس مفہوم میں صریح ہیں۔ اسی طرح اگر کسی شخص نے ان الفاظ سے بائن کی نیت کی (تب بھی طلاق رجعی ہوئی) کیونکہ شرع نے جس طلاق کو عدت گزارنے کے ساتھ مشروط کیا ہے وہ اسے اسی وقت واقع کرنے کی کوشش کر رہا ہے للذا اس کا یہ قصد قابل قبول نہ ہو گا۔

طلاق کے الفاظ (الف)

مسئلہ ....(۲) ولو نوی اطلاق

3- "اگر خاوند کہے کہ لفظ طلاق سے اس کی مراد قید سے آزادی تھی (نہ کہ نکاح سے آزادی) تو عدالتی طور پر اس کی بات تسلیم نہیں کی جائے گی" کیونکہ وہ ظاہر کے خلاف ہے البتہ اسے اس کے اور اللہ کے مابین دیانۃً سچا مانا جائے گا کیونکہ ان الفاظ میں ان معانی کا احتمال موجود ہے۔

4- "اور اگر مرد نے اس لفظ سے کام سے آزادی کی نیت کی تو عدالتاً اس کی بات قبول ہو گی نہ دیانتاً" اس لیے کہ طلاق تو نکاح کی قید سے آزالہ ورفع کے لیے ہے وہ عمل سے مقید نہیں۔ امام ابو حنیفہ کے نزدیک اسے دیانتاً سچا تسلیم کیا جائے گا کیونکہ لفظ طلاق (کام سے آزادی) کے لیے بھی استعمال ہوتا ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

5۔ ''اگر مرد یوں کہے انت مطلقۃ (حرف طا پر جزم کے ساتھ) تو طلاق واقع نہ ہو گی'' جب تک وہ طلاق کی نیت نہ کرے کیونکہ یہ لفظ اس معنی میں عرف عام میں مستعمل نہیں لہٰذا صریح نہ ہو گا۔

طلاق کے الفاظ (ب) :

مسئلہ .... (3) ولا یقع بہ

6۔ القدوریؒ فرماتے ہیں کہ ''اور مذکورہ طلاقوں کے الفاظ سے صرف ایک ہی طلاق ہو گی خواہ وہ ایک سے زیادہ طلاقوں کی نیت کیوں نہ کر لے''

امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ مرد کی نیت کے مطابق طلاق واقع ہو جائے گی کیونکہ اس لفظ میں اس کا احتمال موجود ہوتا ہے جیسا کہ عالم کے لفظ میں علم بھی موجود ہوتا ہے۔ لہٰذا اس کے ساتھ تعداد کے لفظ کو ملایا جا سکتا ہے۔ لہٰذا (انت طالقی ثلاثاً) ثلاث (تین) تفسیر ہونے کی بنا پر منصوب ہے۔

7۔ ہماری دلیل یہ ہے کہ (طلاق) صفت مفرد ہے (جو ایک شخص واحد کی صفت کے طور پر آتی ہے) کیونکہ تثنیہ کی حالت میں طالقان اور تین کے لیے طوالق استعمال ہوتا ہے اس لیے اس لفظ میں ایک سے زیادہ تعداد کا احتمال نہیں ہے کیونکہ تثنیہ وجمع واحد کی ضد ہیں جہاں تک امام شافعی کا استدلال ہے تو طالق میں جو مصدر ہے وہ تو عورت کی صفت ہے لفظی معنی ایک مرتبہ طلاق دی گئی عورت اور وہ عدد جو اس کے ساتھ متصل ہے دراصل وہ مصدر محذوف کی صفت ہے یعنی طلاقاً (تین بار طلاق) جیسے کہ تو کہے میں نے اسے کثرت سے دیا تو مطلب یہ ہوتا یعنی کثرت سے مال دیا۔

طلاق کے الفاظ (ج) :

مسئلہ ...... (4) ولو قال انت اطلاق

1۔ اگر مرد نے کہا انت الطلاق یا انت طالق الطلاق یا انت طالق طلاقاً اور ان الفاظ سے اس کی کچھ نیت نہ ہو ایک یا دو کی نیت ہو تو ایک رجعی طلاق واقع ہو گی اور اگر تین کی نیت کی تو تین طلاقیں واقع ہوں گی۔

دوسرے اور تیسرے جملے سے طلاق کا وقوع تو ظاہر ہی ہے کیونکہ جب اس نے صرف صفت (انت طالق) کا لفظ بولا تب بھی (طلاق) واقع ہو جاتی ہے تو اس نے (صفت) کا بھی ذکر کیا اور ساتھ ہی مصدر کا بھی تو گویا اس نے اس کی تاکید میں اضافہ کر دیا۔ لہٰذا طلاق ضرور واقع ہو گئی۔ پہلے جملے سے طلاق اس طرح واقع ہوتی ہے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

کہ اگرچہ مذکورہ لفظ مصدر ہے مگر اس سے مراد اسم ہے جیسا کہ کہا جاتا ہے "رجل عدل" (تو عادل مرد ہے) اس طرح انت الطلاق بمنزلہ انت طالق کے ہے اس قاعدے کے تحت مرد اگر انت طلاق کہہ دے تو طلاق واقع ہو جائے گی اور نیت کی حاجت نہ رہے گی۔ البتہ یہ ایک رجعی طلاق ہوگی جیسا کہ ہم پہلے بیان کر آئے ہیں کہ کثرت استعمال کی بناء پر یہ صریح طلاق ہے۔

2۔ مذکورہ الفاظ میں تین طلاقوں کی نیت بھی درست ہے اس لیے مصدر میں عموم اور کثرت کا احتمال ہوتا ہے کیونکہ مصدر اسم جنس ہوتا ہے لہٰذا اسے باقی اسمائے نے جنس پر قیاس کیا جائے گا اور یہ ادنیٰ درجے (وحدہ شخصی) اور اعلیٰ (وحدہ نوعی) دونوں کو شامل ہوگا۔

3۔ البتہ مذکورہ الفاظ میں دو کی نیت درست نہیں۔ امام زفرؒ جواز کے قائل ہیں وہ کہتے ہیں کہ دو کا عدد بھی تین کے عدد کا حصہ ہے لہٰذا جب تین طلاقوں کی نیت کی جاسکتی ہے تو دو کی نیت بھی درست ہوگی۔

4۔ ہم کہتے ہیں کہ تین طلاقوں کی نیت اس کے اسم جنس ہونے کی بنا پر درست ہوتی ہے حتیٰ کہ اگر بیوی باندی ہو تو اسم جنس کی بنا پر دو کی نیت بھی درست ہوگی۔ جب کہ آزاد عورت کے حق میں دو کا عدد اسم جنس نہیں ہے محض ایک عدد ہے اور یہ لفظ اس کا احتمال رکھتا ہے اس لیے کہ واحد کے الفاظ میں وحدہ کا مفہوم یعنی ایک فرد مراد ہوتا ہے یا ایک جنس اور دو یعنی تثنیہ نہ تو مفرد ہے اور نہ ہی جنس۔ لہٰذا یہ مراد نہیں ہو سکتا۔

5۔ "اور اگر مرد نے کہا انت طالق الطلاق" اور کہا کہ طالق سے میرا مقصد ایک طلاق تھا اور الطلاق سے دوسری (طلاق) تو اس کی بات سچی سمجھی جائے گی" اور دو رجعی طلاقیں واقع ہوں گی۔ کیونکہ دونوں لفظ وقوع طلاق کی اہلیت رکھتے ہی گویا اس نے طالق وطالق کہا۔ اگر عورت مدخولہ (مباشرت کردہ) ہو تو دو رجعی طلاقیں واقع ہوں گی۔

طلاق کو اعضاء کی طرف منسوب کرنا:

مسئلہ ....(5) واذا اضاف

"اگر مرد طلاق کو پوری عورت یا اس کے ان اعضاء کی طرف منسوب کرے جنؒ سے مراد پوری عورت ہو تو طلاق واقع ہو جائے گی"

کیونکہ اس نے طلاق کی نسبت صحیح جگہ کی طرف کی ہے "مثلاً یوں کہے انت طالق (تجھے طلاق ہے" اس میں تاء مونث (عورت) کی ضمیر ہے" یا رقبتك طالق" (تیری گردن کو طلاق ہے) اعنقك طالق

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

(تیری گردن کو طلاق ہے) یا راسك طالق (تیرے سر کو طلاق ہے) یا روحك یا بدنك یا جسدك یا فرجك یا وجهك طالق (تیری روح یا بدن یا جسم یا تیری شرم گاہ یا منہ کو طلاق ہے) کیونکہ ان سب الفاظ سے پورا بدن مراد لیا جاتا ہے۔ جسد اور بدن کے الفاظ میں تو ظاہر ہی ہیں اسی طرح دوسرے الفاظ ہیں (مثلاً رقبہ کے بارے میں) اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں "پس ایک گردن کی آزادی ہے" یہاں رقبہ سے مراد پورا غلام ہے) "فظلت اعناقهم (ان کی گردنیں جھک گئیں) "عنق سے مراد صاحب عنق یعنی آدمی ہے" حضور کا ارشاد ہے "لعن الله الفروج علی السروج" (فروج سے مراد عورتیں ہیں) "فلان راس القوم یا وجه القوم" (راس اور وجہ سے مراد پورا انسان ہے) وهلك رومه یعنی نفسہ اسی معنی میں دم (خون) کا لفظ بھی استعمال ہوتا ہے جیسے دمہ ھدر (اس کا خون رائیگاں گیا) اسی طرح نفس کا لفظ ہے اور یہ ظاہر ہے۔

اسی طرح اس نے اس کے کسی پھیلے ہوئے عضو کی طرف طلاق کی اضافت کی تو بھی یہی حکم ہے مثلاً کہا جائے تیرے نصف یا تیسرے حصے کو طلاق ہے (کیونکہ پھیلا ہوا حصہ "بیع" وغیرہ کی طرح تمام تصرفات کا محل بن سکتا ہے مثلاً نصف یا تہائی غلام کی فروخت جائز ہے) اسی طرح پھیلا ہوا حصہ محل طلاق بھی بن سکتا ہے لیکن وقوع طلاق کی صورت میں اس کی شہرت کی تقسیم ممکن نہیں۔ لہٰذا ضرورت کے تحت پوری عورت کو طلاق واقع ہوگی۔

وہ الفاظ جن کی ادائیگی پر طلاق نہیں ہوتی :

1۔ "اور اگر مرد نے کہا کہ تیرے ہاتھ کو طلاق ہے یا تیرے پاؤں کو طلاق تو طلاق واقع نہ ہوگی"

امام زفرؒ اور امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ عقد نکاح کی بنا پر عورت کے اس عضو سے فائدہ اٹھایا جا چکا ہے اور ایسی شے حکم نکاح کی محل ہوتی ہے لہٰذا وہ عضو محل طلاق بھی ہوگا (اور طلاق کی وجہ سے ناجائز ہو جائے گا) اور حکم طلاق اس کے منسوب کرنے کی وجہ سے اس عضو میں ثابت ہوگا اور پھر یہی حرمت سارے جسمانی اعضاء تک ممتد ہو جائے گی۔ جس طرح پھیلے ہوئے حصے شائع میں اس کے تم بھی قائل ہو۔ بخلاف اس صورت کے جب نکاح کو بھی ایسے عضو (معین) کی طرف منسوب کرے کیونکہ ایسی صورت میں عضو کا حکم متعین ہو کر تمام اعضاء پر غالب نہیں آسکتا بلکہ باقی عضو کی حرمت ایک عضو کی حلت پر غالب آجائے گی۔ اس لیے کہ جب حلت و حرمت کا مقابلہ ہو تو حرمت کا حکم غالب ہوتا ہے اور طلاق کا معاملہ اس کے برعکس ہے۔

2۔ ہماری دلیل یہ ہے کہ مرد نے طلاق کو بدن کے ایسے عضو کی طرف منسوب کیا ہے جو اس کا محل نہیں

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہے لہٰذا یہ نسبت لغو ہو گی۔ جیسے مرد طلاق کو اس کے تھوک یا ناخن کی طرف منسوب کرے وجہ یہ ہے کہ محل طلاق وہ چیز بن سکتی ہے جس میں اس کے لیے مدش کا پہلو پایا جائے کیونکہ لفظ طلاق اس بات سے آگاہ کرتا ہے کہ (عورت کے لیے) وہ مدش اٹھ گئی ہے اور نکاح کی بنا پر عورت کے ہاتھ میں کوئی مدش نہیں ہوتی۔ اس لیے کہ کسی معین عضو کی طرف نکاح کی نسبت بھی درست نہیں۔ خلاف عضو شائع کے اس لیے کہ وہ ہمارے نزدیک محل نکاح ہے لہٰذا نکاح کی نسبت جزء شائع کی طرف درست ہو گی لہٰذا عضو شائع محل طلاق بھی ہو گا۔ پشت اور پیٹ کی طرف طلاق منسوب کرنے میں آئمہ کے مابین اختلاف ہے۔ مشہور قول یہ ہے کہ طلاق واقع نہیں ہو گی کیونکہ ان اعضاء سے پورا بدن مراد نہیں لیا جاتا۔

طلاق کی تعداد کا مسئلہ (الف) :

مسئلہ ....(6) وان طلقها نصف تطليقه

1۔ ''اور اگر مرد نے عورت کو نصف یا ایک تہائی طلاق دی تو ایک طلاق واقع ہو جائے گی''

اس لیے کہ طلاق کی تقسیم نہیں ہو سکتی اور ہر وہ چیز جو اجزاء میں منقسم نہ ہو سکے اس کے بعض حصے کے تذکرہ کرنے سے پوری شے مراد ہو گی اور اس سے اوپر کے حصوں (چوتھائی، دسواں وغیرہ کے ذکر کرنے کی صورت میں بھی یہی حکم ہے۔

2۔ ''اور اگر مرد نے عورت سے کہا انت طالق انصاف تطلیقتین (تجھے دو طلاقوں کی تین تین نصف طلاقیں) تو تین طلاقیں واقع ہو جائیں گی''

کیونکہ دو طلاقوں کا نصف ایک طلاق ہے اور جب تین نصف حصے جمع ہو جائیں تو ضرورۃ تین طلاقیں بن جائیں گی۔

3۔ ''اور اگر مرد نے کہا انت طالق ثلاثۃ انصاف تطلیقہ'' تجھے تین نصف طلاقیں) تو بعض آئمہ کے نزدیک دو طلاقیں واقع ہوں گی'' اس لیے کہ تین نصف حصے مل کر ڈیڑھ بنیں گے مگر آدھی طلاق مکمل ہو کر پوری بن گئی اس طرح دو مکمل طلاقیں ہو گئیں۔ یعنی آئمہ نے کہا کہ تین ہی واقع ہوں گی کیونکہ ہر نصف مکمل ہو کر ایک طلاق بن جاتی ہے اس طرح پوری تین طلاقیں ہو جائیں گی۔

طلاق کی تعداد کا مسئلہ (ب) :

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

مسئلہ..........(7)ولو قال ایت طالق

1۔ ''اور اگر مرد نے کہا انت طالق من واحدہ الی ثنتین او مابین واحدہ الی ثنتین'' (تجھے ایک سے دو تک یا جتنی ایک سے دو تک کے درمیان ہیں طلاقیں) تو امام ابو حنیفہ کے نزدیک ایک ہی طلاق واقع ہو گی۔''

''اور اگر یہ کہا انت طالق من واحدہ الی ثلاث او ما بین واحدہ الی ثلاث (تجھے ایک سے تین تک یا ایک اور تین کے مابین طلاقیں) تو امام ابو حنیفہ کے نزدیک دو طلاقیں واقع ہوں گی۔ صاحبین فرماتے ہیں کہ پہلی صورت میں دو اور دوسری صورت میں تین واقع ہوں گی'' امام زفرؒ کے نزدیک پہلی صورت میں کچھ بھی واقع نہ ہو گا البتہ دوسری صورت میں ایک طلاق واقع ہو گی یہی قیاس ہے کیونکہ عدد کے دونوں کنارے اپنے میں داخل نہیں ہوتے جیساکہ کوئی آدمی کہے گا میں نے اس دیوار سے اس دیوار تک جگہ فروخت کر دی'' تو دونوں دیواریں بیع میں داخل نہیں ہوں گی۔ صاحبین کا قول استحسان پر مبنی ہے اسلیے کہ جب اس قسم کا کلام کہا جاتا ہے تو بالعموم اس سے مراد کل ہی ہوتا ہے جیسے آپ کسی سے کہیں کہ خذ من مالی من درھم الی مائہ (تو میرے مال سے ایک سے سو درہم تک لے لیے تو ایک اور سو بھی اس میں داخل شمار ہوتے ہیں۔ امام ابو حنیفہ فرماتے ہیں کہ اس قسم کے کلام میں کم تعداد سے بڑی تعداد اور بڑی سے چھوٹی تعداد مراد ہوتی ہے (جو یہاں دو ہے) لہٰذا دو طلاقیں ہی واقع ہوں گی۔ جیسے کہ لوگ کہتے ہیں کہ میری عمر ساٹھ اور ستر سال کے درمیان ہے تو انہتر کا عدد مراد ہو گا اور اگر یوں کہے کہ میری عمر ساٹھ، اکسٹھ سال ہے ساٹھ سال مراد ہوں گے اور لوگ عموماً یہی مراد لیتے ہیں جیساکہ مذکور ہو چکا ہے۔

2۔ اور ایسے جملہ سے پورا عدد مراد لینا جائز طریقہ ہے لیکن طلاق میں اصل حکم مسابقت کا ہے (لہٰذا آپ کا بیان کردہ طریق یہاں جاری نہ ہو گا)(پھر امام زفرؒ کے جواب میں فرماتے ہیں) کہ پہلی اس صورت میں غایۃ کا موجود ہونا ضروری ہے تاکہ اس دوسری پر غایۃ مرتب ہو سکے اور اس کا پایا جانا تبھی درست ہو سکتا ہے جب کہ وہ عدد واقع ہو جائے۔ خلاف بیع کے (کہ وہاں غایۃ اولیٰ کے اعتبار کرنے کی ضرورت نہیں) کیونکہ وہاں تو دونوں غایتیں ہی بیع سے پہلے موجود ہوتی ہیں۔

3۔ اور اگر مرد کہے ''انت طالق واحدہ فی ثنتین اور وہ اس سے ضرب و حساب کی نیت کرے یا کچھ نیت نہ کرے تو ایک طلاق واقع ہو گی'' امام زفرؒ فرماتے ہیں کہ عرف حساب کے تحت دو واقع ہوں گی حسن بن زیاد کا بھی یہی قول ہے۔

4۔ ہم کہتے ہیں کہ عمل ضرب اجزاء کو بڑھانے کے لیے ہوتا ہے۔ ضرب کیے جانے والے عدد میں

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

اضافے کے لیے نہیں تو گویا یہاں ایک کے دو حصے ہو گئے ہیں (2-1) تو اگر ایک طلاق کے اجزاء کثیر ہو جائیں تو اس سے تعدد لازم نہیں آتا۔

5۔ "اگر وہ اس جملہ سے ایک اور دو کی نیت کرے تو تین طلاقیں ہی واقع ہوں گی" کیونکہ ان الفاظ میں یہ احتمال موجود ہے اس لیے کہ واؤ جمع کے لیے بھی استعمال ہوتی ہے اس طرح ظرف بھی مظروف کے ساتھ جمع ہوتا ہے اگر عورت غیر مدخولہ ہو تو ایک طلاق واقع ہو گی جیسا کہ اگر وہ کہتا انت طلاق واحدہ واثنین تو تب یہی حکم ہے۔

6۔ "اور اگر اس نے دو کے ساتھ ایک کی نیت کی تو تین طلاقیں واقع ہو جائیں گی" کیونکہ کلمہ فی مع کے معنی بھی مستعمل ہے جیسے کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے "فادخل فی عبادی ای مع عبادی (میرے بندوں میں داخل ہو جا) اگر وہ فی سے مراد ظرفیت لے تو ایک طلاق واقع ہو گی کیونکہ طلاق میں ظرف بننے کی صلاحیت نہیں ہوتی لہٰذا دوسری چیز یعنی فی شتین کا ذکر لغو ہو گا۔

7۔ "اگر مرد نے کہا انت طالق اثنین فی اشتین (دو دو دو) اور وہ اس ضرب و حساب کی نیت کی تو دو طلاقیں واقع ہوں" امام زفرؒ کے نزدیک تین کیونکہ حساب کے قاعدے (4=2x2) کے۔ پیش نظر تو چار ہوتی ہیں مگر تین سے زیادہ طلاقوں کا وقوع ممکن نہیں مگر ہم کہتے ہیں کہ اعتبار ابتداء مذکور لفظوں کا ہوتا ہے جیسا کہ ہم اوپر بیان کر آئے ہیں۔

طلاق کو بعض اعمال کے ساتھ مشروط کرنا:

مسئلہ............ (7) ولو قال انت طالق

1۔ "اور اگر مرد نے کہا تجھے یہاں سے ملک شام تک طلاق"
تو یہ ایک رجعی طلاق ہو گی" امام زفرؒ کے نزدیک اس سے بائن طلاق ہو گی کیونکہ مرد نے طلاق کو طول سے متصف کیا ہے مگر ہم کہتے ہیں کہ اس نے تو بلکہ طلاق کی چھوٹے ہونے سے وصف کی ہے اس لیے کہ جب طلاق واقع ہو جاتی ہے تو ہر جگہ واقع ہو جاتی ہے۔

2۔ "اور اگر مرد نے کہا تجھے مکہ مکرمہ میں طلاق تو اس وقت طلاق واقع ہو جائے گی خواہ عورت کسی بھی شہر میں ہو"

اسی طرح اگر مرد نے کہا انت طالق فی الدار تجھے گھر میں طلاق تو طلاق ہو جائے گی" اس لیے کہ طلاق کسی ایک مقام کے ساتھ مختص نہیں ہوتی۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

3۔ اگر اول الذکر صورت میں مرد کہے کہ میرا مطلب یہ تھا کہ جب تو مکہ مکرمہ میں جائے گی تو تجھے طلاق ہو گی تو دیانۃً مرد کی بات کی تصدیق کی جائے گی عداتاً نہیں کیونکہ اس نے ایسی خفیہ بات کی نیت کی ہے جو ظاہر کے خلاف ہے۔

4۔ "اور اگر مرد نے کہا انت طالق اذا دخلت مکه
(جب تو مکہ میں داخل ہو تو تجھے طلاق) تو جب تک وہ مکہ مکرمہ میں داخل نہ ہو گی طلاق واقع نہ ہو گی"
اس لیے کہ مرد نے طلاق کو دخول مکہ سے مشروط کیا ہے۔

اسی طرح اگر مرد نے کہا انت طالق فی دخولك الدار (تجھے گھر میں داخلے کے وقت طلاق) تو یہ طلاق اس عمل سے معلق ہو جائے گی کیونکہ ظرف اور شرط باہم ملتے جلتے ہیں لہٰذا ظرف مذکور نہ ہونے کی صورت میں اسے شرط سمجھا جائے گا۔

خود آزمائی نمبر 2

1۔ علامہ المرغینانی نے طلاق کی جن دو اقسام کا ذکر کیا ہے ان پر نوٹ لکھیں۔

2۔ قضاءً (عداتاً) اور دیانۃً کی اصطلاحوں میں جو فرق ہے اسے اپنے الفاظ میں بیان کیجئے۔

3۔ اگر مرد کہے تجھے یہاں سے لے کر شام (ملک) تک طلاق تو اس کا کیا حکم ہو گا۔

4۔ درج ذیل کی وضاحت کریں اور اس بارے میں فقہاء کی آراء کا ذکر کریں۔

1۔ طلاق صریح اور کنایۃ

2۔ طلاق کی گنتی

3۔ طلاق کو اعمال سے منسلک کرنا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

3۔ زمانے کی طرف طلاق منسوب کرنے کے احکام

مسئلہ......(1)

اگر طلاق کو اگلے دن سے منسوب کر دیا جائے :

1۔ "اگر مرد عورت سے کہے انت طالق غداً (تجھے کل طلاق ہے) تو اسے طلوع فجر کے وقت طلاق واقع ہو جائے گی"

کیونکہ اس نے عورت کو آئندہ کل کے پورے دن میں طلاق سے موصوف کیا ہے لہٰذا طلاق واقع ہو جائے گی "اگر دن کے آخری وقت کی نیت کرے تو دیانتاً اس کی تصدیق کی جائے گی عدالتاً نہیں اس لیے کہ اس نے عموم میں تخصیص کی نیت کی ہے جس کا احتمال موجود تو ہے مگر ظاہر کے خلاف ہے۔

اگر طلاق کو اسی دن سے منسوب کر دیا جائے تو :

مسئلہ......(2) ولو قال

"اگر مرد نے کہا "انت طالق الیوم غداً او غدا الیوم" (تجھے آج کل یا کل آج طلاق) تو جو وقت وہ پہلے کہے گا اسی کا اعتبار ہوگا" پہلی صورت میں اسی دن اور دوسری صورت میں دوسرے دن طلاق واقع ہوگی کیونکہ جب اس نے آج کہا تو یہ لفظ فوری طور پر نافذ ہوگا اور فوری نفاذ اضافت کا احتمال نہیں رکھتا اور اگر اس نے پہلے غدا (کل) کہا تو اس میں اضافت (نسبت) ہے اور کسی متعین وقت سے منسوب حکم کا نفاذ فوری نہیں ہوتا کیونکہ اس وقت سے اضافت ہو جاتی ہے لہٰذا دونوں صورتوں میں دوسرا لفظ لغو قرار پائے گا۔

اگر طلاق کو اگلے دن کے کسی ایک حصے سے منسوب کر دیا جائے تو :

"اور اگر مرد نے انت طالق فی غد (تجھے کل طلاق) کہا اور اس نے کہا کہ میری نیت دن کے آخری وقت کی تھی تو امام ابو حنیفہ کے نزدیک عدالتی طور پر بھی تصدیق کی جائے گی مگر صاحبین کے نزدیک نہیں۔

اس لیے کہ مرد نے عورت کو کل کے تمام دن کے ساتھ طلاق سے منسوب کیا ہے گویا اس نے فی غد کے بجائے غدا کہا لہٰذا عدم نیت کی صورت میں دن کے پہلے حصے میں طلاق واقع ہو جائے گی۔ اس لیے کہ فی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(میں) کا اثبات اور حذف برابر ہوتا ہے اس لیے کہ "غد" دونوں صورتوں میں ظرف ہے۔

امام ابو حنیفہ فرماتے ہیں کہ خاوند نے حقیقت کلام کی قیمت کی ہے کیونکہ کلمہ فی حقیقۃ ظرف کے لیے ہے اور ظرف میں استیعاب ضروری نہیں ہوتا اور عدم کی نیت کی صورت میں جز اول کی اس لیے تھی کہ وہاں اس کا کوئی متضاد نہ تھا۔ اور ضرورۃً ہم نے ایسا ہی سمجھا مگر مرد نے دن کا آخری حصہ جب خود ہی نیت کے ساتھ مختص کر دیا تو تعین ارادی تعین ضروری سے اولیٰ قرار پائے گی۔ بخلاف مرد کے غدا کہنے کے کہ یہ جملہ وضاحت کا متقاضی ہے کیونکہ اس نے عورت کو طلاق سے پورے دن میں موصوف کیا ہے۔ جیسے کوئی کہے واللہ میں تمام عمر روزہ رکھوں گا اور پہلی کی مثال یہ ہے کہ واللہ میں اپنی تمام عمر روزہ رکھوں گا اور یہی حکم دھر اور فی الدھر (زمانے) کہنے کا ہے۔

اگر طلاق کو ماضی سے منسوب کیا جائے تو :

مسئلہ ......(3) وان قال

"اور اگر مرد نے کہا کہ تجھے گزشتہ روز طلاق حالانکہ اس نے شادی کی آج کی ہو تو اس سے کچھ واقع نہ ہوگا"

کیونکہ اس نے طلاق کو ایک ایسے وقت کی طرف منسوب کیا ہے جس میں اسے طلاق کا حق حاصل نہ تھا لہٰذا یہ کلام لغو ہو جائے گا جیسے کہے انت طالقی قبل ان اخلق (تجھے میرے پیدا ہونے سے پہلے طلاق) نیز اس لیے بھی اس جملے کی تصحیح کرنا ممکن ہے وہ اس طرح کہ گویا مرد خبر دے رہا ہے کہ کل ہمارا نکاح ہی نہ تھا یا پھر یہ کہ کل وہ کسی دوسرے خاوند کی مطلقہ تھی (اور آج میری منکوحہ ہے)

لیکن اگر مرد نے اس عورت سے گزشتہ کل سے پہلے نکاح کیا ہو تو اسی وقت طلاق واقع ہو جائے گی کیونکہ اس صورت میں اس نے طلاق کو ملکیت کی منافی حالت کی طرف منسوب نہیں کیا اور اسے مرد کی طرف خبر بنا کر جملے کی تصحیح بھی نہیں کی جا سکتی۔ لہٰذا انشاء (نئی خبر) ہوگی اور ماضی میں کسی چیز کا نفاذ گویا اس کا حال میں نفاذ کرنا ہے لہٰذا طلاق اسی وقت واقع ہوگی۔

نکاح سے پہلے طلاق دینا :

مسئلہ ....(4)

"اگر مرد نے کہا انت طالق قبل ان اتزوجک "اس سے قبل کہ میں تجھے نکاح میں لاؤں تجھے طلاق) تو کچھ واقع نہ ہوگا"

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

کیونکہ اس نے طلاق کو ایسے وقت کی طرف منسوب کیا ہے جب اسے طلاق دینے کا حق حاصل نہ تھا اس کی مثال ایسے ہے جیسے کوئی کہے کہ میں نے تجھے طلاق دی جب کہ میں بچہ تھا یا سو رہا تھا پھر اس کلام کی تصحیح اس طرح کی جاسکتی کہ اس کلام کو بصورت خبر بھی کہا جاسکتا ہے جیسا کہ بیان ہو چکا ہے۔

مسئلہ...... (5) ولو قال انت طالقی

"اور اگر مرد نے کہا انت طالقی مالم اطلقك اور لم اطلقك اومتی مالم اطلقك (تجھے طلاق جب تک میں تجھے طلاق نہ دوں پھر وہ خاموش ہو گیا تو عورت پر طلاق واقع ہو جائے گی۔

کیونکہ اس نے طلاق کو ایک ایسے زمانے کی طرف منسوب کیا ہے جو طلاق دینے سے خالی ہو اور جب وہ خاموش ہو گیا تو وہ زمانہ پایا گیا۔

اسی طرح حرف "یا" بھی وقت کے لیے ہوتا ہے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے " مادمت حیا ای وقت الحیاۃ" (میری زندگی کے وقت"

"اور اگر مرد نے کہا انت طالق ان لم اطلقك "اگر میں تجھے طلاق نہ دوں تو تجھے طلاق تو اسکے مرنے تک عورت کو طلاق نہ ہوگی'

کیونکہ عدم (طلاق) زندگی سے ناامیدی کے وقت تک مخصوص نہیں ہو سکتا اور حرف ان شرطیہ ہے اور یہ ایسے ہی ہے جیسے کہ مرد کہے انت طالقی ان لم آت البصرہ "اگر میں بصرے میں نہ آؤں تو تجھے طلاق" مذکورہ صورت میں عورت کی موت بھی وہی حیثیت رکھتی ہے جو مرد کی موت رکھتی ہے یہی قول صحیح ہے۔

"اگر خاوند نے کہا انت طالقی انی لم اطلقك او اذا مالم اطلقك (جب تک میں تجھے طلاق نہ دوں تجھے طلاق) تو امام ابو حنیفہ کے نزدیک خاوند کی موت تک طلاق نہ ہو گی

صاحبین فرماتے ہیں کہ مرد کے خاموش ہوتے ہی طلاق واقع ہو جائے گی کیونکہ کلمہ "اذا" وقت کے لیے استعمال ہوتا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے (اذا الشمس کورت) "جب سورج کو لپیٹ دیا جائے گا"

اس طرح ایک عرب شاعر نے کہا ہے

واذا تکون کریمه ادعی لها   وذا یحاس الحیس یدعی جندب

(یعنی جب سختی اور شدت کا موقع ہوتا ہے تو مجھے (شاعر) بلایا جاتا ہے مگر جب حلوا پکایا جائے تو جندب (کسی شخص کا نام) کو دعوت دی جاتی ہے۔

متی اور متی ما کے (جب کبھی) کا استعمال بھی اذا (جب) کی طرح ہے لہٰذا اگر مرد کہے کہ انت طالق اذا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

شئت (جب تو چاہے تجھے طلاق) تو مجلس سے اٹھ جانے پر عورت کے ہاتھ اختیار ختم نہ ہو گا جیساکہ شئت کہہ دے تب بھی یہی حکم ہے۔

امام ابو حنیفہ فرماتے ہیں کہ "اذا" برائے شرط بھی استعمال ہوتا ہے جیسے کہ ایک عرب شاعر (اپنے بیٹے کو وصیت کرتے ہوئے) کہتا ہے

واستغن ما اغناك ربك بالغنى　　　واذا تصبك خصاصة فتجمل

(جب تک اللہ تجھے بے نیازی عطا کرتا رہے تو تو اس کا اظہار کرتا رہ اور جب تو فقر و فاقہ میں مبتلا ہو جائے تو صبر جمیل اختیار کر)

یہاں اگر "اذا" یعنی شرط لیا جائے تو اس وقت طلاق واقع نہیں ہو گی اور اگر وقت کے معنوں میں لیا جائے تو اسی وقت طلاق ہو گی۔ لہٰذا شک و احتمال کی بناء پر طلاق واقع نہ ہو گی بخلاف مسئلہ مشیئۃ کے اس لیے کہ اگر وہاں اسے وقت کے معنی میں لیا جائے تو اختیار باطل نہیں ہوتا (جیسے متی کی صورت میں حکم ہے) اور جب "اذا" کو ان کے معنے میں لیا جائے تو مجلس کے بعد اختیار اس کے ہاتھ سے جاتا رہتا ہے اور چونکہ اختیار اس کے ہاتھ میں آچکا ہے لہٰذا شک و احتمال کی بناء پر اس کا اختیار باطل نہیں ہو گا۔

یہ اختلاف اسی صورت میں ہے جب مرد نے کوئی نیت نہ کی ہو لیکن اگر وہ وقت کی نیت کر لے تو اسی وقت طلاق واقع ہو جائے گی اور اگر شرط کی نیت کی تو اس کی آخری عمر میں طلاق واقع ہو گی اس لیے کہ لفظ میں دونوں احتمال ہیں۔

مسئلہ..........(6) ولو قال

"اور اگر مرد نے کہا انت طالق مالم اطلقك انت طالقي" (تجھے طلاق ہے جب تک میں تجھے طلاق نہ دوں تجھے طلاق ہے) تو وہ اس آخری جملے (انت طالق) سے مطلقہ ہو جائے گی"

مطلب یہ ہے کہ وہ دوسری بار "انت طالقی (تجھے طلاق متصلاً کہہ دے اور اگر وقفہ کر کے دوسری بار "انت طالقی" کہے تو دو واقع ہوں گی قیاس تو یہ تھا کہ چونکہ یہ طلاق زمانے کی طرف منسوب ہے لہٰذا عورت کے مدخولہ ہونے کی صورت میں دو طلاقیں ہی واقع ہوتیں یہی امام زفرؒ کا قول ہے (کہ امام زفر کے نزدیک دو واقع ہوں گی) اس لیے کہ ایسا زمانہ پایا گیا ہے جو اس ایک طرف سے طلاق دینے سے خالی رہا ہے اگرچہ وہ زمانہ بہت قلیل ہے اور وہ زمانہ "انت طلاق" سے فارغ ہونے سے پہلے کا ہے۔

استحسان کی دلیل یہ ہے کہ قسم (انت طلاق کہنے) کا زمانہ دلالت حال کی دلیل سے قسم سے مستثنیٰ ہوتا ہے اس لیے کہ قسم سے قسم ہی مقصود ہوتی ہے اور قسم کا تحقق اس وقت تک ممکن نہیں ہوتا جب تک کہ اسی قدر زمانہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

مستثنیٰ نہ کیا جائے جیسے اگر کوئی شخص قسم کھائے کہ میں اس گھر میں نہیں رہوں گا اور پھر وہاں سے منتقل ہونے میں اسی وقت مصروف ہو جائے تو وہ قسم توڑنے والا نہ ہوگا اس لیے کہ یہ وقت تقسم سے مستثنیٰ ہے۔ ایسی ہی اور بھی کئی مثالیں کتاب الایمان میں آئیں گی۔

طلاق کے الفاظ :

مسئلہ............(7)

"اگر کسی شخص نے کسی عورت سے کہا جس دن میں تجھ سے نکاح کروں تجھے طلاق پھر اس نے اس عورت سے رات کے وقت نکاح کر لیا تو طلاق ہو جائے گی"

کیونکہ یوم (دن) سے دن کی سفیدی اسی وقت مراد لی جاتی ہے جب وہ کسی فعل سے متصل ہو جیسا کہ وہ کہے جس دن فلاں شخص آئے گا تو میں روزہ رکھوں گا یا جس دن فلاں شخص آئے گا تجھے اختیار ہوگا۔ اسی لیے کہ وقت امتداد فعل والی صورتوں میں معیار تصور ہوتا ہے اور یہی قول زیادہ مناسب ہے مگر جب دن (یوم) کو فعل غیر ممتد سے متصل کر دیا جائے تو دن سے مراد مطلق وقت ہوگا جیسا کہ اللہ تعالی کا ارشاد ہے (و من یولھم یومئذ دبرہ) کہ یہاں اس سے مطلق وقت مراد ہے لہٰذا اسی پر عمل ہوگا بشرطیکہ فعل غیر ممتد سے متصل ہو اور طلاق بھی اسی قسم سے ہے لہٰذا دن اور رات دونوں کو شامل ہوگی۔

اور اگر مرد نے کہا کہ میں نے تو دن کی سفیدی مراد لی تھی تو عدالت میں اسے سچا جانا جائے گا کیونکہ اس نے حقیقت کلام کی نیت کی ہے اسلیے رات سے مراد تاریکی اور دن سے مراد سفیدی ہوتی ہے اور یہ لغت ہے۔

خود آزمائی نمبر 3

1۔ طلاق کو زمانے کی طرف منسوب کرنے سے کیا مراد ہے۔ عملی مثالوں کے ساتھ وضاحت کریں۔

2۔ زمانے اور اوقات کے لیے جو الفاظ مستعمل ہیں مثلاً اذا، ان، کل، حیثما، حیث اور کلما وغیرہ ان الفاظ سے طلاق دینے کے احکام پر بحث کریں۔

3۔ ایسے الفاظ کی وضاحت کریں جن کے ساتھ طلاق دینے سے طلاق مکرر ہو جاتی ہے۔

4۔ زمانے کی طرف طلاق کی نسبت کرنے میں اعداد کے استعمال پر بحث کیجئے۔

5۔ اگر کوئی شخص اپنی بیوی سے کہے جس وقت میں تجھے طلاق نہ دوں تجھے طلاق ہے تو اسے کب طلاق واقع ہوگی۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

غیر روائیتی الفاظ سے طلاق دینے کے احکام :

مسئلہ 1

"جو شخص اپنی بیوی سے کہے انا منک طالق (مجھے تجھ سے طلاق) تو وہ خواہ وہ طلاق ہی کی نیت کرے تو کچھ واقع نہ ہوگا اور اگر کہے انا منك بائن او علیك حرام" (یعنی میں تجھ سے بائن ہوں یا تجھ پر حرام ہوں) اور وہ ان الفاظ سے طلاق کی نیت کرے تو طلاق واقع ہو جائے گی"

امام شافعیؒ کہتے ہیں کہ پہلی صورت میں بھی اگر اس نے نیت کی تو طلاق واقع ہو جائے گی۔ اس لیے کہ ملکیت نکاح میاں بیوی دونوں میں مشترک ہوتی ہے۔ چنانچہ جس طرح مرد عورت سے وظیفہ زوجیت کے مطالبے کا حق رکھتا ہے تو اسی طرح عورت بھی اپنے حق مباشرت کا مطالبہ کر سکتی ہے جیسے کہ حلت دونوں میں مشترک ہوتی ہے اور طلاق اسی حلت اور ملکیت نکاح کے ازالے کے لیے ہے تو جس طرح اسے عورت کی طرف منسوب کیا جاتا ہے اسی طرح اسے مرد کی طرف بھی منسوب کیا جا سکتا ہے۔ جیسے کہ لبانہ و حرمۃ کے الفاظ میں یہی حکم آپ نے بھی تسلیم کیا ہے۔

(احناف) کی دلیل یہ ہے کہ "طلاق" قید نکاح کے خاتمے کے لیے ہے اور یہ قید عورت میں پائی جاتی ہے نہ کہ مرد میں۔ کیا آپ نہیں جانتے کہ عورت ایک مرد کے نکاح میں ہوتے ہوئے کسی دوسرے آدمی سے نکاح نہیں کر سکتی اور اگر طلاق کو ازالہ ملک کے لیے بھی تسلیم کیا جائے تو بھی طلاق عورت ہی پر واقع ہو گی کیونکہ وہ مملوکہ ہے اور مرد مالک ہے اس لیے مرد کو ناکح اور عورت کو منکوحہ کہا جاتا ہے۔ بخلاف لفظ لبانت کے کیونکہ یہ اس تعلق کے ازالے کے لیے ہے جو دونوں میں مشترک طور پر پایا جاتا ہے اور بخلاف تحریم کے کیونکہ یہ ازالہ حلت کے لیے ہے اور حلت بھی میاں بیوی دونوں میں مشترک ہوتی ہے۔ لہٰذا اس کی دونوں کی طرف ہی نسبت درست ہو گی مگر طلاق کو صرف عورت کی طرف ہی منسوب کرنا درست ہو گا۔

اگر مرد عورت سے کہے کہ تجھے ایک طلاق یا نہی تو :

مسئلہ .... (2) ولو قال انت طالق

"اور اگر مرد اپنی بیوی سے کہے" انت طالق واحدۃ او لا "(تجھے ایک طلاق یا نہیں) تو کچھ واقع نہ ہوگا"

مصنف فرماتے ہیں کہ یہ مسئلہ الجامع الصغیر میں اس طرح اختلاف آئمہ کے بغیر درج ہے جب کہ یہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

امام ابو حنیفہ اور امام ابو یوسف کا آخری قول ہے۔ امام محمدؒ کے نزدیک اور امام ابو یوسف کے پہلے قول کے مطابق اس صورت میں ایک رجعی طلاق واقع ہو گی جیسا کہ امام محمدؒ کتاب الطلاق میں فرماتے ہیں کہ جب مرد عورت سے کہے " انت طالق واحدة او لاشي "کہ ان دونوں صورتوں میں کوئی فرق نہیں۔ اگر الجامع الصغیر میں سب کا قول مذکور ہے تو پھر اسکی توجیہ یہ ہو گی کہ اس مسئلے میں امام محمد سے دو روایتیں ہیں۔

امام محمدؒ کی دلیل یہ ہے کہ مرد نے ایک طلاق میں شک پیدا کر دیا ہے کیونکہ اس نے واحدۃ (ایک) اور نا کے درمیان کلمہ یا (او) داخل کیا ہے۔ لہٰذا اوحدہ کا اختیار ساقط ہو گیا اور باقی صرف "انت طالق" رہ گیا (جس سے ایک طلاق واقع ہو جائے گی) بخلاف اس صورت کے جب مرد کہے " انت طالق او لا "کہ یہاں وقوع کرنے ہی میں شک ہے۔ اس لیے طلاق واقع نہ ہو گی۔

امام ابو حنیفہؒ اور امام ابو یوسفؒ فرماتے ہیں کہ جب کوئی وصف کسی عدد کے ساتھ ملایا جائے تو اس کا وقوع اس وقت تک نہیں ہوتا جب تک کہ عدد کا ذکر نہ کیا جائے۔ کیا آپ نہیں جانتے کہ مرد اپنی غیر مدخولہ بیوی کو " انت طالق " ثلاثا کہے تو تینوں طلاقیں ہی واقع ہو جاتی ہیں حالانکہ اگر وصف (طلاق) سے مطلق واقع ہو جاتی تو پھر ثلاثا (تین) کا ذکر لغو ہوتا اس کی وجہ یہ ہے کہ جس لفظ سے طلاق واقع ہوتی ہے وہ تو مصدر (طلاق) ہے جو یہاں محذوف مانا جاتا ہے جس سے مطلب یہ ہو گا تم پر ایک طلاق۔ جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا ہے اور جب واقع ہونے والی شے ایسی ہو جس کی صفت کوئی عدد ہو تو اصل وقوع میں شک پیدا ہو گیا لہٰذا کچھ واقع نہ ہو گا۔ (گویا جب صفت میں شک پیدا ہوا تو موصوف بھی مشکوک ہو گیا لہٰذا طلاق واقع نہ ہو گی)

اگر مرد نے عورت سے کہا کہ تجھے میری یا تیری موت پر طلاق تو :

مسئلہ ....(3) ولو قال انت طالق

"اور اگر مرد نے عورت سے کہا (تجھے میری یا تیری موت پر طلاق" تو کچھ واقع نہ ہو گا)

کیونکہ اس نے طلاق کو طلاق کی منافی حالت کی طرف منسوب کیا ہے اس لیے کہ مرد کی موت سے طلاق کی اہلیت ختم ہو جاتی ہے اور عورت کی موت سے طلاق کی محلیت تمام ہو جاتی ہے اور وقوع طلاق کے لیے ان کا ہونا ضروری ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

ملکیت کی صورت میں طلاق :

مسئلہ ....(4)واذا ملك الزوج

"اور اگر مرد اپنی بیوی کا یا اس کے کچھ حصے کا مالک بن گیا یا بیوی مرد کی یا اس کے کچھ حصے کی مالکہ بن گئی تو دونوں میں جدائی ہو جائے گی"

اس لیے کہ دونوں ملکیتوں یعنی ملک غلام یا ملک نکاح میں تضاد ہے۔ عورت کے مالکہ بننے کی صورت میں اس لیے کہ وہ مالکہ بھی بن گئی ہے اور مملوکہ بھی رہا مرد کا اپنی بیوی کا مالک ہونا تو اس لیے کہ ملک نکاح تو ضرورت کی بنا پر تھی اور جب بیوی پر اسے ملکیت یمین حال ہو جائے تو اس کے ساتھ نکاح کی ملکیت کی ضرورت باقی نہیں رہتی للذا وہ ختم ہو جاتا ہے۔

"اگر مرد نے بیوی (باندی) کو خرید لیا اور پھر اسے طلاق دے دی تو کچھ واقع نہ ہو گا"

اسلیے کہ طلاق کا تقاضا یہ ہے کہ نکاح قائم ہو جب کہ اب نکاح باقی نہیں رہا۔ نہ تو ضمنی طور پر اور نہ کامل طور پر (ضمنی طور پر نکاح کے بر قرار رکھنے کی ضرورت طلاق رجعی میں ہے) اس طرح اگر عورت اپنے خاوند کے غلام ہونے کی صورت میں اس کی کامل طور پر مالک ہو جائے یا اس کے کچھ حصے کی مالکہ بن جائے تب بھی طلاق واقع نہ ہو گی جیسا کہ ہم نے بیان کیا اور دونوں رشتوں میں تضاد ہے۔

امام محمدؒ سے ایک روایت ہے کہ طلاق واقع ہو جائے گی اس لیے کہ اب عورت پر عدت واجب ہے۔ خلاف پہلی صورت کے کہ وہاں عدت واجب نہیں ہوتی بلکہ مرد کے لیے اس وقت مباشرت جائز ہے۔

خود آزمائی نمبر 4

1۔ اگر مرد اپنی بیوی کو ان الفاظ سے طلاق دے کہ مجھے تجھ سے طلاق تو اس کے بارے میں اختلاف مسالک کی وضاحت کرتے ہوئے دونوں کے دلائل پر بحث کیجئے۔

2۔ اور اگر خاوند اپنی بیوی کو حرف اور (یا) کے ساتھ طلاق دے (مثلاً تجھے میری طرف سے ایک طلاق یا کوئی نہیں) تو اس کے کیا احکام ہیں۔

3۔ اگر کسی شخص نے اپنی بیوی کی طلاق کو اپنی یا بیوی کی موت سے منسوب کیا تو اس پر فقہی مسالک لکھیے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

5۔ طلاق میں تشبیہ دینے اور اس کی وصف بیان کرنے کے احکام

تین کے اشارے سے طلاق :

مسئلہ ....(1)ومن قال لامراته

"جس شخص نے اپنی بیوی سے کہا(تجھے اس طرح طلاق ہے اور اپنے انگوٹھے ، انگشت شہادت اور درمیانی انگلی سے تین کا اشارہ کیا تو تین طلاقیں واقع ہوں گی"

اس لیے عرف ورواج میں انگلیوں کے اشارے سے تعداد کا علم ہوتا ہے۔ جب کہ اشارہ مبہم عدد کے ساتھ کیا جائے جیسے کہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے(الشهر هكذا وهكذا)(دونوں ہاتھوں کی انگلیوں سے تین مرتبہ اشارہ فرمایا جس سے مراد تیس دن ہیں) پھر اگر اس نے ایک انگلی سے اشارہ کیا تو دو طلاقیں واقع ہوں گی پھر اشارہ کھلی انگلیوں سے ہوا کرتا ہے بعض فقہانے کہا ہے کہ اگر وہ انگلیوں کی بیرونی طرف سے اشارہ کرے جب کہ وہ جڑی ہوئی ہوں تو اشارہ مضموم کے ساتھ درست ہوگا اور اگر اشارہ کھلی انگلیوں سے واقع ہوا ہو اور وہ ملی ہوئی انگلیوں (مضمومہ) سے اشارہ کرے اور اس سے تعداد کی نیت کرے تو دیانۃً اس کی تصدیق کی جائے گی۔ عدالتاً نہیں۔ چنانچہ پہلی صورت میں دیانۃً دو طلاقیں واقع ہوں گی اور دوسری صورت میں (جب حالت نشر میں) ہتھیلی سے اشارہ کرے تو ایک اس لیے کہ اس کا احتمال پایا جاتا ہے اگرچہ خلاف ظاہر ہے اور اگر وہ اس کے ساتھ ھکذا (اس طرح) نہ کہے تو ایک واقع ہوگی اس لیے کہ اس صورت میں اشارہ عدد مبہم کے ساتھ متصل نہیں ہوا لہٰذا اب اس کے باقی الفاظ انت طالق کا اعتبار کیا جائے گا۔

طلاق کو کسی زیادتی یا شدت سے منسوب کرنا(الف) :

مسئلہ ....(2) واذا وصف الطلاق

"جب مرد طلاق کو کسی قسم کی زیادتی یا شدت سے موصوف کرے تو طلاق بائن واقع ہوگی مثلاً یوں کہے انت طالق بائن او البتہ(تجھے طلاق بائن یا طلاق البتہ واقع ہو)"

امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ طلاق رجعی واقع ہوگی بشرطیکہ وہ بعد از مباشرت ہو اس لیے کہ طلاق اس طرح مشروع ہے کہ اس کے بعد رجوع ہو سکے تو جدائی کے وصف وغیرہ سے موصوف کرنا خلاف شرع ہوگا۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

لہٰذا وصف لغو قرار پائے گا۔ جیسے کہ وہ اسے انت طالق ان لا نا رجعته لی علیك (تجھے ایسی طلاق جس سے مجھے رجوع کا اختیار نہ ہوگا تو اس کے ایسا کہنے کے باوجود طلاق رجعی واقع ہوگی۔

ہماری دلیل یہ ہے کہ مرد نے طلاق کو ایسے وصف کے ساتھ موصوف کیا ہے جس کا اس میں احتمال موجود ہے۔ کیا آپ نہیں جانتے کہ مباشرت سے قبل اور عدت کے بعد طلاق سے ہی فرقت ہوتی ہے لہٰذا اس نے اس وصف کے ذریعے دو احتمالوں (بائن اور رجعی) میں سے ایک کا تعین کر دیا ہے او تمہاری پیش کردہ مثال کا یہاں ذکر درست نہیں ہے اس لیے کہ اس صورت میں بیوی کو طلاق بائن ہوگی نہ کہ رجعی۔ بشرطیکہ مرد کی کوئی نیت نہ ہو اور اگر اس نے دو طلاقوں کی نیت کی تو بھی ایک واقع ہوگی لیکن اگر تین کی نیت کی تو تین ہی واقع ہوں گی جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا ہے۔

اگر اس نے اپنے الفاظ انت طالق سے ایک کی نیت کی اور لفظ بائن سے دوسری کی تو دو بائن طلاقیں واقع ہوں گی۔ اسلیے کہ یہ وصف اس قابل ہے کہ مرد اس سے ابتداء بھی طلاق واقع کرے۔

"اور اگر مرد نے کہا انت طالق افحش الطلاق (تجھے فحش ترین طلاق) تو ایک بائن طلاق واقع ہوگی"

"اس لیے کہ طلاق کو اس وصف سے اس وقت متصف کیا جاتا ہے جب کہ اس کے اثر کو معتبر سمجھا جائے اور وہ یہ ہے کہ فرقت فوراً واقع ہو جائے لہٰذا یہ جملہ (انت طالق) بھی بائن کی طرح ہو گیا۔

"اور جب وہ اسے "اخبث الطلاق (او اسواء) یعنی خبیث ترین یا بدترین قسم کی طلاق کرے تو وہاں بھی یہی حکم ہوگا جیسا کہ بیان ہو چکا ہے۔

اور اگر مرد کہے تجھے طلاق الشیطان یا طلاق البدعۃ تو بھی ہمارے نزدیک ایک بائن طلاق ہی ہوگی۔ اس لیے کہ ایک رجعی تو سنت ہے اور طلاق بدعہ یا طلاق شیطان بائن ہوگی۔

امام ابو یوسفؒ سے روایت ہے کہ مرد کی طرف سے طلاق بدعت کہنے سے بدون نیت طلاق بائن نہیں ہوگی اس لیے کہ بعض دفعہ حیض کی حالت میں طلاق دینا بھی جو رجعی ہے حالت کے لحاظ سے بدعت بن جاتا ہے لہٰذا بائن ہونے کے لیے نیت ضروری ہے۔

امام محمدؒ سے مروی ہے کہ طلاق کو "انت طالق البدعة او طلاق الشیطان" کہنے سے رجعی ہی واقع ہوگی اس لیے کہ یہ صورت تو حیض کے دوران میں طلاق دینے سے بھی پیدا ہو جاتی ہے لہٰذا شک کی بنا پر طلاق بائن واقع نہ ہوگی۔

اگر مرد نے کہا "تجھے پہاڑ جیسی طلاق تب بھی یہی حکم ہے "ایک طلاق بائن واقع ہوگی اس لیے کہ پہاڑ سے تشبیہ کا تقاضا محالہ اضافہ ہے جو وصف ہی میں ہو سکتا ہے۔ اس طرح اگر مرد پہاڑ کی طرح کی مثل الجبل کہے تو

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

بھی یہی حکم ہے جیسا کہ بیان ہوا۔ امام یوسفؒ اس صورت میں طلاق رجعی کے قائل ہیں اسلیے کہ پہاڑ ایک ہی ہے لہٰذا ایک ہی چیز سے تشبیہ شمار ہوگی۔

طلاق کو شدت سے منسوب کرنا (ب):

مسئلہ ....(3) ولو قال لها

"اور اگر مرد نے بیوی سے کہا تجھے شدید قسم کی طلاق یا ہزار جیسی یا بھرے گھر جیسی طلاق تو ایک طلاق بائن ہی واقع ہوگی بجز اس کے کہ وہ تین کی نیت کرے"

اس لیے کہ پہلی صورت میں اس نے طلاق کو شدت سے موصوف کیا اور وہ طلاق بائن ہے جو ٹوٹنے اور چھوٹنے کا احتمال نہیں رکھتی البتہ طلاق رجعی میں یہ احتمال رہتا ہے۔

ان الفاظ سے تین طلاقوں کی نیت اس لیے صحیح ہے کہ اس نے مصدر کا ذکر کیا ہے (اور مصدر میں وحدۃ نوعی اور وحدہ شخصی کا احتمال ہوتا ہے

دوسری صورت (ہزار جیسی) کہنے کی صورت میں یہ حکم اس لیے ہے کہ عدد کا ذکر بھی تشبیہ میں زیادتی اور زور کے لیے ہوتا ہے اور کبھی عدد میں اضافے کے لیے۔ کہا جاتا ہے وہ ہزار مردوں کے برابر ہے اس سے مراد اس کی قوت ہوتی ہے لہٰذا یہاں دونوں باتوں (قوت عدد) کی نیت درست ہے اور عدم نیت کی صورت میں کمتر چیز مراد لیں گے (یعنی ایک طلاق بائنہ)

امام محمدؒ فرماتے ہیں کہ کوئی بھی نیت نہ ہونے کی صورت میں بھی تین طلاقیں واقع ہوں گی اس لیے کہ ہزار ایک عدد ہے اس سے عدد میں تشبیہ ہی مراد ہوگی گویا کہ خاوند نے یوں کہا ہے تجھے ہزار کے عدد جیسی طلاق لہٰذا اسے تین طلاقیں واقع ہوں گی۔

تیسری صورت (گھر کے بھرا و جیسی طلاق میں) یہ حکم اس لئے ہے کہ کبھی تو ایک چیز اپنے بڑے حجم کی وجہ سے گھر کو بھر دیتی ہے اور کبھی اپنی کثرت کی بنا پر ایسا ہوتا ہے لہٰذا وہ جس بات کی نیت کرے گا درست ہوگی اور نیت نہ ہونے کی صورت میں کمتر صورت کو ثابت کیا جائے گا۔

اس قسم کی تشبیہات میں امام ابو حنیفہؒ کا اصول یہ ہے کہ جب طلاق کو کسی چیز کے ساتھ تشبیہ دی جائے تو طلاق بائنہ ہی ہوتی ہے خواہ شبیہ بہ کی عظمت کا ذکر کیا جائے یا نہ (اور خواہ شبیہ فی نفسہ بڑا ہو یا چھوٹا) اس لیے کہ جیسا کہ اوپر بیان ہوا تشبیہ زیادتی وصف کا تقاضا کرتی ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

امام ابو یوسفؒ کے نزدیک تشبیہ میں بڑائی کا ذکر کرنے سے بائن ہو گی ورنہ نہیں۔ خواہ مشبہ بہ بڑا ہو یا چھوٹا اس لیے کہ بعض اوقات تشبیہ سے علی طریق التجرید وحدۃ بھی مراد لی جاتی ہے مگر عظمت کا ذکر کرنا محالہ وصف کے لیے ہوتا ہے۔

امام زفرؒ کے نزدیک اگر مشبہ بہ ایسا ہو کہ جس سے عرف عام میں بڑائی سمجھی جاتی ہے تو طلاق بائن ہو گی ورنہ رجعی۔

امام محمدؒ کے بارے میں کچھ فقہاء کہتے ہیں کہ وہ امام ابو حنیفہ سے متفق ہیں اور کچھ فقہاء کے مطابق وہ امام ابو یوسف کے ساتھ اتفاق رکھتے ہیں۔

اس اختلاف کا اظہار سوئی کے برابر، سوئی کی نوک کے برابر اور پہاڑ جیسی اور پہاڑ کی بڑائی جیسے الفاظ کہنے کی صورتوں میں ہوتا ہے (پہلی صورت میں امام ابو حنیفہ کے نزدیک بائن واقع ہو گی جب کہ امام محمدؒ امام ابو یوسف کے نزدیک رجعی واقع ہو گی دوسری صورت میں امام ابو حنیفہ اور ابو یوسف کے نزدیک بائن ہو گی تیسری اور چوتھی صورتوں میں اجماع کے ساتھ طلاق بائن ہو گی۔

"اس طرح اگر مرد نے کہا تجھے شدید قسم کی یا عریض قسم کی یا طویل قسم کی طلاق ہے تو ایک بائن طلاق واقع ہو گی"

کیونکہ جس چیز کا تدارک ممکن نہ ہو وہ اس کے لیے شدید ہی ہوتی ہے اور ایسی طلاق بائن ہے اس طرح جس کام کا کرنا انسان کے لیے سخت اور دشوار ہو اس کے لیے کہا جاتا ہے کہ یہ تو بڑا لمبا چوڑا کام ہے۔

امام ابو یوسف کے نزدیک مذکورہ الفاظ سے طلاق رجعی واقع ہو گی اس لیے کہ اس قسم کے اوصاف سے طلاق متصف نہیں ہو سکتی لہٰذا یہ وصف لغو ٹھہرے گا۔

اگر مذکورہ صورتوں میں مرد تین طلاقوں کی نیت کرے تو درست ہو گا کیونکہ جدائی کی دو قسمیں ہیں (خفیفہ اور غلیظ) اس کی بحث پہلے گزر چکی ہے اور ان الفاظ سے طلاق بائن واقع ہوتی ہے۔

خود آزمائی نمبر 5

1۔ طلاق کو کسی بڑی شے، یا چھوٹی شے سے تشبیہ دینے میں آئمہ احناف کے مابین اصولی اختلاف پر نوٹ لکھیں۔

2۔ اگر کوئی شخص اپنی بیوی کو ایک ہزار جیسی طلاق دے تو اسے کتنی طلاقیں ہوں گی آئمہ کے دلائل کا محاکمہ کیجئے۔

3۔ اگر کوئی شخص طلاق دیتے وقت انگلیوں سے اشارہ کرے تو اس کا کیا حکم ہو گا؟ بحث کیجئے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

6- قبل از مباشرت طلاق دینے کا بیان

غیر مدخولہ بیوی کو طلاق (الف) :

مسئلہ ....(1)واذا طلق الرجل

"اور اگر مرد اپنی غیر مدخولہ بیوی کو تین طلاقیں دے دے تو وہ اس پر واقع ہو جائیں گی اس لیے کہ واقع ہونے والی شے مصدر محذوف ہے یعنی میں نے تجھے تین طلاقیں دیں۔

لہٰذا جیسا کہ ہم پہلے بیان کر آئے ہیں صرف تجھے طلاق سے ایقاع طلاق نہ ہوگا بلکہ ثلاثاً کی بناء پر تینوں اکٹھی واقع ہوں گی۔

غیر مدخولہ بیوی کو طلاق (ب) :

مسئلہ ......(2)فان فرق

"اگر اس نے غیر مدخولہ بیوی کو تین طلاقیں متفرق طور پر دیں تو وہ پہلی ہی طلاق سے جدا ہو جائے گی اور دوسری اور تیسری طلاقیں واقع نہ ہوں گی"

مثلاً وہ کہے انت طالق (تجھے طلاق، طلاق، طلاق) اس لیے کہ ہر لفظ (طالق) کا الگ الگ ایقاع ہوتا ہے بشرطیکہ آخر میں اس نے کوئی ایسی بات (عدد یا شرط وغیرہ) ذکر نہ کی جو کلام میں تغیر پیدا کر دے جس کی بنا پر کلام کی ابتدائی حصہ آخری حصے پر موقوف ہو جائے تفصیل آگے آ رہی ہے۔

چنانچہ پہلی طلاق تو اس وقت واقع ہوئی جب وہ اس کی بیوی تھی دوسری طلاق عورت پر اس وقت پڑی جب وہ پہلے ہی سے بائن ہو چکی تھی لہٰذا لغو ہو گی۔

"اس طرح اگر مرد اپنی غیر مدخولہ بیوی سے یہ کہے (تجھے ایک اور ایک طلاق) تو صرف ایک ہی طلاق واقع ہو گی" جیسا کہ ہم پیچھے بیان کر چکے ہیں۔

غیر مدخولہ بیوی کی باطل طلاق :

مسئلہ ....(3)ولو قال

"اگر مرد نے کہا تجھے طلاق ایک (عورت مدخولہ ہو یا غیر مدخولہ) اگر وہ ایک کا لفظ بولنے سے پہلے ہی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

مر گئی تو طلاق باطل ہو جائے گی"

اس لیے کہ مرد نے وصف طلاق کو عدد سے جوڑ دیا ہے للذا واقع ہونے والا عدد ہوگا۔ مگر جب عدد بولنے سے پہلے ہی عورت مر گئی تو ایقاع طلاق سے پہلے کی طلاق کی محلیت جاتی رہی للذا طلاق باطل ہو گی۔

"یہی حکم اس وقت ہے جب مرد نے کہا تجھے طلاقیں دو یا تین" اور عورت مر گئی تو بھی طلاق واقع نہ ہو گی" جیسا کہ ہم ابھی بیان کر چکے ہیں یہ صورت بھی قابل صورت سے معنوی لحاظ سے مشابہ ہے۔

ایک طلاق (الف):

مسئلہ.........(4)ولو قال انت طالق

"اور اگر مرد نے اپنی غیر مدخولہ بیوی سے کہا تجھے ایک طلاق سے پہلے ایک طلاق یا ایک طلاق کے بعد ایک طلاق تو ایک ہی طلاق واقع ہو گی۔"

اصول یہ ہے کہ جب دو اشیاء کا ذکر کیا جائے اور ان کے درمیان کوئی کلمہ ظرف داخل کر دیا جائے تو پھر اگر اسے ضمیر کے ساتھ ملایا جائے تو کلمہ ظرف اس کی صفت بنتا ہے جس کا آخر میں ذکر ہوا۔ جیسے جاء نی زید قبلہ عمرو (عمر زید سے پہلے آیا) اگر ظرف کے ساتھ ھاء ضمیر نہ ہو تو کلمہ ظرف اسماء مذکور کی صفت بنتا ہے جیسے جاءنی زید قبل عمرو (یعنی زید عمرو سے پہلے آیا) اور طلاق کو ماضی میں واقع کرنا اس کا حال میں واقع کرنا مانا جائے گا۔ کیونکہ ماضی میں واقع کرنا اب اس کی وسعت میں نہیں ہے للذا ایک سے پہلے کی صورت میں لفظ قبل پہلے لفظ کی صفت بنے گا۔ للذا دوسری طلاق واقع نہ ہو گی اور پھر ھا واحدۃ کی صورت بعدیت میں دوسری طلاق کی صفت بنے گی للذا البانۃ پہلی سے ہو جائے گی۔

اور اگر مرد نے کہا (تجھے ایک طلاق جس سے پہلے ایک طلاق) تو دو طلاقیں واقع ہوں گی) اس لیے کہ یہاں قبلیت دوسرے واحد کی صفت ہے اس لیے کہ ظرف حرف ضمیر سے متصل ہے جس کا تقاضا یہ ہے کہ دوسری طلاق ماضی میں واقع ہو اور پہلی اسی وقت اور طلاق کو ماضی میں واقع کرنا اس کا حال میں واقع کرنا ہے للذا دونوں اکٹھی ہو جائیں گی۔

اسی طرح اگر مرد نے کہا" تجھے ایک طلاق کے بعد ایک اور طلاق) تو دو واقع ہوں گی اس لیے کہ کلمہ "مع" پہلے کلمہ "واحدۃ" کی صفت ہے جس کا تقاضا یہ ہے کہ پہلی تو اس وقت واقع ہو جائے گی اور دوسری اس سے پہلے للذا وہ دونوں اکٹھی ہو جائیں گی۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

ایک طلاق (ب) :

مسئلہ .... (5)

"اور اگر مرد نے کہا (تجھے ایک کے ساتھ ایک طلاق یا تجھے ایک طلاق جس کے ساتھ ایک طلاق تو دو واقع ہوں گی"

اس لئے کہ کلمہ "مع" دونوں کی نوعیت کو ظاہر کرتا ہے۔

امام ابو یوسفؒ کے نزدیک اس کے ساتھ ایک کی صورت میں ایک ہی طلاق واقع ہو گی۔ اس لئے کہ ہا ضمیر مرجع کو چاہتی ہے (اور پہلے ہے تو دونوں میں اتصال نہ رہا، بلکہ دونوں الگ ہو گئیں، للذا صرف پہلی واقع ہو گی)۔

مذکورہ تمام صورتوں میں مدخولہ عورت پر دو طلاقیں واقع ہوں گی، اس لئے کہ اس میں پہلی طلاق کے وقوع کے بعد دوسری طلاق کی محلیت باقی رہتی ہے۔

ایک طلاق (ج) :

مسئلہ .... (6)

"(اور اگر مرد نے غیر مدخولہ بیوی سے کہا "اگر تو گھر میں داخل ہوئی تو تجھے ایک اور طلاق" پھر وہ گھر میں داخل ہو گئی تو امام ابو حنیفہ کے نزدیک ایک طلاق واقع ہو گی۔

صاحبینؒ دو طلاقوں کے وقوع کے قائل ہیں۔

اور اگر مرد نے اپنی بیوی سے کہا "تجھے ایک اور ایک طلاق" اگر تو گھر میں داخل ہوئی" تو اس صورت میں اگر عورت گھر میں داخل ہو گئی تو سب کے نزدیک دو طلاقیں واقع ہوں گی")

ابتدائی مسئلے میں صاحبینؒ کی دلیل یہ ہے کہ حرف واؤ مطلق جمع کے لئے ہوتا ہے (اس میں ترتیب کا خیال نہیں رکھا جاتا) للذا دونوں طلاقیں اکٹھی واقع ہوں گی، جیسا کہ اگر وہ دو طلاقوں کی صراحت کرتا یا شرط کو موخر کر لیتا، تو تب یہی حکم تھا۔

امام ابو حنیفہؒ فرماتے ہیں کہ "جمع مطلق" میں ملانے کا احتمال بھی ہوتا ہے اور ترتیب کا بھی۔ للذا اعتبار اول کے اعتبار سے اسے دو طلاقیں ہوں گی۔ مگر دوسرے اعتبار سے ایک ہی واقع ہوں گی، جیسا کہ اگر شرط کا ذکر ہی نہ کرتا اور صرف "تجھے طلاق ایک "اور ایک" کہتا۔ تو تب یہی حکم تھا' للذا شک کی بناء پر ایک سے زیادہ طلاق

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

واقع نہ ہوگی۔ خلاف اس صورت کے جب اس نے شرط کو مؤخر کر دیا ہو، اس لئے کہ مؤخر شرط سے ابتدائی کلام میں تغیر واقع ہو جاتا ہے اور ابتدائی کلام شرط پر موقوف ہو جاتا ہے لہٰذا دونوں اکٹھی واقع ہوں گی لیکن جب شرط پہلے ہو تو ابتدائی کلام میں تغیر نہیں آتا اور توقف کا سوال پیدا نہیں ہوتا اور اگر اس نے حرف فا (پھر) سے طلاق دی تو امام کرخی کے قول کے مطابق اسی طرح اختلاف ہے مگر فقیہہ ابو اللیث نے لکھا ہے کہ بالاتفاق ایک ہی طلاق واقع ہوگی کیونکہ فا (پھر) ترتیب کے لیے ہوتی ہے اور یہی قول زیادہ صحیح ہے۔

خود آزمائی نمبر 6

1۔ اگر مرد اپنی بیوی کو مباشرت یا خلوت صحیحہ سے قبل ایک طلاق دیدے تو کیا وہ اس سے رجوع کر سکتا ہے بحث کیجئے۔

2۔ اگر خاوند اپنی غیر مدخولہ بیوی کو یکے بعد دیگرے تین طلاقیں دیدے تو اس پر کتنی واقع ہوں گی۔

3۔ اگر مرد نے اپنی غیر مدخولہ بیوی کو ایک ہی لفظ میں تین طلاقیں دے دیں تو اس پر کتنی واقع ہوں گی بحث کیجئے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

7- کنایات کا بیان

''طلاق کی دوسری قسم کنایات ہے اس سے طلاق، نیت یا حال سے واقع ہوتی ہے اس لیے کہ الفاظ کنایہ طلاق کے لیے وضع نہیں کیے گئے۔ بلکہ ان میں طلاق کا احتمال ہوتا ہے اور دوسرا بھی لہٰذا نیت یا حال سے ضروری تعیین ہوگا۔

کنایہ کی مختلف صورتیں:

مسئلہ ....(1) قال

القدوریؒ فرماتے ہیں کہ کنایات میں دو قسمیں ہیں ان میں سے پہلی قسم میں تین لفظ ایسے ہیں جن سے ایک طلاق رجعی واقع ہوتی ہے جو یہ ہیں (تو عدت گزار یا شمار کر) استبرء ی رحمك (تو اپنے رحم کو خالص کر) اور انت واحدۃ (تو اکیلی ہے):

پہلی صورت: اس لیے کہ ''اعتدی'' کا مطلب اعتداد عن النکاح (نکاح ختم ہونے سے عدت گزارنا) بھی ہو سکتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا شمار کرنا بھی مراد لیا جا سکتا ہے اگر وہ اول الذکر معنی کی نیت کرے تو یہ معنی نیت سے متعین ہو جائے گا مگر یہ عبارت دراصل اس بات کا تقاضا کرتی ہے کہ اس نے پہلے اسے طلاق دی تھی (اور کہا تھا پہلے تجھے طلاق ہے پھر تو عدت گزار) اس لیے طلاق کے بعد ہی رجعت ہو سکتی ہے۔

دوسری صورت: میں اس لیے کہ استبرئی رحمک (اپنے رحم کو خالص کر) کے الفاظ بھی عدت گزارنے کے لیے استعمال ہوتے ہیں کیونکہ عدت سے جو (استبراء) مقصود ہوتا ہے اس کلام میں اس کی تصریح موجود ہے تو یہ لفظ بھی بمنزلہ اعتدی کے ہوں گے اور یہ احتمال بھی ہے کہ ان الفاظ سے مطلقاً استبراء مقصود ہو تاکہ وہ اسے طلاق دے سکے۔

رہی تیسری صورت: تو اکیلی ہے تو اس میں بھی احتمال ہے کہ اکیلی مصدر محذوف کی صفت ہو اور یہ صورت کہ (تجھے ایک طلاق) پھر مرد طلاق کی نیت کرے گا تو گویا اس نے اسے کہا تجھے ایک طلاق اور ایسی طلاق کے بعد رجوع ہو سکتا ہے اس میں دوسرا احتمال یہ ہے کہ اس کی بیوی اپنے خاوند کے نزدیک یا اپنی قوم میں یکتا ہے۔

اور چونکہ ان تینوں قسم کے الفاظ میں طلاق اور عدم طلاق دونوں کا احتمال ہے لہٰذا طلاق کے سلسلے میں نیت کرنا ضروری ہوگا اور نیت کرنے سے بھی ایک ہی طلاق واقع ہوگی کیونکہ پہلی دونوں صورتوں میں

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

انت طالق تجھے طلاق مقتضی کے طور پر اور تیسری میں بطور موجود ہے اس لیے کہ اگر انت طالق (تجھے طلاق ظاہر کر کے کہتا تو بھی ایک ہی طلاق واقع ہوتی اور جب وہ مضمر ہو تو بدرجہ اولی ایک ہی ہو گی۔

تیسری صورت میں (تو ایک ہے) اگرچہ مصدر مذکور ہے (لہٰذا تین طلاقوں کی نیت تھی درست ہونی چاہیے) لیکن چونکہ اس نے ایک کی صراحت کی ہے جو تین طلاقوں کی نیت کے منافی ہے لہٰذا ایک ہی ہو گی اور بعض مشائخ کی نزدیک واحدۃ کے اعراب کا کوئی اعتبار نہ ہو گا اور یہی قول صحیح ہے کیونکہ عوام اعراب کی اقسام میں کوئی تمیز نہیں کرتے۔

کنایہ میں نیت کی اہمیت :

مسئلہ .... (2) و لقية الكنايات

امام القدوریؒ فرماتے ہیں کہ باقی کنایات میں اگر طلاق کی نیت کی جائے تو ایک بائنہ واقع ہو گی اور اگر تین کی نیت کرے تو تین اور دو کی نیت کرے تو بھی ایک ہی بائنہ واقع ہو گی :

کنایہ کے الفاظ کی مثالیں یہ ہیں۔ انت بائن (تو جدا ہے) وبتة وبتلة (تجھ سے تعلق مقطوع ہو چکا ہے) حرام (اور تو حرام ہے) وحبلك على غاربك (تیری رسی تیری گردن پر ہے) والحقي باهلك (اپنے گھر والوں کے پاس چلی جا) وخلية وبرية (تو خالی ہے یا تو بری ہے) و وهبتك لاهلك (میں نے تجھے تیری گھر والوں کو ہبہ کر دیا اور سرحتک (میں نے تجھے آزاد کر دیا و فارقتك (میں نے تجھے جدا کر دیا) وامرك بيدك (تیرا معاملہ تیرے ہاتھ میں ہے) واختاری (تو خود کو اختیار کر لے) انت حرة (تو آزاد ہے) وتقنعي (اپنی اوڑھنی اوڑھ لے) وتخمری (اپنی اوڑھنی لے لے) واستبرئی (خود کو خالص کرو) اغربی (تو دور ہو جا) اخرجی (تو گھر سے نکل جا) واذهبی (تو چلی جا) وقومی (تو اٹھ کھڑی ہو جا) وابتغي الازواج (تو خاوند تلاش کر) کہ ان الفاظ میں طلاق اور عدم طلاق دونوں کا احتمال ہے لہٰذا یقین کے لیے نیت ضروری ہو گی۔

البتہ اگر طلاق کا ذکر ہو رہا ہو اور مرد مذکورہ الفاظ میں سے کوئی لفظ استعمال کرے تو عداتاً عورت کو طلاق ہو جائے گی لیکن دیانۃً واقع نہ ہو گی سوائے اس صورت کے جب کہ وہ خود طلاق کی نیت کرے۔

المرغینانی فرماتے ہیں کہ القدوریؒ نے مذکورہ تمام الفاظ کو یکساں تسلیم کیا ہے حالانکہ ایسا صرف ان الفاظ میں درست ہے جو لوٹانے کا احتمال نہ رکھتے ہو :

اس سلسلے میں احکام کا خلاصہ یہ ہے کہ احوال تین قسم کے ہوتے ہیں (1) مطلق حالت یعنی رضامندی یا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

خوشی کی حالت میں۔(2) طلاق کی حالت میں (3) غصے کی حالت

پھر کنایات کی بھی تین صورتیں ہیں (1) جو جواب اور جواب الجواب کی اہلیت نہیں رکھتے ہیں۔ (2) جن میں جواب بننے کی صلاحیت تو ہے مگر جواب الجواب کی نہیں۔ (3) جو جواب بھی بن سکتے ہیں اور سب وشتم بھی۔

خوشی کی حالت میں نیت کے بغیر (مذکورہ الفاظ میں سے) لفظ سے بھی طلاق واقع نہ ہوگی اور نیت نہ ہونے کے بارے میں مرد کی بات قبول کی جائے گی جیسا کہ ہم بیان کر چکے ہیں۔

طلاق کی گفتگو والی حالت (مذاکرہ طلاق) میں ان الفاظ میں جو جواب کی صلاحیت تو رکھتے ہیں لیکن جواب الجواب کی نہیں مرد کی بات کی تصدیق نہیں کی جائے گی مثلاً خلیة، بریة، بائن، بتة، حرام، اعتدی، امرک بیدک اور اختیاری اس لیے کہ بظاہر ان الفاظ سے مراد طلاق ہے جب کہ مذاکرہ طلاق درپیش ہو (یا عورت نے طلاق مانگی ہو)

جو الفاظ جواب اور جواب الجواب دونوں کی اہلیت رکھتے ہیں ان میں مرد کی بات سچی مانی جاسکتی ہے (کہ اس نے طلاق کی نیت نہ کی تھی) مثلاً اذہبی، اخرجی، قومی، تقنعی، تخمری ارجو وہ ان الفاظ کے قائم مقام ہوں کیونکہ ان میں جواب الجواب کا احتمال بھی ہے اور اس احتمال کو جو کہ زیادہ قریب اور مناسب ہے ملحوظ رکھنا زیادہ بہتر ہے لہٰذا اسے اس پر محمول کیا جائے گا۔

غصے کی حالت میں ان تمام الفاظ میں مرد کے دعوے کی تصدیق کی جائے گی کیونکہ ان الفاظ میں جواب سننے اور عورت کو برا بھلا کہنے دونوں کا احتمال موجود ہے۔ سوائے ان لفظوں کے جن میں صرف طلاق ہونے کی اہلیت ہے جواب الجواب اور گالی گلوچ کی نہیں۔ مثلاً اعتدی اختاری اور امرک بیدک ان میں مرد کی بات سچ نہیں مانی جائے گی اس لیے کہ غصے کی حالت ہی ارادہ طلاق پر دلالت کرتی ہے۔

امام ابو یوسف فرماتے ہیں کہ اگر مرد نے کہا تجھ پر میری کوئی ملکیت نہیں یا کہا میں نے تیرا رستہ چھوڑ دیا اور میں نے تجھے جدا کر دیا۔ کہ ان الفاظ میں غصے کی حالت میں مرد کی بات مانی جائے گی اس لیے کہ ان الفاظ میں سب وشتم کے معنیٰ کا بھی احتمال ہے۔

پھر (متن میں بیان شدہ) ابتدائی تین الفاظ کے علاوہ بعد میں مذکورہ باقی لفظوں سے بائن طلاق کا واقع ہونا احناف کا مسلک ہے امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ ان سے طلاق رجعی واقع ہوگی کیونکہ مذکورہ الفاظ (طلاق کے لیے وضع نہیں کیے گئے بلکہ ان میں طلاق کا صرف کنایہ ہے اور اس لیے نیت کرنا شرط ہے۔ اور نیت میں طلاق کی تعداد کو کم کیا جاسکتا ہے اور ہر طلاق کے بعد رجوع ہوسکتا ہے جیسے صریح کی صورت میں یہ حکم ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

ہم کہتے ہیں کہ بینونت (جدائی) کے الفاظ کا استعمال اس شخص کی طرف سے ہوا ہے جو اس کا اہل ہے اور اس کی نسبت جس طرف ہوئی ہے وہ محل طلاق ہے اس کی منکوحہ ہے اور شریعت کی طرف سے مرد کو بائن طلاق دینے کی ولایت بھی حاصل ہے اس طرح مذکورہ صورتوں میں اہلیت اور محلیت دونوں میں کوئی اخفاء نہیں اور ولایت پر دلالت کی ضرورت بھی ہے تاکہ خاوند کے لیے تدارک کا دروازہ ہمیشہ کے لیے بند نہ ہو جائے اور وہ عورت سے اس کی مرضی کے بغیر رجوع نہ کر سکے۔

پھر کنایات حقیقت میں طلاق نہیں ہیں (جیسا کہ امام شافعیؒ کا خیال ہے) اس لیے کہ یہ الفاظ اپنے حقیقی معنوں میں بھی استعمال ہوتے ہیں۔ (پھر آپ نے جو نیت والی دلیل پیش کی ہے) تو اس میں تو نیت کو اسلیے شرط قرار دیا گیا ہے کہ جدائی (طلاق) کی دو قسموں خفیفہ اور غلیظہ میں سے ایک قسم کا تعین ہو جائے۔ اس سے یہ مقصود ہر گز نہیں کہ نیت کا ہونا طلاق کیلئے شرط ہے اور عدد کی کمی اس لیے ہے کہ طلاق کا ثبوت ہو جائے' تاکہ باہمی رشتہ ختم ہو جائے۔ پھر یہاں تین کی نیت اس لیے درست ہے کہ جدائی کی دو قسمیں ہیں خفیفہ اور غلیظہ اور عدم نیت کے وقت جدائی خفیفہ ثابت ہو گی۔

(ہمارے نزدیک ان الفاظ سے ''دو'' کی نیت کرنا درست نہیں' بخلاف امام زفرؒ کے') کیونکہ دو ایک عدد ہے (وحدۃ نہیں) اس پر تفصیلی بحث پہلے گزر چکی ہے۔

مسئلہ.... (6) وان قال لها.

''اور اگر مرد نے عورت سے کہا اعتدی' اعتدی' اعتدی (تو عدت گزار تین مرتبہ) اور اس نے کہا کہ پہلے جملے سے میری مراد طلاق تھی اور باقی دو سے حیض' تو عدالتاً اس کے دعویٰ کو صحیح تسلیم کیا جائے گا۔'' اس لیے کہ اس نے حقیقت کلام کی نیت کی ہے اور چونکہ انسان اپنی بیوی کو طلاق کے بعد عدت گزارنے کا حکم دیتا ہے' للذا ظاہری حال بھی اس کا مؤید ہے۔

اور اگر مرد نے کہا کہ باقی کے دو الفاظ سے اس نے کچھ نیت نہیں کی تھی تو یہ تین طلاقیں شمار ہوں گی۔ کیونکہ جب اس نے پہلے لفظ سے طلاق کی نیت کر لی تو یہ طلاق کی گفتگو والی حالت ہو گئی' للذا باقی دو لفظوں کا بھی اس بنا پر' طلاق کے لئے تعین ہو جائے گا للذا نفی نیت کے بارے میں اس کی تصدیق نہ کی جائے گی۔

ہاں اگر مرد نے کہا میں نے کسی لفظ سے بھی طلاق کی نیت نہیں کی تھی' تو کچھ واقع نہ ہو گا' کیونکہ ظاہری حال بھی اس کے خلاف نہیں۔

اگر مرد نے کہا کہ میں نے پہلے دو ان الفاظ سے طلاق کی نیت نہیں کی تھیں بلکہ تیسرے لفظ سے نیت

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

کی تھی تو ایک طلاق واقع ہو گی' اس لیے پہلے دو لفظوں کے وقت حالت مذاکرہ طلاق والی نہ تھی۔ مذکورہ تمام صورتوں میں نیت طلاق نہ ہونے کے بارے میں مرد سے قسم لے کر اس کے دعویٰ کی تصدیق کی جائے گی۔ اس لیے کہ وہ اپنے دل کی بات کی خبر دینے میں امین ہے اور ہمیشہ امین کی بات ہی تسلیم کی جاتی ہے۔ مگر اس سے قسم لی جائے گی۔

خود آزمائی نمبر 7

1- طلاق صریح اور طلاق کنایہ کے مابین جو فرق ہے' اس پر نوٹ لکھیے۔

2- طلاق کنایہ کا اثبات کس ماخذ سے کیا گیا ہے۔ اس پر بحث کیجیے۔

3- باہمی گفتگو کی تین حالتیں کون کون سی ہیں۔ ہر ایک میں طلاق کے الفاظ کنایہ کے استعمال پر بحث کیجیے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

8- تفویض طلاق کا بیان

عورت کو طلاق کا اختیار دینے کا بیان

مرد کا عورت کو طلاق کا اختیار دینا :

مسئلہ.....(1) واذ قال

اور جب مرد نے بیوی سے کہا اختاری تجھے طلاق کا اختیار ہے اور اس نے طلاق کی نیت کی یا خاوند نے کہا: تو اپنے آپ کو طلاق دے دے تو عورت جب تک اس مجلس میں رہے گی اپنے آپ کو طلاق دے سکتی ہے، لیکن اگر وہ اس مجلس سے اٹھ گئی یا کسی دوسرے کام میں لگ گئی، تو طلاق کا اختیار اس کے ہاتھ سے جاتا رہے گا۔"

اس لیے کہ اس بات پر صحابہؓ کا اجماع ہے کہ اس کا اختیار اس مجلس تک محدود رہتا ہے اور تفویض طلاق سے چونکہ عورت اپنے اپ کو طلاق دینے کی حق دار بن جاتی ہے جس کا تقاضا اس مجلس تک محدود رہتا ہے، جیسا کہ بیع میں یہی حکم ہے اس لیے کہ مجلس (متعدد) گھڑیاں حکماً ایک ہی گھڑی (ساعت) شمار ہوتی ہیں، البتہ یہ ضروری ہے کہ مجلس کبھی تو اس کے وہاں سے چلے جانے سے بدل جاتی ہے اور کبھی کسی دوسرے کام میں مشغول ہو جانے سے اس لیے کہ کھانے کی مجلس، مجلس مناظرہ سے الگ ہوتی ہے۔ اس طرح مجلس قتال ان دونوں سے مختلف ہے۔

عورت کے اختیار کا باطل ہونا :

مسئلہ......(2) ویبطل..

"اور عورت کا خیار محض اس کی مجلس سے اٹھ جانے سے باطل ہو جاتا ہے۔"

اس لیے کہ مجلس سے اٹھ کھڑے ہونا اس سے انحراف کی نشانی ہے، خلاف بیع صرف اور بیع مسلم کے، اس لیے کہ وہاں قبضہ کیے بغیر چلے جانا باعث فساد ہے۔

پھر "اختاری" (تجھے طلاق کا اختیار ہے) وغیرہ الفاظ میں نیت بھی ضروری ہے، اس لیے کہ اس سے طلاق کا اختیار بھی مراد ہو سکتا ہے اور کسی دوسری شے میں تصرف کا اختیار بھی۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

اختیار کے استعمال کی صورت میں طلاق کی نوعیت :

مسئلہ.......(3) فاختارت :

"اگر اختاری (تجھے اختیار ہے) کے جواب میں عورت نے اپنی ذات کو اختیار کر لیا (خود کو طلاق دے دی) تو ایک بائن طلاق واقع ہو گی۔" قیاس تو یہ تھا کہ ان الفاظ سے کچھ بھی واقع نہ ہو' خواہ خاوند نے طلاق کی نیت بھی کر لی ہو۔ اس لیے کہ ان الفاظ سے تو خاوند بھی طلاق نہیں دے سکتا' للذا ان الفاظ سے وہ کسی دوسرے کو کس طرح طلاق کا مالک بنا سکتا ہے' مگر ہم نے یہاں استحسان پر عمل کیا ہے۔ اس لیے کہ اس پر صحابہ کرامؓ کا اجماع ہے نیز اس لیے بھی کہ مرد کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ بیوی کو نکاح میں رکھے یا نہ رکھے۔ للذا وہ اپنے حق کا اسے بھی مالک بنا سکتا ہے۔ پھر اس تفویض سے طلاق بائن واقع ہو گی' کیونکہ عورت کے اس کو حاصل کرنے کا مطلب یہ ہے کہ وہ اپنے آپ کو اس طرح اختیار کرے کہ وہ اختیار اس کے ساتھ مختص ہو اور یہ بات طلاق بائن سے ممکن ہے۔

"پھر اس صورت میں خواہ خاوند تین طلاقوں کی نیت بھی کر لے تین طلاقیں واقع نہ ہوں گی۔" اس لیے کہ اختیار میں تنوع نہیں ہوتا۔ بخلاف بینونت (جدائی والی طلاق) کے' کیونکہ اس میں (خفیفہ وغلیظہ) کا تنوع ہوتا ہے۔

مسئلہ.......(4) ولابد

(القدوریؒ) فرماتے ہیں کہ "یہاں ضروری ہے کہ مرد یا عورت کے الفاظ میں "نفس (جان' خود) کا لفظ ضرور استعمال ہو' چنانچہ اگر مرد نے کہا "اختاری" (تجھے اختیار ہے) اور عورت نے جواباً کہا "اخترت" (میں نے اختیار کر لیا) تو ایسا کہنا لغو ہو گا۔"

اس لیے کہ اس کے طلاق ہونے کا علم اجماع سے ہوا ہے۔ جو ایک جانب میں (نفس کے لفظ کی) تفسیر چاہتا ہے۔ نیز اس لیے بھی کہ دوسرے مبہم لفظ کی تفسیر نہیں ہو سکتا۔ اور ابہام کے ساتھ کسی لفظ کی تعین نہیں ہو سکتی۔

"اور اگر مرد نے بیوی سے کہا: اختاری نفسك (تجھے اپنے نفس کا اختیار ہے) اور عورت نے جواب دیا "اخترت" (میں نے اختیار کر لیا) تو ایک بائن طلاق ہو جائے گی۔"

اس لیے کہ مرد کا کلام (لفظ نفس کے ساتھ) مفسر ہے جبکہ عورت کا کلام اس کے جواب میں صادر ہوا ہے۔ للذا وہ مرد کے کلام کو لاگو کرنے والا ہے۔

"اس طرح اس صورت میں بھی یہی حکم ہے' اگر مرد نے بیوی سے کہا' اختیاری اختیارۃ (تو خود کو اچھی طرح اختیار کر لے) اور عورت نے جواباً کہا' اخترت (میں نے اختیار کر لیا)" اس لیے کہ (اختیارۃ) میں ھا (ضمیر Pronouns) اتحاد و انفراد کا پتہ دیتی ہے اور عورت کا اپنے نفس کو اختیار کرنا کبھی تو ایک مرتبہ ہوتا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

ہے کبھی متعدد بار۔ اس لیے یہ کلام مرد کی طرف سے مفسر شمار ہوگا۔

اختیار دینے میں طلاق کی نیت :

مسئلہ.......(5) ولو قال لھا

اگر مرد نے کہا اختاری اور عورت نے جواب میں کہا "اخترت نفسی" (میں نے اپنے نفس کو اختیار کر لیا) پھر اگر تو مرد نے طلاق کی نیت کی ہو تو طلاق واقع ہو جائے گی۔"

اس لیے کہ عورت کا کلام مفسد ہے اور مرد نے جس امر کی نیت کی ہے اس کو اس کی گفتگو میں اس کا احتمال موجود ہے۔ (لہٰذا طلاق واقع ہو جائے گی۔)

"اور اگر مرد نے کہا اختیاری اور عورت نے جواباً کہا : انا اختار نفسی (میں اپنے نفس کو اختیار کرتی ہوں) تو طلاق ہو جائے گی۔"

قیاس تو یہ چاہتا ہے کہ طلاق واقع نہ ہو اس لیے کہ عورت کا لفظ (بمعنی مستقبل) وعدہ ہے یا (بصورت معنی حال) حال کا احتمال رکھتا ہے' یہ صورت اس طرح ہو جائے گی' جیسے کہ مرد نے کہا "طلقی نفسك (تو اپنے نفس کو طلاق دے سکتی ہے) عورت نے کہا "انا اطلق نفسی (میں خود طلاق دے دوں گی) کہ اس صورت میں طلاق نہ ہوگی۔ یہاں استحسان کی دلیل ان کو اختیار دینے کے ضمن میں واقعہ تخیر ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ کا قول ہے "لابل اختار الله ورسوله" (نہیں' بلکہ میں تو اللہ اور اس کے رسول ﷺ کو اختیار کرتی ہوں) چنانچہ حضور ﷺ نے اس جواب کو معتبر مانا تھا۔ گویا اس طرح یہ جملہ مستقبل کے بجائے حال میں معتبر ہوگا۔

نیز اس لیے بھی کہ لفظ "اختار" کا استعمال حال میں حقیقت مستقبل میں مجاز ہے' جیسا کہ کلمہ شہادت اور گواہی کے الفاظ میں ہے۔ بخلاف "اطلق نفسی" کے کہ اسے حال پر محمول نہیں کیا جا سکتا۔ اس لیے کہ وہ موجود حالت کا بیان نہیں ہے۔ بخلاف ایسی صورت کے جب کہ عورت کہے "انا اختار نفسی" کیونکہ وہ موجودہ حالت کا بیان نہیں ہو سکتا۔ جو کہ اس کا اپنے نفس کو اختیار کرنا ہے۔

اختیار سے عورت کا اپنے آپ کو تین طلاقیں دینا :

مسئلہ.......(6) ولو قال لھا۔

"اور اگر خاوند نے عورت سے کہا۔ "اختاری' اختاری' اختاری" عورت نے جواب دیا "میں نے پہلا' درمیانہ اور آخری اختیار قبول کر لیا' تو امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک اسے تین طلاقیں ہو جائیں گی۔ مگر صاحبینؒ کے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

نزدیک اس سے ایک طلاق واقع ہو گی۔"

اور خاوند کی نیت اس لیے ضروری نہیں' کیونکہ جملے کا تکرار طلاق کے تکرار پر دلالت کرتا ہے اس لیے کہ اختیار صرف حق طلاق ہی میں ہو سکتا ہے (دوسرے کاموں میں نہیں) اور یہی حق یہاں متکرر ہے۔

صاحبینؒ کی دلیل یہ ہے کہ یہاں پہلی طلاق اور اس کی قائم مقام طلاقوں کا ذکر کرنا اگرچہ ترتیب کا فائدہ تو نہیں دیتا' لیکن افراد کا فائدہ ضرور دیتا ہے لہٰذا جس میں فائدہ مفید ہے اس کا اعتبار ہو گا۔

امام ابو حنیفہ کی دلیل یہ ہے کہ یہ وصف ہی لغو ہے کیونکہ جو شے ملک میں اکٹھی ہو کر آئے اس میں ترتیب نہیں ہوتی مثلاً جیسے کہ وہ لوگ جو ایک مکان میں اکٹھے بیٹھے ہوں تو ان میں ترتیب نہیں ہوتی اور عموماً کلام میں ترتیب کا لحاظ ہوتا ہے اور افراد اس کی ضروریات سے ہے لیکن اصل کلام لغو ہو گئی تو اس امر کے حق میں بھی لغو ہو گئی جو کہ اس پر مبنی ہے۔

"اور اگر مذکورہ کلام کے جواب میں عورت نے اخترت اختیارۃ (میں نے اچھی طرح خود کو اختیار کر لیا کہا تو سب کے نزدیک تین طلاقیں واقع ہوں گی۔

کیونکہ لفظ اختیارۃ برائے مرہ (ایک مرتبہ) استعمال ہوتا ہے تو یہ ایسے ہی ہو گیا جیسے کہ اس نے تینوں طلاقوں کو اختیار کرنے کی صراحت کر دی ہو نیز اس لیے بھی کہ اختیارۃ تاکید کے لیے ہے اور جب بغیر تاکید کے تین واقع ہوتی ہیں تو تاکید کے ساتھ بدرجہ اولی تین واقع ہوں گی۔

"اگر عورت نے جواب میں کہا کہ "میں نے اپنے تئیں ایک طلاق دی یا اپنے آپ کو ایک طلاق کے ساتھ اختیار کیا تو ایک طلاق رجعی واقع ہو گی اور خاوند کو رجوع کا حق ہو گا"

اس لیے کہ اس لفظ کا تقاضا یہ ہے کہ جدائی عدت کے گزرنے کے بعد واقع ہو اس طرح گویا عورت نے اپنے تئیں عدت کے بعد کو اختیار کیا۔

طلاق رجعی کا واقع ہونا:

مسئلہ ......(7) وان قال لها

"اور اگر خاوند نے بیوی سے کہا کہ طلاق دینے کا اختیار تیرے ہاتھ میں ہے یا تو ایک طلاق دینے کا اختیار رکھتی ہے پھر بیوی نے اپنے نفس کو اختیار کر لیا تو اس سے ایک رجعی طلاق ہی ہو گی"

اس لیے کہ مرد نے اسے اختیار تو ضرور دیا ہے لیکن صرف ایک طلاق کا جس کے بعد رجوع ہوتا ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

9۔ عورت کو طلاق دینے کا حق دینے کے احکامات

بیوی کا معاملہ اس کے ہاتھ میں دینا:

مسئلہ......(8)وان قال لها

"اگر خاوند نے تین طلاقوں کی نیت کے ساتھ بیوی سے کہا امرك بیدك (تیرا معاملہ تیرے ہاتھ میں ہے تو بیوی نے جواب میں کہا (میں نے اپنے آپ کو ایک کے ساتھ اختیار کر لیا) تو تین طلاقیں واقع ہوں گی"

وجہ یہ ہے کہ اختیار (کا لفظ) بھی ہاتھ میں معاملہ دینے کا جواب بن سکتا ہے اس لیے کہ اختیار دینے کی طرح معاملہ ہاتھ میں دینے سے بھی عورت کو مالک ماننا لازم آتا ہے۔اور ایک طلاق اختیار کی صفت ہے گویا عورت نے اس طرح کہا میں نے اپنے آپ کو ایک مرتبہ طلاق کے ساتھ اختیار کر لیا ہے۔ چنانچہ اس قول سے تین طلاقیں ہی واقع ہوں گی۔

"اور اگر بیوی نے مذکورہ کلام کے جواب میں کہا میں نے اپنے آپ کو ایک طلاق دی یا میں نے اپنے آپ کو ایک طلاق کے ساتھ اختیار کر لیا تو اس سے ایک ہی بائن طلاق ہوگی"

اس لیے کہ واحدہ (ایک) مصدر محذوف کی صفت ہے جو کہ پہلی صورت میں اختیار اور دوسری صورت طلقت نفسی بواحدۃ) میں طلاق ہے اور اس سے طلاق بائن ہوگی اس لیے کہ بائن طلاق میں معاملے کی سپردگی کی ضرورت ہے اور عورت کا کلام مرد کے جواب میں صادر ہوا ہے لہٰذا تفویض میں مذکور صفت ہی ایقاع (وقوع طلاق) میں مذکور پائی جائے گی۔

اس لیے بھی کہ یہ تیرا معاملہ تین ہاتھ میں ہے کی صورت میں تین طلاقوں کی نیت اس لیے درست ہے کہ اس میں عموم (تین) اور خصوصی (ایک) دونوں کا احتمال ہے لہٰذا تین کی نیت کرنا عموم کی نیت کرنا ہے بخلاف مرد کے قول "اختاری" کے اس لیے کہ اس میں عموم کا احتمال نہیں ہوتا جیسا کہ ہم اوپر بیان کر آئے ہیں۔

معاملہ کے اختیار میں وقت کا تعین:

مسئلہ.........(9)ولو قال لها

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

3۔ "اگر خاوند نے بیوی سے کہا آج اور کل کے بعد تیرا معاملہ تیرے اختیار میں ہے تو اس میں رات شامل نہ ہوگی اور اگر اس دن کا اختیار بیوی نے واپس کر دیا تو اس دن کا اختیار باطل ہو جائے گا اور کل کے بعد (پرسوں کا) اختیار بیوی کے پاس رہے گا"

اس لیے کہ خاوند نے ایسے دو دو وقتوں کی صراحت کی ہے جن کے درمیان انہی کا ہم جنس وقت ہے مگر وہ اس میں شامل نہیں اس لیے کہ اس نے لفظ یوم کو منفرد طور پر بولا ہے لہٰذا اس میں رات شامل نہیں اس طرح یہ دونوں الگ الگ معاملے ہیں لہٰذا ایک کے رد کرنے سے دوسرا رد نہیں ہوتا۔

امام زفرؒ فرماتے ہیں کہ تفویض کی طلاق کا حق دینے کی دونوں صورتیں ایک ہی معاملہ ہیں جیسا کہ کوئی طلاق دیتے ہوئے کہے (تجھے آج اور پرسوں طلاق ہے) کہ ایسی صورت میں اسی دن طلاق واقع ہو جائے گی اور دو الگ الگ وقت نہیں ہوتے۔

ہم کہتے ہیں کہ وقوع طلاق میں وقت کا احتمال نہیں ہے اور عورت کے ہاتھ میں معاملہ دینا وقت کا احتمال رکھتا ہے لہٰذا پہلے وقت کو الگ اور بعد والے کو نیا وقت شمار کیا جائے گا۔

وقت کو آج یا کل سے منسوب کرنا :

مسئلہ......(9) ولو قال امرك

"اور اگر خاوند نے امرك بيدك اليوم وغدا (آج اور کل تیرا معاملہ تیرے ہاتھ میں ہے) تو اس صورت میں رات بھی داخل ہوگی اور اگر عورت نے اس دن الیوم کا اختیار رد کر دیا تو دوسرے دن کا اس کے ہاتھ میں باقی نہ رہے گا"

اس لیے کہ اس صورت میں یہ امر واحد ہے وجہ یہ ہے کہ اس نے دونوں وقتوں کے درمیان ان کی جنس کا کوئی ایسا وقت داخل نہیں کیا جس کو اختیار والی بات شامل نہ ہو اور بعض اوقات مشورے کی مجلس ختم نہیں ہوتی اور رات آجاتی ہے گویا کہ خاوند نے یوں کہا ہے کہ (تجھے دو دن اختیار ہے)

امام ابو حنیفہؒ سے ایک دوسری روایت ہے کہ اگر عورت نے اس دن کا اختیار رد کر دیا تو اسے حق حاصل رہے گا کہ وہ اگلے دن اپنے آپ کو اختیار کر سکے اس لیے کہ عورت "امر بالیدٔ کو رد کرنے کی حقدار نہیں ہے جیسے کہ وہ خاوند کی طرف سے ایقاع طلاق کو رد نہیں کر سکتی۔

"ظاهر الرواية (فقہ حنفی کی کتابیں) کی دلیل یہ ہے کہ اگر عورت اس دن اپنے آپ کو اختیار کر لیتی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

ہے تو اس کو اگلے روز اختیار نہ رہتا تو اس طرح جب اس نے اختیار کو رد کر کے اپنے شوہر کو اختیار کر لیا (تو بھی یہی حکم ہوگا) اس لیے کہ جس کو دو اشیاء کے درمیان اختیار دیا جائے تو اسے ان دونوں میں سے ایک کے اختیار کرنے کا حق حاصل ہوتا ہے۔

امام ابو یوسفؒ فرماتے ہیں کہ اگر مرد کہے "امرك بيدك اليوم امرك بيدك غدا" تجھے آج اختیار ہے اور تجھے کل بھی اختیار ہے) تو یہ دو علیحدہ علیحدہ اختیار ہیں اس لیے کہ خاوند نے ہر ایک وقت کی خبر کو علیحدہ طور پر ذکر کیا ہے بخلاف پہلی صورت کے۔

وقت کو کسی کی آمد سے مشروط کرنا :

مسئلہ ....(10)واذ قال امرك

"اور اگر خاوند نے کہا امرك بيدك يوم يقدم فلان (جس دن فلاں شخص آئے گا تجھے اپنے معاملے کا اختیار ہوگا) پھر وہ آدمی آگیا مگر اس کی آمد کا عورت کو علم نہ ہو سکا یہاں تک کہ پھر رات کا اندھیرا چھا گیا تو اسے اختیار نہیں رہے گا"

اس لیے کہ اسکے ہاتھ میں معاملہ دینا ایک امر ممتد ہے اور اس سے مراد دن کی سپیدی ہوگی جیسا کہ ہم اس سے پہلے اس کی وضاحت کر آئے ہیں لہٰذا یہ اختیار دن تک ہی محدود رہے گا اور دن کے گزر جانے پر اختیار بھی ختم ہو جائے گا۔

عورت کے اختیار کی مدت :

مسئلہ ....(11)واذا جعل امر ها بيدها

"اور اگر خاوند نے عورت کے ہاتھ میں اس کا معاملہ دیا یا اسے اختیار دیا پھر وہ وہیں رہی اور کھڑی نہ ہوئی تو اسے اختیار حاصل رہے گا جب تک کہ وہ اس مجلس سے کھڑی ہو کر دوسرے کام میں مشغول نہ ہو جائے"

اس لیے کہ یہ اختیار دینا دراصل اسے اپنے آپ کو طلاق کی مالکہ ماننا ہے کیونکہ مالک اپنی رائے سے جس طرح چاہے تصرف کر سکتا ہے اور عورت اس وصف سے موصوف ہے اور حتی تمليك مجلس (جس مجلس میں طلاق کا حق دیا گیا ہو) تک محدود رہتا ہے۔اس کی تفاصیل (فصل اختیار) میں بیان کی جا چکی ہیں۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

عورت کے اختیار کی معتبر مجلس :

مسئلہ .... (12) ثم اذا کانت

"پھر اگر عورت نے خود مرد کی اس بات کو سنا تو عورت کی وہی مجلس معتبر ہو گی جس میں اس نے یہ بات سنی اور اگر اس نے خود نہ سنا ہو (بلکہ کسی اور نے اسے یہ بات پہنچائی ہو تو) تو عورت کی وہی مجلس معتبر ہو گی جس میں اسے اس کا علم ہوا یا اسے خبر پہنچی"

اس لیے کہ حق تملیک میں تعلیق (کسی شے سے طلاق کو معلق کرنے) کا حق پایا جاتا ہے لہٰذا وہ مجلس تک موقوف ہو گی اور یہاں مرد کی مجلس کا اعتبار نہ ہو گا۔ اس لیے کہ تعلیق کا حق شوہر کے لیے حق لازم ہے بخلاف بیع کے اس لیے کہ بیع میں تملیک ہے اور اس میں حقیقی تعلیق کا شائبہ نہیں ہوتا۔

پھر جب عورت کی مجلس کا اعتبار درست قرار پایا تو پھر مجلس بعض اوقات تو جگہ بدلنے سے بدل جاتی ہے اور کبھی کوئی دوسرا کام شروع کر لینے سے۔ جیسا کہ ہم نے خیار کی بحث میں اس کی پوری تفصیل بیان کی ہے اور عورت کے محض کھڑا ہونے سے اس کے ہاتھ سے اختیار جاتا رہتا ہے اس لیے کہ یہ قیام اس کے اس اعراض کی علامت ہے اور یہ قیام رائے کے قیام و دل جمعی میں بھی تغیر پیدا کر دیتا ہے۔ بخلاف اس صورت کے جب وہ دن بھر اسی طرح (اس جگہ) بیٹھی رہی اور کسی دوسرے کام میں نہ لگی اس لیے کہ مجلس کبھی کبھی طویل ہو جاتی ہے اور کبھی مختصر۔ لہٰذا یہ مجلس برابر باقی رہے گی تاآنکہ کوئی ایسا معاملہ پایا جائے جو مجلس کو برخواست کر دے یا عورت کے اعراض پر دلیل بن جائے۔

امام محمدؒ نے الجامع الصغیر میں جو لکھا ہے کہ وہ "خواہ دن بھر ٹھہری رہی" تو اس سے مراد وقت کی تحدید نہیں (کہ مجلس اس سے بھی طویل ہو سکتی ہے) اور ان کے قول "جب تک وہ دوسرے کام میں مشغول نہ ہو جائے" میں عمل سے مراد ایسا عمل ہے جس سے مجلس کا انقطاع ہونا معروف ہو، مطلق کام مراد نہیں۔

"چنانچہ اگر عورت کھڑی تھی پھر بیٹھ گئی تو اس کا اختیار باقی رہے گا"

اس لیے کہ یہ تو اس کی طرف سے اس معاملے کی جانب ہونے کی دلیل ہے کیونکہ بیٹھنا رائے کو جامع اور صائب بناتا ہے۔

"اس طرح اگر وہ پہلے بیٹھی تھی پھر اس نے ٹیک لگالی یا ٹیک لگائے ہوئے تھی اور ٹیک سے ہٹ کر بیٹھ گئی (تو اختیار باقی رہے گا" اس لیے کہ یہ تو محض ایک طریقہ نشست کو چھوڑ کر دوسرا طریقہ نشست اختیار کرنا ہے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

لہٰذا یہ اعراض شمار نہ ہوگا جیسا کہ اگر وہ دوزانو بیٹھی ہو پھر چارزانو ہو جائے تب بھی یہی حکم ہے۔

مصنفؒ فرماتے ہیں کہ یہ الجامع الصغیر کی (فقہ حنفی کی کتاب) روایت ہے امام محمدؒ نے اپنی دوسری کتاب میں لکھا ہے کہ عورت اگر بیٹھی ہوئی تھی پھر ٹیک لگالی تو اسے اختیار نہیں رہے گا اس لیے کہ ٹیک لگانا اس معاملے سے بے اعتنائی کی علامت ہے لہٰذا یہ دلیل اعراض ہوگی لیکن (امام محمدؒ کا پہلا قول ہی زیادہ صحیح ہے۔

اور اگر عورت پہلے بیٹھی تھی پھر وہ لیٹ گئی تو اس مسئلے میں امام ابو یوسف سے دو روائتیں ہیں (ایک کی رو سے اختیار باقی رہے گا دوسری روایت کی رو سے ختم ہو جائے گا)

مسئلہ ....(13)

''اور اگر عورت نے کہا میرے باپ کو بلاؤ تاکہ میں اس سے مشورہ کرلوں یا کہا کہ گواہوں کو بلاؤ تاکہ میں ان کو اس پر گواہ بنالوں تو اس کا اختیار باقی رہے گا''

اس لیے کہ مشورہ کرنا درست بات معلوم کرنے کی کوشش ہے اور گواہ مقرر کرنا انکار سے بچنے کے لیے ہے اس لیے دلیل اعراض نہ ہوگی۔

مسئلہ ....(14)

''اور اگر عورت جانور پر سوار تھی پھر اس نے سواری روک لی تو اختیار باقی رہے گا اور اگر سواری چلادی تو اختیار باطل ہو جائے گا''

اس لیے کہ جانور کا چلنا اور رکنا سوار ہی کی طرف منسوب ہوتا ہے۔

''اور کشتی بمنزلہ گھر کے ہے'' اس لیے کہ اس کی روانی سوار کی طرف منسوب نہیں ہوتی آپ جانتے ہیں کہ سوار اس کے روکنے پر قادر نہیں ہوتا مگر جانور کا سوار اسے روکنے پر قادر ہوتا ہے۔ لہٰذا کشتی کے چلنے سے اختیار باطل نہ ہوگا۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

10۔ مشیت کے احکام

طلاق کے اختیار میں مرد کی نیت کا اعتبار :

مسئلہ ....(1) ولو قال لامرائۃ

"اور اگر کسی خاوند نے اپنی بیوی سے کہا تو اپنے آپ کو طلاق دے اور اس وقت مرد کی نیت کچھ بھی نہ ہو یا اس نے ایک طلاق کی نیت کی ہو پھر بیوی نے جواباً کہا میں نے اپنے آپ کو طلاق دے دی" تو ایک رجعی طلاق واقع ہو گی اگر عورت نے اپنے آپ کو تین طلاقیں دیں اور مرد نے بھی تین کا ارادہ کیا ہو تو تینوں ہی واقع ہو جائیں گی۔"

اس کی وجہ یہ ہے کہ خاوند کے قول خود کو طلاق دے کا مطلب یہ ہے کہ طلاق دینے کا فعل انجام دے اور طلاق اسم جنس ہے جس کا اطلاق ادنی فرد (ایک) پر بھی ہوتا ہے البتہ کل (تین) کا بھی احتمال رہے گا جیسا کہ تمام اسمائے جنس میں یہی حکم ہے لہٰذا اس میں تین کی نیت موثر ہو گی اور عدم نیت کی صورت میں اسے ایک طلاق ہی مراد لی جائے گی جو رجعی ہو گی اس لیے کہ طلاق صراحت سے عورت کی سپردگی کی گئی ہے جو کہ رجعی ہوتی ہے۔

اور اگر مرد نے دو کی نیت کی ہو تو نیت صحیح نہ ہو گی اس لیے کہ یہ نیت تعداد کی نیت ہو گی اور ایسی نیت درست نہیں ہوتی البتہ اگر وہ باندی ہو تو دو کی نیت درست ہے اس لیے کہ دو کا عدد اس کے حق میں (کل) جنس ہے۔

طلاق رجعی کا وقوع پذیر ہونا :

مسئلہ ......(2) وان قال لھا

"اور اگر خاوند نے اپنی بیوی سے کہا" اپنے آپ کو طلاق دے پھر بیوی نے جواب میں کہا ابنت نفس (میں نے اپنے آپ کو بائنہ کر لیا) تو بھی ایک ہی رجعی طلاق ہو گی اگر عورت نے جواب میں کہا میں نے خود کو اختیار کر لیا تو طلاق نہ ہو گی۔"

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

اس لیے کہ لبانت کا لفظ الفاظ طلاق میں سے ہے کیا آپ نہیں جانتے کہ اگر مرد کہتا ابنتك (میں نے تجھے بائن کر دیا) اور اس نے طلاق کی نیت کر لی یا عورت کہتی ابنت نفس (میں نے اپنے آپ کو بائنہ کر لیا) اور خاوند کہتا کہ میں نے اس کی اجازت دی تو عورت پر طلاق بائن واقع ہو جاتی للذا یہ جملہ شوہر کی تفویض کے موافق ہے۔ لیکن عورت نے اس میں ایک وصف کا اضافہ کر دیا ہے یعنی جدائی میں جلد بازی کا (کیونکہ رجعی سے تو لبانت عدت کے بعد ہوتی ہے) للذا زائد وصف لغو ہو جائے گی اور اسے (رجعی) طلاق ہو جائے گی جیسا کہ اگر عورت طلقت نفسك (خود کو طلاق دے) کے جواب میں طلقت نفسي تطليقه بائنه کہتی تو تب رجعی واقع ہوتی) اور مناسب یہی ہے کہ طلاق رجعی واقع ہو خلاف اس صورت کے جب عورت کہتی میں نے خود کو اختیار کر لیا۔ اس لیے کہ اختیار کرنا الفاظ طلاق میں سے نہیں ہے کیا آپ نہیں جانتے کہ اگر خاوند اسے کہے میں نے تجھے اختیار دیا یا کہا تو خود کو اختیار کر لیے اور اس نے طلاق کی نیت کر لی تو طلاق واقع نہ ہو گی اسی طرح اگر عورت پہل کرے اور کہے میں نے خود کو اختیار کر لیا اور خاوند نے کہا میں نے اجازت دی تو کچھ واقع نہ ہو گا اس لیے کہ بالا جماع میں نے خود کو اختیار کر لیا کا جملہ اس وقت طلاق شمار ہوتا ہے جب وہ یہ تخیر طلاق کے جواب میں واقع ہو اور خاوند کا یہ کہنا کہ تو خود کو طلاق دے تخیر نہیں ہے للذا عورت کا اخترت نفسی کہنا لغو شمار ہو گا۔

امام ابو حنیفہ فرماتے ہیں کہ بیوی کے قول "ابنت نفسي" (میں نے خود کو بائن کر لیا) سے کچھ بھی واقع نہ ہو گا اس لیے کہ شوہر نے جو چیز بیوی کے سپرد کی تھی اس نے اس کے بجائے دوسری شے کو اختیار کر لیا ہے کیونکہ لبانت رجعی طلاق سے مختلف ہے۔

حق تفویض کا باطل ہونا:

مسئلہ .... (4)

"اور اگر اس نے اپنی بیوی سے کہا تو خود کو طلاق دیدے تو اسے اس سے رجوع کا حق نہ ہو گا"

اس لیے کہ یہ الفاظ معنوی طور پر قسم ہیں اس لیے کہ اس نے اپنی طلاق کو اس کے طلاق دینے سے معلق کیا ہے اور قسم سے تصرف لازم ہو جاتا ہے۔

اور اگر عورت اپنی مجلس سے اٹھ کھڑی ہوتی ہے تو اس کا حق تفویض (جو حق اس کے سپرد کیا گیا) باطل ہو جائے گا اس لیے کہ یہ خاوند کی طرف سے اس طلاق کا مالک بنانا ہے خلاف اس صورت کے جب مرد نے بیوی سے کہا تو اپنی ذات کو طلاق دے دے۔ اس لیے کہ اس صورت میں یہ وکالت دینا اور نائب بنانا ہے للذا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

اختیار و مجلس محدود نہ ہو گا نیز اس سے رجوع بھی کیا جا سکتا ہے۔

اختیار کا مطلق ہونا :

مسئلہ ....(5)

"اگر خاوند نے بیوی سے کہا تو جب بھی چاہے اپنے آپ کو طلاق دے سکتی ہے تو عورت اس مجلس میں اور اس مجلس کے بعد بھی خود کو طلاق دے سکتی ہے"

کیونکہ لفظ اذا (جب) اور حق سب اوقات کے لیے عام ہے گویا مرد نے یوں کہا "تو جس وقت بھی چاہے اپنے آپ کو طلاق دے دے"

بیوی کے علاوہ کسی دوسرے کو طلاق دینے کا حق دینا :

مسئلہ ....(6)

"اور اگر کسی مرد نے دوسرے شخص سے کہا تو میری بیوی کو طلاق دے دے تو اس مرد کو اختیار ہے کہ وہ اس مجلس میں اسے طلاق دے یا اس کے بعد اور خاوند اس سے رجوع بھی کر سکتا ہے"

کیونکہ یہ توکیل ماننا اور دوسرے سے مدد لینا ہے لہٰذا حق لازم نہیں اور نہ ہی اس مجلس تک محدود ہو گا۔ بخلاف اس صورت کے جب اس نے اپنی بیوی سے کہا تو خود کو طلاق دے اس لیے کہ وہ خود کے لیے کام کرنے والی ہے لہٰذا یہ توکیل نہ ہو گی۔

اس حق کا استعمال :

مسئلہ ....(7)

"اور اگر خاوند نے کسی شخص سے کہا اگر تو چاہے تو اسے طلاق دے دے تو وکیل کے صرف اس مجلس میں طلاق دینے کا حق ہو۔"

اور خاوند کو اپنی بات سے رجوع کا حق حاصل نہ ہو گا۔

امام زفرؒ فرماتے ہیں کہ یہ اور سابقہ صورت حکم میں برابر ہیں اس لیے کہ یہ چاہنے کی صراحت کرنا یا نہ کرنا یکساں ہے اس لیے کہ وکیل (جس کے ذمے کوئی کام کرنا لگایا گیا ہو) اپنی مرضی (حیثیت) سے ہی تصرف

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

کرتا ہے لہٰذا یہ صورت وکیل بیع کی طرح ہو گی۔ جب وکیل بیع کو یہ کہا جائے اگر تو چاہے تو اسے فروخت کر دے (کہ یہ اختیار مجلس تک محدود نہیں ہوتا)

ہم کہتے ہیں کہ یہ تملیک ہے اس لیے کہ خاوند نے (طلاق کو) وکیل کے چاہنے سے معلق کر دیا ہے اور مالک اپنی مرضی سے تصرف کرتا ہے اور طلاق ایسی چیز ہے جو تعلیق (شرط) کا احتمال رکھتی ہے مگر بیع میں یہ بات نہیں پائی جاتی۔

تین طلاقوں کے حق کے باوجود (ایک طلاق کا استعمال)

مسئلہ ....(8)

"اور اگر خاوند نے بیوی سے کہا تو اپنے آپ کو تین طلاقیں دے دیے لیکن بیوی نے اپنے آپ کو ایک طلاق دی تو ایک ہی واقع ہو گی" اس لیے کہ جب وہ تین طلاقیں واقع کرنے کی مالکہ بن گئی ہے تو ایک طلاق کے واقع کرنے کی بھی ضرورۃً مالکہ تصور ہو گی۔

"اور اگر خاوند اپنی بیوی سے کہے تو اپنے آپ کو ایک طلاق دے پھر بیوی نے اپنے آپ کو تین طلاقیں دے دیں تو امام ابو حنیفہ کے نزدیک کچھ بھی واقع نہ ہو گا اور صاحبینؒ کے نزدیک ایک طلاق واقع ہو جائے گی"

اس لیے کہ عورت نے وہ کچھ کیا ہے جس کی وہ مالکہ تھی مگر اس نے اس کے ساتھ کچھ اضافہ بھی کر دیا ہے (لہٰذا ایک طلاق واقع ہو جائے گی) جیسا کہ شوہر اسے ایک ہزار طلاق دے ڈالے (تو تین واقع ہوتی ہیں باقی لغو ہوتی ہیں)

امام ابو حنیفہؒ فرماتے ہیں کہ عورت نے وہ کام کیا ہے جو شوہر نے اس کو سپرد نہیں کیا تھا لہٰذا یہ نئے سرے سے اپنے آپ کو طلاقیں دینے والی شمار ہو گی، وجہ یہ ہے کہ خاوند نے تو اسے صرف ایک طلاق دینے کا مالک بنایا تھا اور تین کا عدد ایک نہیں ہوتا اس لیے کہ تین کا عدد ایک مرکب و مجموعے کا نام اور واحد مفرد ہے جس میں ترکیب نہیں پائی جاتی تو ایک اور تین کے مابین باہم فرق ہے بخلاف خاوند کے کہ وہ تو اپنی ملک کے دائرہ میں تصرف کرتا ہے (لہٰذا جب اس نے ہزار طلاق دی تو اس کی طرف سے ایجاب صحیح ہے۔ اسی طرح پہلے مسئلے میں اس لیے کہ وہ طلاقوں کی مالکہ تھی اور اس نے ان میں سے ایک دے دی مگر یہاں وہ تین کی مالکہ نہیں ہے اور جو کچھ اس نے کیا ہے وہ اس کے اختیار میں نہیں۔ لہٰذا اسکا طلاق دینا لغو ہو گا۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

طلاق کے حق کے تفویض میں اختلاف کی صورت :

مسئلہ .... (9) وان امرھا

"اور اگر خاوند نے بیوی کو طلاق دینے کا حکم دیا جس سے وہ رجوع کر سکے مگر عورت نے اپنے آپ کو طلاق بائن دے دی یا مرد نے بائن طلاق کو کہا اور عورت نے رجعی واقع کی تو طلاق خاوند کے قول کے مطابق ہوگی۔"

ابتدائی صورت کا مطلب یہ ہے کہ خاوند کہے "تم اپنے کو ایک طلاق دو" جس سے میں رجوع کر سکوں پھر بیوی نے کہا میں نے خود کو بائن طلاق دے دی تو رجعی طلاق ہی واقع ہوگی اس لیے کہ اس نے اصل کے ساتھ کچھ اضافی شے اپنے اوپر وارد کی ہے تو زائد وصف لغو ہو جائے گا اور اصل کا حکم باقی رہ جائے گا جیسا کہ بیان ہو چکا ہے۔

دوسری صورت اس طرح ہے کہ خاوند کہے کہ تم اپنے آپ کو طلاق بائن دو اور عورت نے جواب میں کہا "میں نے اپنے آپ کو ایک رجعی طلاق دی لیکن طلاق بائن واقع ہوگی اس لیے کہ عورت کا طلاق رجعی کہنا لغو ہے کیونکہ جب خاوند نے تفویض کردہ طلاق کی صفت خود کر دی تھی تو عورت کا فرض تھا کہ وہ اس طرح طلاق واقع کرتی اور وصف کا تعین نہ کرتی اضافہ کے لغو ہونے پر یہ سمجھا جائے گا تو گویا عورت نے اصل طلاق پر اکتفا کیا ہے لہٰذا طلاق رجعی یا بائن اس صفت کے ساتھ واقع ہوگی جو خاوند نے تعین کی ہے۔

کوئی طلاق واقع ہونے کی صورت :

مسئلہ .... (10)

"اور اگر خاوند نے بیوی سے کہا (اگر تو چاہے تو اپنے آپ کو تین طلاقیں دے دے) اور عورت نے ایک طلاق دی تو کچھ واقع نہ ہوگا"

کیونکہ اس کا مطلب یہ تھا کہ اگر تو تین طلاقیں چاہے تو خود کو دیدے پھر بیوی نے ایک طلاق واقع کرنے سے معلوم ہوا کہ اسنے تین طلاقوں کو نہیں چاہا للذا شرط نہ پائی گئی اور طلاق واقع نہ ہوگی۔

"اور اگر خاوند نے اپنی بیوی سے کہا اگر تو چاہے تو اپنے آپ کو ایک طلاق دے دے تو بھی امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک وہی حکم ہوگا"

اس لیے کہ تین کا چاہنا ایک طلاق ایک کا چاہنا نہیں ہے جیسے کہ تین طلاقوں کا واقع کرنا ایک طلاق کا واقع کرنا نہیں ہوتا۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

مگر صاحبینؒ کہتے ہیں کہ اس سے ایک طلاق واقع ہو جائے گی اس لیے کہ تین طلاقوں کی مشیئت میں ایک طلاق کی مشیت بھی موجود ہوتی ہے جیسا کہ تین طلاقوں کا واقع کرنا ایک طلاق کا واقع کرنا بھی ہے سو شرط پائی گئی (لہٰذا ایک طلاق واقع ہو گی)

عورت کے حق طلاق کا باطل ہونا :

مسئلہ .... (11)

"اور اگر خاوند نے اپنی بیوی سے کہا اگر تو چاہے تو تجھے طلاق" عورت نے جواب دیا اگر تو چاہے تو مجھے منظور ہے پھر مرد نے طلاق کی نیت کرتے ہوئے کہا (ہاں میں تو چاہتا ہوں تو عورت کو طلاق کا اختیار باطل ہو جائے گا)

اس لیے کہ خاوند نے عورت کی طلاق کو اس کی مطلق رائے کے ساتھ معلق کیا تھا مگر عورت نے اپنی رائے کو خاوند کی رائے سے معلق کر دیا لہٰذا (تفویض طلاق) کی شرط باقی نہ رہی۔ جس کی وجہ عورت کا فضول باتوں میں مشغول ہونا ہے لہٰذا اب مرد کے محض یہ کہنے سے طلاق واقع نہ ہو گی کہ میں تو چاہتا ہوں خواہ وہ طلاق کی نیت بھی کر لے اس لیے کہ اب بیوی کے کلام میں طلاق کا تذکرہ نہیں تھا کہ مرد اس کی طلاق کا چاہنے والا ہو جاتا۔ اور کسی ایسی چیز میں نیت کچھ فائدہ نہیں دیتی جو مذکور ہی نہ ہو۔ البتہ اگر مرد جواب میں یوں کہے ہاں میں تیری طلاق چاہتا ہوں تو طلاق واقع ہو جائے گی۔ بشرطیکہ نیت طلاق بھی ہو اس لیے کہ یہ تو گویا اسے ابتداء طلاق دینا ہے کیوں کہ طلاق کا چاہنا اس کے مذکور ہونے کا پتہ دے رہا ہے۔ بخلاف اس صورت کے جب کہا میں تیری طلاق کا ارادہ رکھتا ہوں کیونکہ ارادہ مشیت کے پہلے سے موجود ہونے کی خبر نہیں دیتا" اس طرح اگر عورت نے جواب میں کہا "ہاں مجھے منظور ہے اگر میرے والد کو منظور ہو" یا عورت نے کہا اگر یہ کام اس طرح ہو تو مجھے منظور ہے یعنی اس نے کسی ایسے کام سے طلاق کو مشروط کر دیا جو ابھی وقوع پذیر نہیں ہوا تو بھی یہی حکم ہو گا"

اس لیے کہ جیسا کہ ہم بیان کر آئے ہیں عورت نے اپنی مشیت کو معلق کر دیا ہے حالانکہ وہ مطلق تھی اس لیے طلاق واقع نہ ہو گی اور اس کا اختیار باطل ہو جائے گا۔

"اور اگر عورت نے اپنی مشیت کو کسی ایسے کام سے مشروط کیا جو پہلے بھی واقع ہو چکا ہو تو طلاق واقع ہو جائے گی" اس لیے کہ کسی موجود شے سے مشروط کرنا گویا اس کا فوری نفاذ کرنا ہے۔

مسئلہ .... (12) ولو قال لها انت طالقي

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

"اور اگر خاوند نے بیوی سے کہا تو جب چاہے یا جب بھی چاہے کبھی یا ابھی چاہے تو اپنے آپ کو طلاق دے لینا" پھر عورت نے اس تفوض کو رد کر دیا تو یہ رد نہیں ہوگا اور نہ ہی یہ اختیار اس مجلس تک محدود رہے گا۔

کلمہ متی (جب) اور یا (جب بھی) میں یہ حکم اس لیے ہے کہ یہ دونوں وقت کے لیے استعمال ہوتے ہیں اور یہ تمام اوقات کے لیے عام ہیں گویا مرد نے یوں کہا ہے جس وقت بھی تو چاہے تو یہ اختیار بالا جماع مجلس تک محدود نہ ہوگا اگر عورت اختیار کو رد کر دے تو بھی رد نہ ہوگا۔ اس لیے کہ خاوند نے اسے ہر اس وقت میں جب بھی وہ چاہے طلاق کا مالک بنادیا ہے لہٰذا اس کے ایسا چاہنے سے پہلے تملیک ثابت نہ ہوگی کہ رد کرنے سے رد ہو جائے۔

پھر زیر بحث صورت میں عورت اپنے آپ کو صرف ایک طلاق ہی دے سکتی ہے اس لیے کہ صرف "متی" (جب) زمانے کے لیے تو عام ہے لیکن فعل کے لیے عام نہیں لہٰذا ان الفاظ سے عورت کو ہر زمانے میں طلاق دینے کا تو اختیار حاصل ہوگا مگر ایک مرتبہ طلاق دینے کے بعد اسے دوبارہ طلاق کا اختیار نہ ہوگا۔

"کلمہ اذا (جب، اور اذاما (جب بھی) کے حروف بھی صاحبینؒ کے نزدیک "متی" (جب) کے ہی ہم معنی ہیں۔ مگر امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک اگرچہ اذا (جب) کا استعمال شرط کے لیے ہوتا ہے جیسا کہ وقت کے لیے بھی ہوتا ہے لیکن موجودہ الفاظ سے عورت کے ہاتھ میں اختیار آ چکا ہے تو شک کی وجہ سے زائل نہ ہوگا اس کی یہ بحث طلاق کی وقت کی نسبت (اضافہ الطلاق الی الزمان) کی فصل میں پہلے گزر چکی ہے۔

عورت کو تفویض کردہ طلاق کی تعداد :

مسئلہ .... (13)

"اور اگر مرد نے بیوی سے کہا (تو جب کبھی (کلما) چاہے تو تجھے طلاق ہے) تو عورت اپنے آپ کو ایک کے بعد دوسری طلاق دے سکتی ہے یہاں تک کہ وہ تین طلاقیں بھی دے سکتی ہے"

اس لیے کہ کلمہ ما (جب کبھی) تکرار فعل کا تقاضا کرتا ہے مگر یہ تعلیق اس عورت کو اس وقت تک حاصل رہے گی جب تک وہ اس مرد کے نکاح میں ہے اور اگر کسی دوسرے مرد سے طلاق دے دی تو واقع نہ ہوگی اس لیے کہ اب یہ نئی ملکیت ہے اس طرح بیوی کو یہ اختیار نہیں ہوگا کہ وہ یکبارگی اپنے آپ کو تین طلاقیں دے اس لیے کہ کلمہ کلما (جب کبھی) عموم افراد کا تقاضا کرتا ہے عموم اجتماع کا نہیں لہٰذا اس یکبارگی (تین طلاقیں) دینے اور ایک وقت میں جمع کرنے کا اختیار نہ ہوگا۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

حق تفویض کو عورت کی رضامندی سے مشروط کرنا:

مسئلہ .... (14)

"اور اگر خاوند نے بیوی سے کہا" انت طلاق حیث شیئت او این شئت (تو جیسے بھی چاہے جہاں بھی چاہے تجھے طلاق) تو جب تک عورت نہ چاہے طلاق نہ ہوگی۔ اگر وہ اس مجلس سے اٹھ کھڑی ہو تو اسے اختیار باقی نہ رہے گا"

کیونکہ حیث (جیسے) اور این (جب) دونوں حروف اسم مکان ہیں حالانکہ طلاق کا کسی مکان سے کوئی تعلق نہیں ہوتا۔ لہذا جگہ کا ذکر لغو ہوگا اور مطلق مشیت باقی رہ جائے گی اس لیے وہ اس مجلس تک محدود ہوگی بخلاف زمانے (سے متعلق الفاظ) کے کیونکہ طلاق کا تو زمانے سے تعلق ہوتا ہے چنانچہ طلاق کسی زمانے میں واقع ہوتی ہے اور کسی میں نہیں اس لیے بطور خاص اور بطور عام زمانے کا اعتبار کرنا ضروری ہے۔

حق تفویض میں مرد کو رجوع کا حق:

مسئلہ .... (15) وان قال لها

"اور اگر خاوند نے اپنی بیوی سے کہا" انت طالق کیف شیئت (تو جس طرح چاہے تجھے طلاق) تو عورت کے چاہنے پر ایک طلاق واقع ہوگی جس میں مرد کو رجوع کا اختیار ہوگا مطلب یہ ہے کہ عورت کے چاہنے سے پہلے (ہی ایک طلاق واقع ہو جائے گی)

پھر اگر بیوی نے کہا کہ میں تو بائن یا تین طلاقیں چاہتی تھی اس پر خاوند نے کہا میں نے نیت بھی یہی کی تھی تو جیسے مرد نے کہا اسی کے مطابق حکم ہوگا اس لیے کہ اس صورت میں عورت کے چاہنے اور مرد کے ارادے میں موافقت ثابت ہو گئی ہے لیکن اگر بیوی نے تین کا ارادہ کیا اور خاوند نے ایک بائن کا یا بر عکس معاملہ ہو تو ایک رجعی طلاق واقع ہوگی اس لیے کہ دونوں میں عدم مطابقت کی وجہ سے عورت کا تصرف لغو ہو گیا ہے اور خاوند کا طلاق واقع کرنا ہی باقی رہا۔

اگر مشیت (چاہنے) کا اختیار دیتے وقت خاوند کی کوئی نیت نہ ہو تو متاخرین مشائخ کے مطابق بیوی کی مشیت کا اعتبار کیا جائے گا اس لیے کہ تخیر کا تقاضا یہی ہے۔

"مصنف" فرماتے ہیں کہ (زیر نظر مسئلے کو) امام محمدؒ نے المبسوط میں امام ابو حنیفہؒ کا قول قرار دیا ہے اور

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

صاحبینؒ کے نزدیک اس صورت میں طلاق اس وقت تک واقع نہ ہوگی جب تک کہ بیوی واقع نہ کرے۔ خواہ وہ رجعی طلاق ہو چاہے یا بائن"

غلام کی آزادی کا مسئلہ بھی اسی اختلاف پر مبنی ہے۔

صاحبینؒ کی دلیل یہ ہے کہ خاوند نے طلاق کا حق عورت کو تفویض کر دیا ہے وہ جس طرح بھی چاہے لہٰذا ضروری ہے کہ اصل طلاق عورت کی مشیت کے ساتھ معلق ہو تاکہ ہر حالت میں اس کے لیے مشیئت ثابت رہے مطلب یہ ہے کہ مباشرت سے پہلے ہو یا بعد میں دونوں صورتوں میں کوئی فرق نہیں ہوگا۔

امام ابو حنیفہؒ فرماتے ہیں کہ لفظ کیف دوسرے سے حالت دریافت کرنے کے لیے ہے جیسا کہ کہا جاتا ہے کیف اصبحت (تو نے صبح کیسے کی) اور وصف طلاق کا عورت کو تفویض کرنا اس امر کا تقاضا کرتا ہے کہ اصل طلاق پہلے موجود ہو اور طلاق اسی صورت میں موجود ہوتی ہے جب وہ پہلے واقع ہو جائے (لہٰذا مشیئت سے قبل وجود طلاق ضروری ہے)

حق تفویض کا غیر مشروط ہونا :

مسئلہ ....(17)

"اور اگر خاوند نے بیوی سے کہا انت طالق کم شئت او ماشئت (تو جتنی طلاقیں چاہے اپنے آپ کو طلاق دے سکتی ہے) تو عورت اپنے آپ کو جتنی طلاقیں چاہے لے سکتی ہے"

کیونکہ کلمہ کم اور ما تعداد یہاں کے لیے ہیں اور خاوند نے بیوی کو اتنی تعداد کا حق سپرد کر دیا ہے جتنی وہ چاہے۔

"پھر اگر اس کی بیوی مجلس سے اٹھ کھڑی ہوئی تو طلاق کی تفویض باطل ہو جائے گی اور اگر اس نے اسے رد کر دیا تو وہ رد ہو جائے گی"

کیونکہ یہ تفویض امر واحد ہے اور وہ فوری خطاب ہے لہٰذا وہ فوری جواب کا متقاضی ہے۔

حق تفویض میں امام ابو حنیفہ کا موقف

مسئلہ ....(18)

"اور اگر خاوند نے اپنی بیوی سے کہا طلقي نفسك من ثلاث ماشئت (تو تین طلاقوں میں سے جتنی طلاقیں چاہے اپنے آپ کو دے دے) تو وہ اپنی ذات کو ایک یا دو طلاقیں دے سکتی ہے تین نہیں یہ حکم امام ابو حنیفہؒ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کے نزدیک ہے۔

صاحبینؒ کہتے ہیں کہ اگر وہ چاہے تو تین طلاقیں بھی دے سکتی ہے اس لیے کہ کلمہ ''ما'' عموم کے مفہوم میں آتا ہے۔ اور کلمہ ''من'' جو کبھی کبھار تو تمیز اور پہچان کے لیے آتا ہے لہٰذا وہ جنس طلاق کی تمیز پر معمول ہوگا جیسا کہ کہا جاتا ہے کل من طعامی ماشئت (میرے کھانے میں سے تو جتنا چاہے کھالے) کہ اس صورت میں وہ پورا کھانا بھی کھا سکتا ہے اس طرح طلاق من نسائی میں شئت (میری بیویوں میں سے جتنی کو بھی چاہے طلاق دے دے) لہٰذا اس صورت میں بھی وہ خود کو سب طلاقیں دے سکتی ہے۔

امام ابو حنیفہؒ فرماتے ہیں کہ ''من'' کا حقیقی استعمال تبعیض (بعض) کے لیے ہے اور ''ما'' کا کم کے لیے لہٰذا ان دونوں کو ملا کر عمل کیا جائے گا جو مثالیں آپ نے پیش کی ہیں ان میں سے پہلی مثال میں تبعیض کو اس لیے ترک کیا گیا ہے تاکہ وہ وسعت سخاوت کا اظہار ہو سکے اور دوسری مثال میں عموم وصف ہے اور یہ مشیت ہے اور اگر خاوند نے طلاق میں نسائی میں شئت کہہ دیا تو اس صورت میں بھی اختلاف ہے (جیسا کہ اوپر بیان ہوا)

خود آزمائی نمبر 8

1۔ فقہ اسلامی میں تفویض طلاق سے کیا مراد ہے اس پر مفصل نوٹ تیار کیجئے۔

2۔ تفویض طلاق کی صورت میں عورت کا خود کو طلاق دینے کا حق کتنی دیر تک برقرار رہتا ہے اور کیوں؟

3۔ اگر خاوند کی طرف سے طلاق کا اختیار دینے کے لیے مختلف الفاظ استعمال کیے گئے تو عورت ان کا جواب کس طرح دے گی؟

4۔ اختیار طلاق میں فقہاء نے تخیر کے مشہور واقعہ سے جس طرح استدلال کیا ہے اس پر بحث کیجئے۔

5۔ اگر مرد نے اپنی کسی بیوی کے ہاتھ میں اختیار دیا تو اس کے کیا احکام ہوں گے۔

6۔ اگر کسی عورت کو مرد نے اس کا معاملہ اس کے ہاتھ میں دیا اور پھر وہ عورت اسی جگہ اگلے دن تک بیٹھی رہی کیا اس کا اختیار باقی رہے گا۔

7۔ طلاق کو مشیئت سے معلق کرنے سے کیا مراد ہے؟ تفصیلاً بحث کیجئے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

10۔ طلاق میں قسم کھانے یا شرط لگانے کے احکام

طلاق کو آئندہ نکاح سے مشروط کرنا :

مسئلہ ......(1)واذا اضاف الطلاق

"اور اگر خاوند نے طلاق کو آئندہ ہونے والے نکاح سے مشروط کر دیا تو طلاق نکاح کے بعد طلاق واقع ہو جائے گی مثلاً کسی شخص نے کسی عورت سے کہا اگر میں نے تجھ سے نکاح کیا تو تجھے طلاق یا کہا جس عورت سے بھی نکاح کروں اسے طلاق تو اسے نکاح کے بعد طلاق واقع ہو جائے گی"

امام شافعیؒ کہتے ہیں کہ اسے طلاق نہ ہوگی اس لیے کہ حضور ﷺ کا ارشاد ہے **لا طلاق قبل النکاح** (نکاح سے پہلے طلاق نہیں) ہماری دلیل یہ ہے کہ یہ قسم کی طرح کا تصرف ہے اس لیے کہ اس میں شرط وجزاء دونوں موجود ہیں لہٰذا اس کلام کی صحت کے لیے اس وقت ملک طلاق کا موجود ہونا شرط نہیں کیونکہ وقوع (طلاق) تو شرط کے موجود ہونے پر ہوتا ہے اور شرط کے موجود ہونے کے وقت ملکیت نکاح یقیناً حاصل ہوتی ہے اور وجود شرط سے پہلے اس کا اثر رکا رہتا ہے جو تصرف کرنے والے کے ساتھ قائم رہتا ہے اور امام شافعی کی بیان کردہ حدیث فوری عدم طلاق پر محمول ہے اور حدیث کا مفہوم حضرت شعبی اور امام زہریؒ وغیرہ علمائے سلف سے یہی مروی ہے۔

طلاق کا شرط سے مشروط ہونا :

مسئلہ ....(2)واذا اضافة

"اور اگر خاوند نے طلاق کو کسی شرط کے ساتھ معلق کیا تو شرط کے پورا ہوتے ہی طلاق واقع ہو جائے گی مثال کے طور پر خاوند اپنی بیوی سے کہے (اگر تو گھر میں داخل ہوئی تو تجھے طلاق) یہ حکم بالاتفاق ہے"

اس لیے کہ ملکیت نکاح اس وقت قائم ہے اور ظاہر یہی ہے کہ یہ ملیکت شرط کے موجود ہونے تک قائم رہے گی لہٰذا یہ قول قسم بننے یا طلاق واقع کرنے کی صلاحیت رکھتا ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

ملکیت طلاق نہ رکھنے کی صورت میں طلاق کو مشروط کرنا :

مسئلہ ....(3)

"اور طلاق کو کسی شرط سے معلق کرنا اس وقت تک درست نہیں جب تک قسم کھانے والا ملکیت طلاق نہ رکھتا ہو یا وہ اسے اپنی ملکیت نکاح کی طرف منسوب نہ کرے"

اس لیے کہ یہ ضروری ہے کہ شرط کی جزاء ظاہر ہو تا کہ وہ اس سے بیوی کو ڈرائے تو اس سے اس میں قسم کا مفہوم پیدا ہو جائے گا۔ جو (اس کے لیے) قوت (کاباعث) ہے اور سبب ملکیت جس کا ظہور ان دو صورتوں میں سے ایک سے ہوتا ہے (نکاح) کی طرف منسوب کرنا ایسا ہی ہے جیسا کہ نفس ملیکت کی طرف منسوب کرنا ہے اس لیے کہ وہ اپنے سبب کے وقت ظاہر ہو جاتی ہے۔

طلاق کو گھر میں داخل ہونے سے مشروط کرنا :

مسئلہ ....(4)فان قال لاجنبية

"اور اگر خاوند نے کسی اجنبی عورت سے کہا اگر تو گھر میں داخل ہوئی تو تجھے طلاق پھر اس نے اس سے شادی کر لی اور وہ عورت گھر میں داخل ہوئی تو طلاق واقع نہیں ہو گی"

اس لیے کہ قسم کھانے والا اس وقت طلاق کا مالک تھا اور نہ ہی اس نے طلاق کو ملک یا سبب ملک (نکاح) کی طرف منسوب کیا اور وقوع طلاق کے لیے ملک کا ہونا یا اس کا سبب ملک کی طرف منسوب کرنا لازمی ہے۔

طلاق میں شرط کے الفاظ :

مسئلہ ....(5)والالفاظ الشرط

"اور شرط کے لفظ یہ ہیں ان (اگر) اذا، اذاما (جب، جب کبھی) کل کلما (جب کبھی بھی) متی اور متی ما (جب بھی) اس لیے کہ شرط جس لفظ سے مشتق ہے اس کے ایک معنی علامت کے بھی ہیں اور یہ الفاظ اپنے سے متصل کے ساتھ جب بطور افعال واقع ہوں تو وہ قسم توڑنے کی علامت بن جائیں گے۔ پھر لفظ ان تو معنی شرط کے لیے ہے اس میں وقت کے معنی نہیں پائے جاتے اور باقی الفاظ ان کے ساتھ ملحق ہیں اور کلمہ کل (تمام) کے ساتھ جو کلمہ متصل ہوتا ہے وہ اسم ہوتا ہے اور شرط وہ ہوتی ہے جس کے ساتھ جزاء ہو اور جزاء کا تعلق افعال سے ہوتا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

ہے مگر کل کو کلمات شرط کے ساتھ اس لیے ملحق کیا گیا ہے کہ فعل کا تعلق اسی اسم کے ساتھ ہو جاتا ہے جو (کل) سے متصل ہو جیسا کہ آپ کہیں "کل عبد اشتریتہ فھو حر "جو غلام بھی میں خریدوا، گا وہ آزاد ہے۔

(القدوریؒ فرماتے ہیں کہ "ان الفاظ کے ساتھ جب شرط پائی جائے تو قسم ختم ہو جائے گی) یعنی اگر گھر میں ایک عورت داخل ہو گئی تو اس پر طلاق بائن واقع ہو جائے گی اور قسم بھی ختم ہو جائے گی۔ اس لیے کہ لغت کی رو سے یہ الفاظ عموم اور تکرار کا تقاضا نہیں کرتے فعل کے ایک بار پائے جانے سے شرط پوری ہو جاتی ہے اور شرط کے بغیر قسم باقی نہیں رہتی (ماسوائے کلمہ کلما (جب کبھی) کے جو فعل کا متقاضی ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے (کلما نضجت جلو دھم بدلنا ھم جلودا غیرھا (النساء ۴) جب بھی ان کی کھالیں سڑ جائیں تو تو ہم نئی کھالیں تبدیل کر دیں گے، اور لفظ میں عموم پائے جانے کی بناء پر تکرار لازم ہو گا۔

القدوریؒ فرماتے ہیں کہ "اگر خاوند نے اس عورت سے (دوسرے خاوند سے طلاق حاصل کرنے کے بعد) نکاح کر لیا اور شرط کا تکرار (یعنی گھر میں داخل ہونا) پایا گیا تو اب کچھ واقع نہ ہو گا'

اس لیے کہ سابقہ نکاح میں مرد جن تین طلاقوں کا مالک تھا وہ ان کو پوری طور پر استعمال کر چکا ہے اس طرح اب جزاء باقی نہ رہی اور قسم کی بناء تو اس جزاء یا شرط پر تھی۔ اس مسئلہ میں امام زفرؒ کو اختلاف ہے جیسا کہ ہم ان شاء اللہ تعالیٰ پھر بیان کریں گے۔

کلما کے لفظ کو شرط طلاق کے لیے استعمال کرنا :

مسئلہ............(6)

"اگر لفظ "کلما" (جب کبھی) تزوج پر داخل کر دیا جائے مثلاً یوں کہیے کلما تزوجت امرۃ فھی طالق (میں جب بھی کسی عورت سے نکاح کروں تو اسے طلاق) تو وہ ہر مرتبہ شادی کرنے پر حانث ہو جائے گا خواہ یہ نکاح دوسرے خاوند سے طلاق کے بعد ہی کیوں نہ ہو"

اس لیے کہ اس قسم کا ہونا اس حق طلاق کی وجہ سے جس کا وہ نکاح کرنے کی بنا پر مالک بنتا ہے اور اس کا کوئی شمار نہیں۔ (لہٰذا جب بھی وہ نکاح کرے گا طلاق واقع ہو جائے گی)

القدوریؒ کہتے ہیں "اس صورت میں قسم کھانے کے بعد ملکیت نکاح کا زائل ہونا قسم کو باطل نہیں کرتا"

اس لیے کہ شرط پوری نہیں ہوئی لہٰذا قسم باقی رہے گی اور محل جزاء یعنی عورت کے باقی ہونے سے جزاء بھی باقی ہے لہٰذا قسم بھی باقی رہے گی "پھر اگر تو شرط اس کی ملکیت نکاح میں پائی گئی تو قسم کھل جائے گی اور طلاق واقع ہو

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

کی" اس لیے کہ شرط پائی گئی اور محل طلاق یعنی عورت میں جزاء کی اہلیت موجود ہے اور اس سے قسم باقی نہ رہے گی۔ جیسا کہ ہم بیان کر چکے ہیں (اور اگر شرط غیر ملکیت نکاح میں پائی گئی تو قسم تحلیل ہو جائے گی۔ کیونکہ شرط پائی گئی مگر طلاق واقع نہیں ہو گی" اس لیے کہ عورت اب محل طلاق نہیں ہے۔

میاں بیوی میں شرط کے بارے میں اختلاف :

مسئلہ ....(7) وان اختلفا

"اور اگر میاں بیوی میں شرط کے بارے میں اختلاف پیدا ہو جائے تو مرد کی بات قبول کی جائے گی۔ ماسوائے اس کے کہ عورت ثبوت پیش کرے (تو اس کی تصدیق کی جائے گی) اس لیے کہ مرد کا دعویٰ حقیقت اصل سے ہے۔

شرط کا نہ ہونا ہے نیز اس لیے بھی کہ خاوند وقوع طلاق اور زوال ملکیت کا منکر ہے اور عورت اس کی مدعیہ ہے (اور شریعت میں منکر کی بات قبول کی جاتی ہے)

قسم کی تائید صرف عورت سے ہو سکنے کی صورت :

مسئلہ ....(8)

"اور اگر شرط اس قسم کی ہو کہ اس کا علم عورت کے ماننے ہی سے ہو سکتا ہے تو اس کی اپنی ذات کے بارے میں اس کی بات قبول کی جائے گی"

مثال کے طور پر اگر خاوند نے بیوی سے کہا (اگر تجھے حیض آئے تو تجھے اور فلاں عورت کو طلاق) پھر عورت نے کہا کہ مجھے حیض آگیا تو اس پر طلاق واقع ہو جائے گی مگر دوسری عورت پر اس کے کہنے سے طلاق واقع نہیں ہو گی"

اس عورت پر طلاق کا واقع ہونا طریق استحسان ہے۔ ورنہ قیاس تو یہ تھا کہ (جب مرد منکر ہو تو) طلاق واقع نہ ہو گی اس لیے کہ مرد کا رضامند ہونا شرط ہے اس لیے عورت کی تصدیق نہ کی جائے گی جس طرح گھر میں داخل ہونے کے مسئلے میں (کہ اگر مرد انکار کر دے اور عورت گھر میں داخل ہونے کا دعویٰ کرے تو مرد کی بات مانی جائے گی)

استحسان کی دلیل یہ ہے کہ عورت اپنی ذات کے بارے میں امانت دار ہے اس لیے کہ اس کا علم محض اس

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

کی جانب سے ممکن ہے للذا اسی کا قول معتبر ہو گا جیسا کہ عدت اور مباشرت کے بارے میں یہی حکم ہے کہ اس صورت کے حق میں محض گواہ ہے بلکہ وہ اس کے بارے میں بہتر ہو گی۔ اس لیے کہ وہ اپنی سوت کو خواہ مخواہ مصیبت میں مبتلا کر رہی ہے للذا اس کی بات سوت کے حق میں معتبر نہ ہو گی۔ اس طرح اگر خاوند نے اپنی بیوی سے کہا کہ اگر تو چاہتی ہے کہ اللہ تعالیٰ تجھے دوزخ کی آگ میں ڈال دے تو تجھے طلاق ہے اور میرا کلام آزاد۔ پھر عورت نے جواب دیا (ہاں میں اس کو پسند کرتی ہوں یا خاوند نے کہا اگر تو مجھ سے محبت کرتی ہے تو تجھے طلاق ہے اور تیرے ساتھ اس (میری دوسری بیوی بھی) پھر اس کی بیوی نے کہا ہاں میں تجھ سے محبت کرتی ہوں تو عورت پر طلاق واقع ہو جائے گی مگر غلام آزاد ہو گا اور نہ ہی اس کی سوت کو طلاق ہو گی" وجہ اوپر بیان ہو چکی ہے اس عورت کا جھوٹا ہونے پر یقین نہیں اس لیے کہ بعض اوقات اسے خاوند سے اس قدر شدید نفرت ہو جاتی ہے کہ وہ اس سے عذاب جہنم کے بدلے بھی رہائی حاصل کرنے کو ترجیح دیتی ہے البتہ خود اس عورت کے حق میں تو حکم کا تعلق اس کے خبر دینے سے ہوتا ہے خواہ وہ جھوٹی ہی۔ ہو مگر دوسری عورت کے حق میں حکم اصل صورت پر ہی محمول رہے گا اور وہ حقیقی محبت ہے جس کا علم نہیں ہو سکتا (یعنی یہ کہ وہ واقعی عذاب جہنم چاہتی ہے یا نہیں اور وہ واقعی اپنے خاوند سے محبت رکھتی ہے یا نہیں۔

طلاق کو حیض سے مشروط کرنا :

مسئلہ .... (9)

"اور اگر خاوند نے اپنی بیوی سے کہا جب تجھے حیض آئے تو تجھے طلاق پھر عورت نے حیض کا خون دیکھا تو اسے طلاق واقع نہ ہو گی"

جب تک کہ یہ خون تین دن تک جاری نہ رہے۔ اس لیے کہ جو خون تین دن پہلے مقطع ہو جائے وہ حیض نہیں ہوتا" پھر جب تین دن مکمل ہو جائیں گے تو شروع حیض سے اس کی طلاق کا فیصلہ کیا جائے گا" اس لیے کہ تین دن گزرنے پر معلوم ہوا کہ یہ خون رحم سے آرہا ہے اور واقعی حیض کا ہے للذا اب شروع شروع میں اسے حیض شمار ہو گا۔

"اور اگر مرد نے بیوی سے کہا (جب تجھے ایک حیض آگیا تو تجھے طلاق تو جب تک عورت حیض سے پاک نہ ہو گی اسے طلاق واقع نہ ہو گی"

اس لیے کہ عربی لفظ حیضۃ جب "ہا" کے ساتھ استعمال ہوتا ہے تو اس میں لفظ حیضۃ کو پورے حیض پر

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

معمول کیا گیا ہے اور نبی اکرم ﷺ نے غزوۂ اوطاس کی قیدی عورتوں کے بارے میں فرمایا تھا (لا توطا حاصل حتی تضع لا غیرہ ذات حمل حتی تحیض حیضة (حاملہ عورتوں سے وضع حمل تک مباشرت نہ کی جائے اور غیر حاملہ عورتوں سے ایک حیض آنے تک مباشرت نہ کی جائے) اور ایک حیض اس وقت شمار ہوتا ہے جب وہ اختتام پذیر ہو جائے اور یہ اختتام پاکی آنے پر ہوتا ہے۔

طلاق کو روزے سے مشروط کرنا :

مسئلہ ....(10)

"اور اگر خاوند نے اپنی بیوی سے کہا جب تو نے ایک دن کا روزہ رکھا تو تجھے طلاق) تو عورت جس دن بھی روزہ رکھے گی اس دن غروب آفتاب کے بعد اس پر طلاق واقع ہو جائے گی"

اس لیے کہ جب کسی فعل کی دن کو طرف منسوب کیا جائے تو اس سے مراد دن کی سپیدی ہے۔ بخلاف اس صورت کے جب خاوند نے کہاانت طالق اذا صمت (جب تو روزہ رکھے تو تجھے طلاق) کہ اس صورت میں گھڑی بھر کے روزے سے بھی اسے طلاق ہو جائے گی اس لیے کہ مرد نے روزے کے لیے کوئی معیار مقرر نہیں لیا اور روزہ اپنے رکن اور شرط کے ساتھ پایا گیا ہے۔

طلاق کو پیدائش سے مشروط کرنا :

مسئلہ ....(11)

"اور اگر کسی شخص نے اپنی بیوی سے کہا لڑکا جنے گی تو تجھے ایک طلاق اور جب لڑکی پیدا کرے تو تجھے دو طلاقیں۔ پھر لڑکا اور لڑکی اکٹھے پیدا ہوئے اور یہ معلوم نہیں ہوا کہ ان میں سے پہلے کون پیدا ہوا تو قانوناً ایک طلاق واقع ہو گی مگر دیانۃً اور احتیاطاً دو طلاقیں واقع ہوں گی "اور بچہ پیدا ہونے سے اس کی عدت بھی مکمل ہو جائے گی" اس لیے کہ جب اس نے پہلے لڑکا جنا تو ایک طلاق واقع ہو گی اور لڑکی کے پیدا ہونے پر عدت ختم ہو جائے گی البتہ لڑکی کی پیدائش سے کوئی مزید طلاق نہیں پڑے گی۔ کیونکہ وہ عدت گزارنے کی حالت میں ہے۔

لیکن اگر لڑکی پہلے پیدا ہوئی تو دو طلاقیں واقع ہوں گی اور لڑکی کی پیدائش سے عدت ختم ہو جائے گی اور مزید کوئی طلاق واقع نہ ہو گی جیسا کہ ہم اوپر بیان کر چکے ہیں کہ وہ عدت گزارنے کی حالت میں ہے تو اب

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

صورت یہ ہے کہ پہلی صورت میں اسے ایک طلاق واقع ہوئی اور دوسری صورت میں دو للہذا دوسری طلاق شک واحتمال کی بنا پر واقع نہ ہوگی۔ مگر احتیاط اس میں ہے کہ دو کے وقوع کے قول پر عمل کیا جائے اور عدت تو یقیناً ختم ہو جائے گی جیسا کہ اوپر بیان ہوا۔

طلاق کو کسی شخص سے گفتگو سے مشروط کرنا :

مسئلہ............(12)

"اور اگر کسی شخص نے اپنی بیوی سے کہا کہ اگر تو نے ابو عمرو اور ابو یوسف سے کلام کیا تو تجھے تین طلاقیں، پھر اس کے بعد خاوند نے اسے ایک طلاق دے دی اور عورت کی عدت گزر گئی اور وہ اس سے جدا ہو گئی۔ پھر اس نے ابو عمرو سے گفتگو کر لی اور پھر اس نے اس خاوند سے دوبارہ شادی کر لی تو شادی کے بعد عورت نے ابو یوسف سے بھی گفتگو کر لی تو اس پر یہاں طلاق کو ملا کر تین طلاقیں واقع ہو جائیں گی۔

امام زفرؒ فرماتے ہیں کہ اسے کوئی طلاق واقع نہ ہوگی اس مسئلے کی درج ذیل صورتیں ہیں۔

(اول) اگر تو یہ دونوں شرائط ابو عمرو اور ابو یوسف سے گفتگو ملکیت نکاح میں پائی گئیں تو طلاق ہو جائے گی اور یہ ظاہر ہے۔

(دوم) اگر دونوں شرطیں اس وقت پائی گئیں جب کہ ملکیت نکاح زائل ہو چکی تھی تو کچھ بھی واقع نہ ہوگا۔

(سوم) پہلی شرط تو حالت نکاح میں اور دوسری حالت عدم نکاح میں پائی گئیں تو بھی بالاتفاق تین طلاقیں نہیں ہوں گی اس لیے کہ اجزاء کسی غیر کی ملک میں موثر نہیں ہوتی۔

(چہارم) پہلی شرط غیر کی ملک میں اور دوسری شرط اس کی اپنی نکاح میں پائی گئی یہی کتاب کا (زیر بحث) اختلافی مسئلہ ہے۔

امام زفرؒ فرماتے ہیں کہ پہلی شرط کو دوسری شرط پر قیاس کریں گے (مطلب یہ ہے کہ جس طرح اول شرط ملک میں اور دوسری غیر ملک میں واقع ہو تو تین واقع نہیں ہوتیں للہذا دونوں شرطیں طلاق کے حکم میں ایک ہی شے کی مانند ہیں۔

ہماری دلیل یہ ہے کہ کلام کی صحت متکلم کی اہلیت کے مطابق ہوتی ہے۔ البتہ (کلام کو موثر بنانے کے لیے شرط بیان کرتے وقت ملک کا ہونا ضروری ہے تاکہ جزا (وقوع طلاق) کا موجود ہونا ممکن ہو سکے۔ اس لیے کہ وہ حالت مذکورہ کے ساتھ ہے للہذا قسم صحیح ہوگی۔ اور شرط کے پورا ہونے کے وقت بھی ملک نکاح شرط ہے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

تاکہ شرط کی جزاء اپنے محل میں صحیح طریقہ پر وارد ہو سکے اور جزاء اسی وقت وارد ہو سکتی ہے جب "محل جزاء" ملک نکاح میں ہو۔ لیکن دونوں مذکورہ باتوں کے درمیان جو قسم باقی رہنے کی حالت ہے وہ ملک کے قیام وبقا کی محتاج نہیں اس لیے کہ شرطیہ قسم کا باقی رہنا اپنے محل کے ساتھ ہوتا ہے اور وہ (قسم کھانے والے کا) ذمہ ہے۔

طلاق کو گھر میں داخل ہونے سے مشروط کرنا (الف) :

مسئلہ ....(13)

"اگر مرد نے عورت سے کہا اگر تو گھر میں داخل ہوئی تو تجھے تین طلاقیں۔ پھر اس نے اسے دو طلاقیں دے دیں اور پھر اس عورت نے کسی دوسرے مرد سے شادی کر لی اور دوسرے خاوند سے مباشرت کے بعد (طلاق لے کر) پہلے خاوند کے ساتھ شادی کر لی اور گھر میں داخل ہو گئی تو امام ابو حنیفہؒ اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک اسے تین طلاقیں ہو جائیں گی"

امام محمدؒ فرماتے ہیں کہ ایک طلاق جو باقی رہ چکی ہے وہی واقع ہو گی "امام زفرؒ سے بھی یہی روایت ہے۔

امام ابو حنیفہؒ اور امام ابو یوسفؒ کے ہاں اصول یہ ہے کہ عورت کا دوسرے شوہر سے نکاح کرنا، اسے دی گئی تین سے کم طلاقوں کو بھی معدوم کر دیتا ہے۔ اس طرح عورت پہلے شوہر کی طرف سے تین طلاقوں کی ملکیت کے ساتھ پہلے خاوند کی طرف ہے۔ مگر امام محمدؒ اور امام زفرؒ کے نزدیک تین سے کم طلاقیں نکاح ثانی (حلالہ) سے معدوم نہیں ہوتیں۔ اس لیے کہ عورت اپنے سابق خاوند کی طرف بقیہ طلاقوں کے ساتھ لوٹتی ہے۔ مزید تفصیل ان شاءاللہ آئندہ بیان کی جائے گی۔

طلاق کو گھر میں داخل ہونے سے مشروط کرنا (ب) :

مسئلہ ....(14)

"اگر خاوند نے اپنی عورت سے کہا اگر تو گھر میں داخل ہوئی تو تجھے تین طلاقیں۔ پھر اس کے بعد کہا تجھے تین طلاقیں پھر اس عورت نے دوسرے مرد سے نکاح کر لیا اور اس نے اس سے مباشرت کے بعد طلاق دے دی اور وہ پھر پہلے خاوند کی طرف لوٹ آئی اور پھر گھر میں داخل ہوئی تو اب کچھ واقع نہ ہو گا"

امام زفرؒ فرماتے ہیں کہ اسے تین طلاقیں ہو جائیں گی۔ اس لیے کہ جزاء (تین طلاقوں کا وقوع) لفظ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

کے مطابق ہونے کی وجہ سے مطلق (بلا شرط و قید) ہے اور طلاق کے وقوع کا احتمال باقی ہے لہٰذا اس کی قسم برقرار رہے گی۔

ہماری دلیل یہ ہے کہ جزاء کی تین طلاقیں اس ملکیت نکاح کی ہیں اس لیے کہ یہ بات اس کو گھر میں داخل ہونے سے روکنے والی ہے اور جو ملکیت نکاح دوسرے شوہر (حلالہ کے) بعد پیدا ہوگی وہ اس وقت بظاہر معدوم تھی اور قسم کھانے کی غرض تو یہ ہوتی ہے کہ کس کام سے اسے روکا جائے یا اس کے کرنے کی ترغیب دی جائے پھر جب اس کی جزاء گزشتہ ملکیت نکاح سے متعلق تھی جو کہ فوری طور پر تین طلاقیں دینے کی وجہ سے ختم ہوگئی۔ اور طلاقوں کی محلوت باطل ہوگئی تو قسم باقی ہی نہ رہی۔ بخلاف اس صورت کے جب مرد عورت کو (ایک یا دو طلاقیں دے کر) جدا کردے (کہ وہاں قسم باقی رہتی ہے) اس لیے کہ محل طلاق باقی ہے۔

طلاق کو مباشرت سے مشروط کرنا:

مسئلہ ....(15)

"اگر خاوند اپنی بیوی سے کہے جب میں تجھ سے مباشرت کروں تو تجھے طلاق پھر اس نے عورت سے مباشرت کی تو جیسے ہی دونوں کی شرمگاہیں باہم ملیں گی اسے تین طلاقیں ہو جائیں گی۔ اور اگر مرد گھڑی بھر میں اس حالت میں رہا تو اس پر مہر واجب نہ ہوگا لیکن اگر اس نے عضو کو نکالنے کے بعد پھر داخل کیا تو اس پر مہر واجب ہوگا اور یہی حکم اس وقت ہے جب کسی شخص نے اپنی باندی سے کہا (اگر میں تجھ سے مباشرت کروں تو تو آزاد ہے۔

امام ابو یوسف" پہلی صورت میں (اگر وہ بیوی سے فوراً جدا نہ ہوا ہو) مہر واجب قرار دیتے ہیں۔ اس لیے کہ عضو کے اندر رکھنے سے مباشرت پائی گئی البتہ حد زنا لازم نہ ہوگی اس لیے کہ مباشرت کی ابتداء آخر کے ساتھ متحد ہے (چونکہ اس کی ابتداء جائز تھی)"

ظاہر روایت کی دلیل یہ ہے کہ مباشرت فرج کو فرج میں داخل کرنے کو کہتے ہیں جس میں باقی رکھنا شامل نہیں۔ بخلاف اس صورت کے جب وہ نکال کر دوبارہ داخل کرے اس لیے کہ اب طلاق کے بعد "ادخال" پایا گیا۔ لیکن مجلس اور مقصود پر قیاس کی بنا پر چونکہ اس میں اتحاد کا شبہ پایا جاتا ہے اس لیے حد واجب نہ ہوگی کیونکہ شبہ سے حد ساقط ہو جاتی ہے پھر جب حد واجب نہ ہوئی تو مہر واجب ہو جائے گا کیونکہ مباشرت کرنے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

پر دونوں (حد اور مہر) میں سے ایک چیز ضروری ہے۔

اور اگر اس نے طلاق رجعی دی تو اس صورت میں امام ابو یوسف کے نزدیک کچھ دیر ٹھہرنے سے رجوع بھی ہو جائے گا اس لیے کہ وہاں ٹھہرنا پایا گیا مگر امام محمدؒ کو اس سے اختلاف ہے۔

اگر اخراج کے بعد پھر داخل کرے تو تمام آئمہ کے نزدیک رجوع ثابت ہو جائے گا اس لیے کہ اب از سر نو مباشرت کا عمل پایا گیا۔

خود آزمائی نمبر 9

1۔ یمین فی الطلاق سے کیا مراد ہے۔ اس کی مثالوں سمیت وضاحت کریں۔

2۔ الفاظ شرط کون کون سے ہیں؟ ہر ایک کے احکام کی وضاحت کیجئے۔

3۔ کیا نکاح ثانی سے مادون الثلاث (تین سے کم طلاقیں) بھی ختم ہو جاتی ہیں۔ اختلاف آئمہ معہ دلائل تحریر کیجئے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

12۔ استثناء کے بیان میں

طلاق کو ان شاء اللہ سے مشروط کرنا :

مسئلہ ....(1) واذا قال الرجل

"اگر کسی خاوند نے اپنی بیوی سے کہا تجھے طلاق ان شاء اللہ (طلاق واقع نہ ہوگی)

اس لیے کہ حضور ﷺ کا ارشاد ہے کہ جس نے طلاق یا آزادی غلام کی قسم کھائی اور اس کے فوراً بعد ان شاء اللہ کہہ دیا تو وہ حانث نہیں ہوتا علاوہ اس لیے بھی کہ قسم کھانے والے نے یہ بات شرط کے انداز میں کہی ہے لہٰذا یہ تعلیق ہوگی اور تعلیق جزاء کے وقوع کو شرط سے پہلے روکتی ہے۔ مگر یہاں شرط کے وقوع کا علم نہیں ہو سکتا (کہ اللہ تعالیٰ چاہتا ہے کہ نہیں) لہٰذا یہ اصل معدوم کرنا ہوگا اس لیے شرط یہ ہے کہ دوسری شرائط کی طرح ان شاء اللہ کلام کے ساتھ بالکل متصل ہی کہا جائے۔

"اور اگر مرد نے ابتدائی جملہ کہہ کر کچھ دیر توقف کیا تو کلام کے ابتدائی حصے کا حکم ثابت ہو جائے گا"

اور یہ جملہ ان شاء اللہ کہنا یا کوئی دوسری شرط بیان کرنا پہلے کلام سے رجوع کرنے کے مترادف ہوگا (مگر طلاق واقع ہو جائے گی)

"اسی طرح اگر زیر بحث صورت میں "ان شاء اللہ" کہنے سے پہلے ہی عورت مر گئی تو ان شاء اللہ کے ساتھ والا کلام واجب کنندہ ہونے سے خارج ہوگا" مگر یہ جملہ عورت کی موت کے بعد کہا گیا ہے لہٰذا اسے موثر تسلیم نہ کیا جائے گا اور پہلے والے کلام ہی کا اعتبار کیا جائے گا اور موت حکم کے واجب کرنے کی نفی کرتی ہے باطل کی نفی نہیں کرتی۔ (لہٰذا طلاق واقع نہ ہوئی خلاف اس صورت کے جب خاوند ان شاء اللہ کہنے سے پہلے ہی مر گیا (تو عورت پر طلاق واقع ہو جائے گی) اس لیے کہ اس کلام کے ساتھ استثناء (انشاءاللہ) متصل نہیں ہوا۔

تین طلاقوں میں سے ایک کا استثناء :

مسئلہ ....(2) وان قال

"اگر خاوند نے عورت سے کہا تجھے تین طلاقیں، سوائے ایک کے تو عورت پر دو طلاقیں واقع ہوں گی۔

اور اگر مرد نے کہا تجھے تین طلاقیں سوائے دو کے تو ایک طلاق ہی واقع ہوگی۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

اصول یہ ہے کہ استثناء در حقیقت اس شے کا بیان ہوتا ہے جو مستثنیٰ کے بعد بچ جائے اور یہی قول صحت کے زیادہ قریب ہے۔اس کے معنی یہ ہیں کہ استثناء اس کلام کو کہا جاتا ہے جو مستثنیٰ منہ کے بقیہ حصے کو شامل ہو مثلاً کسی شخص کا قول ہے کہ فلاں شخص کا میں نے ایک درہم دینا ہے اور میں نے فلاں کے دس درہم دینے ہیں سوائے سو کے میں کوئی فرق نہیں ہے۔ کل سے استثناء درست ہے اس لیے کہ استثناء کے بعد کا بیان باقی رہ جاتا ہے لیکن کل میں سے کل کا استثناء صحیح نہیں ہوتا۔اس لیے کہ استثناء کے بعد ایسی کوئی شے باقی نہیں رہتی جس کو بیان کیا جا سکے اور الفاظ کو اس کی طرف پھیرا جا سکے۔

اور جیسا کہ ہم پہلے بیان کر آئے ہیں استثناء اس وقت درست ہو گا جب وہ سابق کلام سے متصل واقع ہو۔ جب یہ قاعدہ کلیہ ثابت ہو گیا تو ہم اس قاعدے کا اطلاق کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ پہلی صورت (تجھے تین طلاقیں، سوائے ایک کے، میں استثناء کے بعد دو طلاقیں باقی رہتی ہیں۔ لہٰذا یہی دو واقع تصور ہوں گی اور دوسری صورت میں ایک باقی رہتی ہے لہٰذا ایک ہی واقع ہو گی۔

اگر خاوند نے کہا تجھے تین طلاقیں سوائے تین طلاقوں کے تو تین طلاقیں ہی واقع ہوں گی اس لیے کہ یہ استثناء کل میں سے کل کا ہے لہٰذا درست نہ ہو گا اور تین طلاقوں کا وقوع ہو جائے گا واللہ اعلم

خود آزمائی نمبر 10

1۔ استثناء فی الطلاق سے کیا مراد ہے مثالوں سمیت وضاحت کیجئے۔

2۔ اگر کسی شخص نے بیوی سے کہا تجھے طلاق ہے ان شاء اللہ ...... آخری جملہ متصلاً اور منفصلاً کہنے کے احکام پر بحث کیجئے۔

3۔ کیا کل سے کل کا استثناء درست ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

13- مریض کی طلاق کا بیان

مرض الموت میں طلاق :

مسئلہ.......(1)

"اگر خاوند نے اپنے مرض الموت میں اپنی بیوی کو طلاق بائن دی' پھر اس کی بیوی کی عدت میں ہی خاوند وفات پا گیا' تو اسے خاوند کی میراث میں حصہ ملے گا اور اگر خاوند کی وفات عدت گزرنے کے بعد ہوئی' تو وہ میراث سے محروم رہے گی۔"

امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ عورت مذکورہ بالا دونوں صورتوں میں میراث کی حقدار نہ ہوگی۔ اس لیے کہ طلاق بائن کے پیش آنے سے اس کی زوجیت باطل ہو گئی اور میراث کا سبب یہی زوجیت تھی۔ اس لیے اگر ان دونوں صورتوں میں عورت کی وفات ہو جائے تو مرد اس کی وراثت سے محروم رہتا ہے۔

ہماری دلیل یہ ہے کہ مرد کے مرض الموت میں عورت کا اس کی زوجیت میں ہونا وارث ہونے کا سبب ہے' مگر شوہر نے اس سبب کو ضائع کرنے کا قصد کیا ہے' لہٰذا شوہر کے اس ارادے کے اثر کو اس طرح پھیرا جائے گا کہ جب تک عورت عدت میں ہے' اس طلاق کے اثر کو ملتوی رکھا جائے گا' تاکہ وہ نقصان سے محفوظ رہے۔ اور ایسا ممکن بھی ہے' اس لیے کہ عدت کے دوران میں آثار کے لحاظ سے نکاح باقی ہوتا ہے۔ (مثلاً یہ کہ اگر عدت کے اندر خاوند رجوع کرنا چاہے تو کر سکتا ہے) لہٰذا یہ بھی جائز ہے کہ خاوند سے اس کے میراث پانے کا حق بھی باقی تسلیم کر لیا جائے' بخلاف اس وقت کے جب عدت گزر جائے۔ اس لیے کہ اب اس کا امکان نہیں رہا۔

اور (امام شافعیؒ کے قیاس) کا جواب یہ ہے کہ اس حالت میں زوجیت مرد کے حق میں عورت کے مال میں وراثت کا سبب نہیں ہے۔ اس لیے مرد کی وراثت کا حق باطل ہو جائے گا۔ خصوصاً اس لیے کہ مرد اپنی مرضی سے عورت کو طلاق دے رہا ہے۔ اور اس نے از خود یہ رشتہ ختم کیا ہے۔

حالت مرض میں عورت کے ایماء پر تین طلاقیں :

مسئلہ.....(2) وان طلقها ثلاثاً

"اور اگر مرد نے (حالت مرض میں) عورت کے ایماء پر اسے تین طلاقیں دے دیں یا مرد نے عورت

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

لانے کی وجہ سے۔ کیونکہ اگر اسے اس فعل سے مفر نہ تھا تو تعلیق نہ کرنے میں اسے ہزار طرح کا مفر تھا' تو عورت کو نقصان سے بچانے کے لیے اس کے تصرف کو پھیر دیا جائے گا۔

(چہارم) چوتھی صورت یہ ہے کہ مرد نے طلاق کو عورت ہی کے فعل سے معلق کیا' پھر اگر تعلیق اور شرط کا پایا جانا دونوں ہی حالت مرض میں ہوں اور فعل بھی ایسا ہو جس سے عورت گزارہ کر سکتی ہو' مثلاً کسی سے کلام کرنا یا کسی کے گھر جانا وغیرہ تو عورت وارث نہ ہو گی کیونکہ اپنا حق ساقط کرنے میں اس کی رضامند پائی گئی ہے۔

لیکن اگر مرد نے تعلیق عورت کے کسی ایسے فعل سے کی ہو' جس سے اس کے لیے چارہ کی کوئی صورت نہ ہو' (جیسے کھانا یا نماز یا ماں باپ سے بات چیت وغیرہ) تو ان افعال سے (طلاق پانے پر) بیوی وراثت کی حقدار ٹھہرے گی' کیونکہ وہ ان افعال کے اختیار کرنے پر مجبور تھی۔ اس لیے کہ ان سے باز رہنے میں یا تو اس کی دنیا کی ہلاکت کا اندیشہ تھا یا آخرت کے نقصان کا۔ اور اضطرار کے ہوتے ہوئے رضامندی کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

اگر خاوند نے تعلیق صحت کی حالت میں کی اور شرط حالت مرض میں پائی گئی اور فعل بھی ایسا ہو جس سے عورت بچ سکتی ہو تو عورت کی میراث میں حقدار نہ ہونے میں کوئی اشکال نہیں۔ لیکن اگر خاوند نے تعلیق کسی ایسے فعل کی جس کے بغیر عورت کے لیے چارہ نہ ہو' تو امام محمدؒ کے نزدیک تب بھی یہی قول ہے۔ اس لیے کہ جب عورت کا حق مرد کے مال سے متعلق ہو چکا تو مرد کی طرف سے اس حق کو ساقط کرنے والی کوئی شے نہیں پائی گئی۔ (لہٰذا مرد قصوروار نہ ہوگا۔) امام ابو حنیفہؒ اور امام ابو یوسفؒ کے ہاں عورت وارث قرار پائے گی۔ کیونکہ شوہر ہی نے اس فعل کے کرنے پر اسے مجبور کیا ہے' لہٰذا وہ فعل مرد کی طرف منسوب ہوگا' کیونکہ اس کام میں عورت مرد کی آلہ کار تھی' جیسے اکراہ یا مجبوری کی حالت میں ہوتا ہے۔

حالت مرض کی طلاقوں کے بعد عورت کے وراثت میں حق :

مسئلہ........(7) واذا طلقها

(امام محمدؒ الجامع الصغیر میں) فرماتے ہیں "اگر خاوند نے حالت مرض میں تین طلاقیں دیں' پھر وہ تندرست ہو گیا' بعد ازاں وہ مر گیا تو اب عورت وارث نہ ہو گی۔"

امام زفرؒ فرماتے ہیں کہ وہ اس صورت میں بھی وارث ہو گی' اس لیے کہ مرد نے اسے حالت مرض میں طلاقیں دی ہیں۔ اس لیے اس کی طرف سے فرار ثابت ہو گیا' اور اس کی موت کے وقت عورت عدت میں تھی۔

لیکن ہم کہتے ہیں کہ بیماری کے بعد جب وہ صحت مند ہو گیا تو وہ بمنزلہ صحت مند شخص ہو گیا۔ اس لیے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

کہ اب اس بیماری کا "مرض الموت" ہونا باقی نہ رہا۔ اس سے یہ ظاہر ہو گیا کہ عورت کا کوئی حق بھی مرد کے مال سے متعلق نہیں تھا' اس لیے یہ تصور نہ کیا جائے گا کہ طلاق سے خاوند نے فرار کا قصد کیا ہے۔

لعان کی حالت میں موت کے بعد عورت کا وراثت میں حق :

مسئلہ......(9)

"اور اگر کسی شخص نے اپنی صحت کے زمانے میں بیوی پر زنا کی تہمت لگائی' للذا لعان "حالت مرض الموت" میں کیا تو عورت وارث ہو گی"

امام محمدؒ کے نزدیک وارث نہ ہو گی اور اگر اس نے مرض کے دوران میں اس پر تہمت لگائی تو وہ سب کے نزدیک وارث ہو گی۔"

یہ صورت ایسی تعلیق سے ملحق ہے' جس میں عورت کے لیے متعلقہ فعل کرنے سے چارہ کار نہ ہو' اس لیے کہ عورت اپنی ذات سے زنا کی تہمت دور کرنے کے لیے نالش کرنے پر مجبور ہے' اور ہم اس کی وجہ پہلے بیان کر آئے ہیں (مرد نے عورت کو جدائی پر خود مجبور کیا ہے۔)

"اور اگر خاوند نے صحت کی حالت میں عورت سے ایلاء کیا پھر ایلاء کی وجہ سے عورت اس سے جدا ہوئی اور خاوند ابھی مریض تھا' تو بیوی وارث نہ ہو گی۔ اور اگر ایلاء بھی مرض الموت میں کیا تو بیوی وارث ہو گی۔"

اس لیے کہ ایلاء بھی معنوی طور پر طلاق کو معلق کرتا ہے' جب کہ چار ماہ بغیر مباشرت کے گزر جائیں گے' للذا یہ تعلیق آنے والے وقت کے اعتبار سے تعلیق کے ساتھ ملحق ہو جائے گی۔ وجہ ہم پہلے بیان کر چکے ہیں۔

(مصنفؒ فرماتے ہیں کہ) "طلاق کی جس صورت میں مرد کو رجوع کا اختیار ہو' اس کی تمام صورتوں میں عورت وارث ہو گی۔" جیسا کہ ہم بیان کر آئے ہیں۔ اس لیے کہ طلاق رجعی سے نکاح ختم نہیں ہوتا' حتیٰ کہ مباشرت بھی جائز ہوتی ہے تو سبب (یعنی عدت) قائم رہا۔ "اور جہاں کہیں بھی' ہم نے عورت کے وارث ہونے کا ذکر کیا ہے' اس کا مقصد یہ ہے کہ وہ صرف ایسی صورت میں وارث ہو گی جب اس کی عدت کے دوران میں ہی مرد کی وفات ہو جائے۔" جیسا شروع باب میں بیان کیا گیا ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

سے اکثر اوقات ہلاکت کا اندیشہ ہو۔ جیسے کہ اگر وہ مستقل طور پر بستر سے لگ جائے اور تندرست آدمی کی طرح اپنی ضرورت کو سرانجام نہ دے سکے تو اسے بیمار تصور کیا جائے گا۔

فرار (عن المیراث) کا حکم ایسی بعض دوسری صورتوں میں ثابت ہو جاتا ہے۔ جن میں مرض الموت ہی کی طرح مرنے کا غالب امکان ہو، مگر جس صورت میں سلامتی اور بچاؤ کا امکان غالب اور مرنے کا امکان کم ہو تو وہاں فرار کا حکم ثابت نہ ہو گا۔ (اس اصول کی روشنی میں) جو شخص قلعہ میں محصور ہو، یا جنگ کے لیے صف میں کھڑا ہو، اس کی سلامتی اور بچنے کا امکان غالب ہوتا ہے۔ اس لیے کہ قلعہ عموماً دشمن کے ضرر اور نقصان سے حفاظت کرتا ہے، اور دشمن کے سامنے سینہ سپر لشکر کے متعلق بھی یہی گمان ہوتا ہے۔ لہٰذا ان دونوں صورتوں میں حکم فرار ثابت نہ ہو گا، مگر جو شخص اکیلا دشمن کے مقابلے میں نکل آیا، یا قصاص یا رجم کے لیے میدان میں لایا گیا تو اس صورت میں ہلاکت کا امکان غالب ہے، لہٰذا ایسے حالات میں اس کی طرف سے بیوی کو طلاق دینے سے فرار ہو جائے گا۔ اس مسئلے کی اور بھی کئی صورتیں ہیں، جن میں مذکورہ اصول کا اجراء کیا جا سکتا ہے۔

پھر امام محمدؒ کا یہ کہنا کہ "پھر وہ اسی ماہ پر مر جائے، یا کسی اور بنا پر قتل کر دیا جائے" اس بات کی دلیل ہے کہ اس کے اس سبب سے مرنے یا کسی اور سبب سے مرنے کی دونوں صورتوں میں کوئی فرق نہیں ہے۔ جیسا کہ صاحب فراش مریض کو، جو بوجہ صاحب فراش ہے، قتل کر دیا جائے، تو تب یہی حکم ہے۔

طلاق کو مہینے کے آغاز سے مشروط کرنا:

مسئلہ......(6)

"اگر صحت کی حالت میں شوہر نے اپنی بیوی سے کہا جب مہینے کی ابتداء ہو گی یا جب تو گھر میں داخل ہوئی یا جب فلاں شخص ظہر کی نماز پڑھ لے یا جب فلاں شخص گھر میں داخل ہو جائے تو تجھے طلاق، مگر ان سب باتوں کا وقوع اس وقت ہوا جب خاوند بیمار تھا تو عورت (خاوند کی وفات پر) وارث نہ ہو گی اور اگر خاوند نے یہ بات دوران مرض کہی تو عورت وارث ہو گی۔ سوائے ایک صورت کے، جب مرد نے طلاق کو مکان میں داخلے سے مشروط کیا۔"

اس لیے کہ اس صورت میں عورت نے اپنا حق اختیار سے ساقط کیا ہے۔

اس مسئلے کی کئی صورتیں ہیں

(اول) یہ کہ خاوند طلاق کو کسی خاص وقت کے آنے پر معلق کرے۔

(دوم) یہ کہ وہ طلاق کو کسی اجنبی کے فعل سے معلق کرے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(سوم) یہ کہ وہ اسے اپنے فعل سے معلق کرے۔

(چہارم) یہ کہ وہ اسے عوت کے اپنے فعل سے معلق کرے۔ پھر ایک کی دو دو صورتیں ہیں۔ ایک یہ کہ یہ تعلیق حالت صحت میں کی گئی ہو اور شرط کا وجود حالت مرض الموت میں ہوا ہو' دوسری یہ کہ تعلیق اور شرط کا پایا جانا دونوں باتیں حالت مرض میں واقع ہوں۔

پہلی دو صورتوں کو ہی لیجیے یعنی (1) یہ کہ جب اسے کسی خاص وقت سے معلق کیا گیا ہو مثلاً اس نے کہا کہ "جب مہینہ شروع ہو تو تجھے طلاق" یا (2) جب اس نے تعلیق کسی اجنبی کے فعل سے کی' مثلاً جب فلاں شخص نے نماز ظہر پڑھی' یا فلاں شخص گھر میں داخل ہو گیا تو تجھے طلاق۔

پھر اگر ان دونوں صورتوں میں تعلیق اور شرط کی موجودگی حالت مرض پائی گئی تو عورت کو میراث میں سے حصہ ملے گا۔ اس لیے کہ اس حالت میں شوہر کی طرف سے تعلیق طلاق کا ایسی حالت میں اظہار کیا گیا ہے جب کہ عورت کا حق اس کے مال سے متعلق ہو چکا تھا' جو اس کی طرف سے فرار عن المیراث کو ظاہر کرتا ہے' للذا عورت وارث ہو گی۔

اور اگر مذکورہ دونوں صورتوں میں تعلیق صحت کے وقت کی گئی ہو مگر وجود شرط مرض کی حالت ہو تو اسے میراث میں سے ہرگز حصہ نہیں ملے گا۔ امام زفرؒ فرماتے ہیں کہ اسے میراث میں سے حصہ ملے گا۔ اس لیے کہ ان کے نزدیک جو طلاق شرط سے معلق ہو وہ وجود شرط کے وقت اس کیفیت میں واقع ہوتی ہے' جو بغیر تعلیق کے ہو (یعنی جو اسی وقت) دی جاتی ہے' تو گویا مرد نے مرض الموت ہی میں طلاق دی ہے۔

ہماری دلیل یہ ہے کہ سابق تعلیق شرط کے پائے جانے کے وقت ہی حکماً طلاق ہوتی ہے' قصداً نہیں۔ اور قصد کے بغیر بیوی پر زیادتی ثابت نہیں ہوتی۔ للذا اس کا تصرف رد نہ ہو گا' (یعنی مرد نے گویا حالت صحت میں طلاق دی)

(سوم) تیسری صورت کہ خاوند طلاق کو کسی اپنے فعل سے معلق کر لے اور تعلیق حالت صحت میں ہو مگر شرط کا وجود "مرض الموت" میں ہو یا دونوں کا پایا جانا "مرض الموت" میں ہو۔ تو ہر دو صورتوں میں کوئی فرق نہ ہو گا۔ اسی طرح اگر اس نے طلاق کو ایسے فعل سے معلق کیا' جس کے بغیر گزارہ ہو سکتا ہو (مثلاً زید سے ہم کلامی وغیرہ) یا وہ کوئی ایسا فعل ہو' جس سے چارہ نہ ہو' (مثلاً کھانا' نماز' رفع حاجت وغیرہ) تو بھی کچھ فرق نہیں' اور شوہر کو فرار حاصل کرنے والا شمار کیا جائے گا۔ اس لیے کہ اس کی طرف سے عورت کے حق وراثت کو ساقط کرنے کا قصد پایا گیا ہے۔ خواہ اس کی طرف سے مرض مین تعلیق کرنے کی بنا پر ہو یا مرض میں شرط کو وجود میں

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

کو اختیار دیا اور اس نے قبول کر لیا۔ یا عورت نے مرد سے خلع لے لیا پھر خاوند مر گیا اور عورت ابھی عدت میں تھی تو اس صورت میں وہ مرد کے مال میں وراثت سے محروم رہے گی۔" اس لیے کہ یہاں عورت خود اپنے اس حق میراث کو ختم کرنے پر راضی ہوئی ہے۔ جب کہ التواء اس کے حق کی بناء پر تھا۔ (لہٰذا التواء بے معنی ہے)

عورت کی طرف سے طلاق رجعی کے مطالبہ پر طلاق :

مسئلہ:.....(3)

اور اگر بیوی نے طلاق رجعی کا مطالبہ کیا مگر خاوند نے اسے تین بائن طلاقیں دے دیں' تو (اس صورت میں) عورت وارث ہو گی۔

اس لیے کہ طلاق رجعی سے نکاح کا (کلیہ) خاتمہ نہیں ہوتا' لہٰذا عورت کو اس مطالبے پر اپنے حق وراثت کے بطلان پر رضامند نہیں سمجھا جائے گا۔

مرض الموت کی طلاق میں عورت کا حق :

مسئلہ.....(4) وان قال لها في مرض موته۔

اور اگر خاوند نے اپنی مرض الموت میں اپنی بیوی سے کہا: "میں نے صحت کے ایام میں تجھے تین طلاقیں دی تھیں" اور تیری عدت بھی گزر چکی ہے' عورت نے خاوند کی بات کی تصدیق کر دی' پھر خاوند نے اقرار کیا' میرے ذمہ عورت کا کچھ قرض تھا یا شوہر نے اپنے مال سے اسے کچھ رقم اور اس کے حصہ میراث میں دینے کی وصیت کر دی تو امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک قرض یا وصیت سے کچھ رقم اور اس کے حصہ میراث میں سے جو رقم بھی کم ہو گئی وہ عورت کو ملے گی۔ صاحبینؒ فرماتے ہیں کہ اس کا اقرار اور وصیت دونوں درست ہیں۔

اگر خاوند نے مرض الوفات میں عورت کے ایماء پر اسے تین طلاقیں دیں' پھر قرض کا اقرار کیا' یا وصیت کر دی تو بالاتفاق اس قرض یا وصیت اور وراثت میں سے جو حصہ بھی کم ہو گا اسے ملے گا۔ امام زفرؒ کو اس سے اختلاف ہے' ان کے نزدیک قرض یا وصیت جس کا بھی اس نے اقرار کیا وہ اسے پورا پورا ملے گا۔ اس لیے کہ جب عورت کی طرف سے طلاق کے مطالبے کی بناء پر اس کا حق وراثت باطل ہو گیا تو اب اقرار و وصیت سے کوئی چیز مانع نہیں ہے۔

پہلے مسئلے میں صاحبینؒ کی دلیل یہ ہے کہ جب میاں بیوی نے وقوع طلاق اور عدت کے گزرنے میں ایک دوسرے کی بات کی تصدیق کر دی تو اب یہ عورت مرد کے لیے اجنبی ہو گئی' حتیٰ کہ مرد اس کی بہن سے بھی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

نکاح کر سکتا ہے (تو اب اس کے لیے اقرار اور وصیت دونوں جائز ہیں) اس بارے میں اسے ترجیح دینے کی تہمت کا بھی امکان نہ رہا۔ کیا آپ نہیں جانتے کہ اب اس کے حق میں مرد کی گواہی قبول کی جاسکتی ہی' اور وہ اسے زکوۃ دے سکتا ہے' خلاف دوسرے مسئلے کے' اس لیے کہ وہاں ابھی عورت کی عدت باقی ہے جو ترجیح دینے کی سبب بن سکتی ہے۔ اور تہمت کے سبب پر حکم جاری کیا جاتا ہے۔ اس بنا پر حق وراثت کا مدار نکاح و قرابت پر ہے۔ مسئلے میں عورت کی عدت باقی نہیں رہی۔ عورت کے لیے وصیت اور اقرار دونوں جائز ہیں۔

امام ابو حنیفہؒ دونوں صورتوں کے بارے میں فرماتے ہیں کہ مذکورہ دونوں صورتوں میں تہمت کا امکان موجود ہے۔ اس لیے کہ کبھی کبھار عورت اس غرض سے اپنی مرضی سے طلاق لے لیتی ہے تاکہ اقرار اور وصیت کا دروازہ اس کے لیے کھل جائے اور اس کے مالی حق میں اضافہ ہو سکے' بعض اوقات میاں بیوی خفیہ طور پر اتفاق کر کے باہم طے کر لیتے ہیں کہ وہ اپنے رشتہ داروں کے سامنے وقوع طلاق اور انقضاء عدت کا اقرار کر لیں گے (تاکہ عورت کو وصیت یا اقرار کے ذریعے زیادہ رقم مل سکے) تو یہ تہمت اضافے کے سلسلے میں ہے' لہٰذا ہم نے اضافے کو رد کر دیا اور میراث کی مقدار کے تعیین میں کوئی تہمت نہیں' لہٰذا ہم نے میراث میں اس کے حصے کی مقدار کی حد کو بر قرار رکھا ہے۔ چنانچہ قرض یا وصیت اور میراث میں سے جو بھی حصہ کم ہو گا اس کے دینے کا فیصلہ کیا جائے گا۔ اور زکوۃ دینے' بیوی کی بہن سے نکاح کرنے اور قبول شہادت کے لیے اس قسم کی خفیہ تدابیر نہیں کی جاتی' لہٰذا ان صورتوں میں تہمت کا امکان نہیں ہوتا ہے۔

دشمنوں کے محاصرہ کے دوران حق طلاق کا استعمال :

مسئلہ.....(5) ومن كان محصورا۔

(امام محمدؒ الجامع الصغیر میں) فرماتے ہیں "اور جو شخص دشمنوں کے محاصرے میں ہو' یا لڑائی کی صف میں ہو اور اپنی بیوی کو تین طلاقیں دیدے تو عورت وراثت سے محروم رہے گی' اور اگر مرد میدان جنگ میں کسی کے مقابلے آیا' یا اسے قصاص میں قتل کرنے کے لئے لے جایا جا رہا ہو' یا اسے رجم کرنے کے لیے (پکڑ کر) لایا گیا۔ اور وہ ان حالات میں بیوی کو طلاق دے دے۔ پھر اگر مرد مارا جائے یا قتل کیا جائے تو عورت وارث ہو گی۔" اس کا اصول ہم پہلے بیان کر آئے کہ جو شخص میراث سے راہ فرار اختیار کرنے کے لیے طلاق دے تو استحسان کی بناء پر عورت اس کی وراثت میں شریک ہو گی۔ اور فرار (عن المیراث) کا یہ حکم اسی وقت ثابت ہوتا ہے جب خاوند کے مال میں عورت کا حق ثابت ہوتا ہو۔" جو اس وقت متعلق ہوتا ہے جب خاوند ایسے مرض میں مبتلا ہو جائے جس

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

خود آزمائی نمبر 11

طلاق مریض کے باب کو غور سے پڑھئے اور حسب ذیل سوالوں کے جواب دیجئے۔

۱۔ اگر کسی مریض نے اپنی بیوی کو حالت مرض میں طلاق دی اور اس کی عدت مکمل ہونے سے پہلے وہ مر گیا تو کیا وہ اس کے ترکے میں حصہ دار ہو گی؟

۲۔ اگر اس نے اسے اختیار دیا اور اس نے طلاق اختیار کر لی۔ پھر مذکورہ بالا صورت حال پیش آئی۔ تو کیا وہ اس کی وارث ہو گی۔

۳۔ اگر کوئی شخص محصور ہو' یا دشمن کے سامنے صف اول میں جہاد میں مصروف ہو' اور وہ اپنی بیوی کو طلاق دیدے' پھر مذکورہ بالا صورت حال آجائے تو کیا حکم ہو گا؟

۴۔ اگر طلاق دینے والا مریض صحت یاب ہو جائے پھر وہ مر جائے اور عورت ابھی عدت میں ہو تو کیا اسے ترکہ ملے گا؟

۵۔ اگر کسی شخص نے صحت کی حالت میں بیوی پر تہمت لگائی پھر بیماری کی حالت میں اس سے لعان کیا اور بیوی جدا ہو گئی۔ تو کیا وہ وارث ہو گی؟

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

یونٹ نمبر 6

رجوع کے احکام

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

فہرست مضامین

یونٹ کا تعارف
یونٹ کا مقصد
-1 رجوع کرنے کا بیان 187
رجوع کا حق 187
رجوع کے الفاظ 187
رجوع پر گواہی قائم کرنا 188
عدت گزرنے کے بعد عدت میں رجوع کا اقرار کرنا 188
حق رجوع کا ختم ہونا 189
نامکمل غسل کی صورت میں رجوع 190
حاملہ بیوی سے رجوع کا حق 191
خلوت مین ملنے کے باوجود حق رجوع کا ساقط ہونا 192
حاملہ عورت سے رجوع 192
عدت کے دوران زیب وزینت کو اختیار کرنا 193
طلاق رجعی میں مباشرت 194
خود آزمائی نمبر 1 195
-2 ان امور کا بیان جن سے مطلقہ حلال ہو جاتی ہے 196
تین طلاقوں سے کم پر مطلقہ کے حلال ہونے کی صورت 196
تین طلاقیں دینے کے بعد مطلقہ کے حلال ہونے کی صورت 196
حلالہ کے لیے بچے سے شادی کرنا 197
وہ نکاح جو حلالہ کے لیے کیا جائے اس کی شرعی نوعیت 198
تین طلاقوں سے کم کی صورت میں حلالہ کی نوعیت 198
حلالہ کے لیے عدت کی تصدیق 199
خود آزمائی نمبر 2 199

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ“

www.KitaboSunnat.com

یونٹ کا تعارف

قرآن و سنت اور فقہاء کی تصریحات کے مطابق طلاق واقع کرنے کی تین صورتیں ہیں۔ طلاق رجعی' طلاق بائن اور طلاق مغلظہ۔

اول الذکر دونوں صورتوں میں رجوع ہو سکتا ہے' البتہ تیسری صورت میں رجوع نہیں ہو سکتا۔ بلکہ نکاح ثانی شرط ہے۔

اس یونٹ کے تحت رجوع اور عدم رجوع اور ان سے متعلقہ احکام زیر بحث آئیں گے۔

یونٹ کا مقصد

اس یونٹ کے مطالعہ سے آپ اس قابل ہو جائیں گے کہ :

۱۔ طلاق رجعی اور طلاق بائن میں فرق کر سکیں۔

۲۔ طلاق مغلظہ کو سمجھ سکیں۔

۳۔ رجوع کے احکام کو جان سکیں۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

1- رجوع کرنے کا بیان

رجوع کا حق :

مسئلہ ... (1) واذا طلق الرجل۔

"اگر شوہر نے بیوی کو ایک یا دو رجعی طلاقیں دیں تو اسے حق حاصل ہو گا کہ وہ دوران عدت میں اس سے رجوع کر لے۔ خواہ عورت اس پر رضامند ہو یا نہ ہو۔"

اس لیے کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے "**فامسکوھن بمعروف** (پس تم انہیں معروف طریقے پر روک لو)" مطلقاً آیا ہے۔ نیز اس لیے بھی کہ عدت کا قیام ضروری ہے کیونکہ رجوع کے معنی ملک کو برقرار رکھنے کے ہیں۔ جیسا کہ قرآن کریم میں رجوع کو "امساک" (روک لینا) کہا گیا ہے۔ جو کہ نکاح کو باقی رکھتا ہے اور اس لیے ایسا عدت کے دوران میں ہی ہو سکتا ہے۔ عدت گزر جانے کے بعد ملک نکاح باقی نہیں رہتی۔

رجوع کرنے کے الفاظ :

مسئلہ ... (2) المراجعۃ۔

"اور رجوع اس طرح ہوتا ہے کہ (مرد عورت کو مخاطب کر کے) کہے "میں نے تجھ سے رجوع کیا"۔ یا "میں نے اپنی بیوی سے رجوع کر لیا۔"

یہ الفاظ رجوع میں صریح ہیں اور ان کے متعلق آئمہ کے درمیان کوئی اختلاف نہیں ہے۔

القدوریؒ فرماتے ہیں کہ "یا مرد بیوی سے مباشرت کر لے یا اسے چوم لے، یا شہوت سے اسے چھوئے یا اس کی فرج (شرم گاہ) کی طرف شہوت سے دیکھے (تو بھی رجوع ہو جائے گا۔" یہ تمام صورتیں احناف کے نزدیک ہیں۔

امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ اگر مرد بول سکتا ہو تو زبان سے کہے بغیر رجوع صحیح نہ ہو گا۔ اس لیے کہ (امام شافعیؒ کے نزدیک) رجوع نکاح کی طرح ہے یہی وجہ ہے کہ عدت کے دوران میں عورت سے مباشرت حرام ہے، مگر احناف کے نزدیک رجوع نکاح کے برقرار رکھنے کے حکم میں ہے جیسا کہ پہلے بیان کیا جا چکا ہے اور آئندہ بھی اس کی وضاحت کی جائے گی۔

اور مرد کا یہ فعل بھی کبھی اس کے نکاح کے برقرار رکھنے کی دلیل بن سکتا ہے، جیسا کہ اختیار کے ساقط کرنے میں یہی حکم ہے اور فعل سے رجوع کی دلیل کا ہونا نکاح کے ساتھ مختص ہے اور مذکورہ افعال نکاح

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

ہی سے مختص ہیں۔ خصوصاً آزاد عورت کے حق میں خلاف اسے چھونے اور دیکھنے کے 'جو بلا شہوت ہو۔ اس لیے کہ بلا شہوت چھونا اور دیکھنا بعض اوقات بلا نکاح بھی جائز ہوتا ہے۔ جیسے دایہ اور طبیب وغیرہ کا چھونا اور دیکھنا۔ اور فرج کے علاوہ نظر پڑنے کا تو ایک جگہ پر رہنے والوں میں اکثر اتفاق ہو جاتا ہے' لہٰذا عدت کے دوران میں عورت خاوند کے ساتھ ہی رہتی ہے' لہٰذا فرج کے علاوہ دوسری اعضاء کو دیکھنے کو اگر رجوع قرار دیں (تو خاوند) پھر اس کو طلاق دے گا اور عورت کی عدت خواہ مخواہ طویل ہوتی چلی جائے گی۔

رجوع پر گواہی قائم کرنا :

مسئلہ........(3)

(القدوریؒ) نے فرمایا "مستحب یہ ہے کہ مرد اپنے رجوع پر دو گواہ قائم کر لے۔ اور اگر گواہ نہ ہوں تو بھی رجوع صحیح ہو گا۔"

امام شافعیؒ کے ایک قول کے مطابق گواہ کے بغیر رجوع صحیح نہیں۔ اور یہی امام مالکؒ کا بھی مسلک ہے۔ اس لیے کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے : "واشهدوا ذوی عدل منكم (اور تم دو عادل گواہ قائم کر لو)" اور امر وجوب کے لیے ہی ہوتا ہے۔

ہم کہتے ہیں کہ قرآن کریم کی (طلاق سے متعلق) نصوص گواہوں کی قید کے بغیر ہیں۔ نیز اس لیے بھی کہ رجوع نکاح کو برقرار رکھنا ہے اور نکاح کو برقرار رکھنے میں گواہی ضروری نہیں ہوتی' جیسے کہ ایلاء کی صورت میں رجوع کے وقت بالاتفاق ایسی شرط نہیں ہے۔ ہاں گواہ قائم کرنا احتیاط کے پیش نظر مستحب ہے' تاکہ ان کے مابین "لاعلمی" نہ رہے۔ امام شافعیؒ نے جو آیہ پیش کی ہے' وہ بھی اس "استحباب" پر محمول ہے۔ کیا آپ نہیں جانتے کہ اس شہادت کو تفریق کے ساتھ لایا گیا ہے۔ (آیت میں جہاں رجوع کے ساتھ گواہوں کا تذکرہ ہے وہیں "فارقوهن" کے ساتھ بھی گواہوں کا ذکر ہے) حالانکہ بالاتفاق علیحدگی پر گواہ قائم کرنا مستحب ہے اور یہ مستحب ہے کہ رجوع کے متعلق وہ بیوی کو بتا دے تاکہ وہ کسی گناہ کے کام میں مبتلا نہ ہو' (کہ عدت کے وہ کسی اور کے پاس چلی جائے۔)

عدت گزارنے کے بعد عدت میں رجوع کرنے کا اقرار کرنا :

مسئلہ......(4)

"پھر جب عدت گزر جائے اور مرد کہے کہ میں نے عدت میں تجھ سے رجوع کر لیا تھا' اور عورت بھی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

اس کی تصدیق کر دے۔ تو یہ رجوع شمار ہوگا اور اگر اس نے مرد کی بات کو جھٹلایا تو عورت کی بات تسلیم کی جائے گی۔"

اس لیے کہ خاوند نے ایسی بات کی خبر دی ہے جس کو وہ فوری طور پر وجود میں لانے کا اہل نہیں ہے۔ لہٰذا اس پر یہ الزام ہوگا کہ وہ کسی حیلے بہانے سے رجوع کرنا چاہتا ہے) البتہ اگر عورت نے تصدیق کر دی تو الزام ختم ہو جائے گا۔ امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک (اختلاف کی صورت میں) عورت پر قسم واجب نہیں ہے' اور یہ مسئلہ بھی ان چھ باتوں میں سے ہے' جس کے متعلق کتاب النکاح میں بیان کیا جا چکا ہے۔

"اور اگر خاوند نے بیوی سے کہا "میں نے تجھ سے رجوع کیا مگر عورت نے جواب دیا کہ میری عدت گزر چکی ہے' تو امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک رجوع صحیح نہیں ہوگا۔"

صاحبینؒ کہتے ہیں کہ رجوع صحیح ہوگا۔ اس لیے کہ رجوع کا عدت سے اتصال پایا گیا ہے (یعنی مرد نے رجوع پہلے کر لیا ہے) عورت نے بعد میں کہا ہے کہ میری عدت گزر گئی ہے۔ اس لیے کہ بظاہر عدت اس وقت تک رہتی ہے جب تک عورت عدت گزرنے کی مرد کو خبر نہ دے' مگر اس کی طرف سے خبر دینے سے پہلے رجوع واقع ہو چکا ہے' اس بنا پر اگر مرد نے عورت سے کہا کہ میں نے تجھے (دوسری) طلاق دی مگر عورت نے جواب دیا کہ میری تو عدت گزر چکی ہے تو طلاق واقع ہو جائے گی۔

امام ابو حنیفہؒ فرماتے ہیں کہ رجوع کا وقوع اختتام عدت کی حالت میں ہوا ہے' اس لیے کہ عورت عدت گزرنے کی خبر پر امانت دار ہے' جب اس نے اپنے خاوند کو اس کی خبر دی تو اس سے ثابت ہوا کہ عدت پہلے گزر چکی تھی' اور عدت گزرنے کی قریبی حالت وہی ہے' جب خاوند نے رجوع کی بات کی تھی' لہٰذا عدت پہلے گزری اور مرد کا رجوع کرنا بعد میں ہوا اور مسئلہ طلاق (جس کا حوالہ دیا گیا) بھی اس طرح مختلف فیہ ہے اور اگر ہم تسلیم بھی کر لیں کہ طلاق کا مسئلہ بلا اختلاف ہے تو تب ہم یہ کہیں گے کہ طلاق تو عدت گزرنے کے بعد شوہر کے اقرار سے واقع ہوتی ہے' مگر رجوع اس کے اقرار سے ثابت نہیں ہوتا' طلاق تو بہر صورت خاوند کے اختیار ہی میں ہوتی ہے۔

حق رجوع کا ختم ہونا :

مسئلہ....(5)

"پھر جب ایک عورت کے تیسرے حیض کا خون دس دن کے بعد بند ہو گیا تو خاوند کا حق رجوع ختم ہو

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

جائے گا۔ خواہ عورت نے غسل نہ بھی کیا ہو' لیکن اگر حیض کا خون دس دن سے کم دنوں میں بند ہوا تو جب تک عورت غسل نہ کر لے گی یا ایک نماز کا پورا وقت نہ گزر جائے گا حق رجوع ختم نہ ہوگا۔''

اس لیے کہ حیض دس دنوں سے آگے نہیں بڑھتا۔ تو (دس دن کے بعد) خون کے ختم ہوتے ہی وہ حیض سے مکمل طور پر فارغ قرار پائے گی۔ اور خاوند کا حق رجوع ختم ہو جائے گا۔ مگر دس دنوں سے کم کی صورت میں یہ احتمال رہتا ہے کہ شاید خون دوبارہ آنے لگے۔ لہٰذا اس کے بند ہو جانے کا یقین کرنا ضروری ہے۔ اور یہ یقین حقیقی غسل کر لینے سے حاصل ہوتا ہے یا پاک عورتوں کے ساتھ کسی حکم میں شامل ہونے سے مثلاً ایک نماز کا وقت گزر جانے سے۔ بخلاف اس صورت کے جب عورت کتابیہ (وہ عورت جو غلام ہو اور اسے یہ لکھ کر دے دیا گیا ہو کہ فلاں مدت کے بعد اسے آزاد کر دیا جائے گا) ہو۔ اس لیے کہ اس کے حق میں کسی اور زائد علامت کی توقع نہیں۔ لہٰذا خون کے منقطع ہونے پر ہی اکتفا کیا جائے گا۔

امام ابو حنیفہؒ اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک رجوع کا حق اس وقت ختم ہو جائے گا جب عورت تیمم کر کے کوئی (نفلی یا فرض) نماز پڑھ لے۔ یہ نماز پڑھنے کی قید بطور استحسان ہے۔

امام محمدؒ فرماتے ہیں کہ تیمم کرتے ہی رجوع کا حق ختم ہو جائے گا اور یہی قیاس ہے۔ اس لیے کہ جب پانی کے استعمال پر قدرت نہ ہو تو تیمم مطلقاً طہارت تصور ہوتا ہے چنانچہ جو احکام غسل سے ثابت ہوتے ہیں وہ سب تیمم سے بھی ثابت ہو جاتے ہیں۔ لہٰذا تیمم بمنزلہ غسل ہوگا۔

شیخینؒ کی دلیل یہ ہے کہ تیمم درحقیقت انسان کو پاک نہیں کرتا بلکہ آلودہ کرتا ہے اور تیمم کو محض ضرورت کے پیش نظر طہارت قرار دیا گیا ہے' تاکہ فرائض میں اضافہ نہ ہوتا رہے۔ اور تیمم کی یہ ضرورت نماز کی ادائیگی کے وقت ہی پیش آتی ہے۔ نماز سے پہلے اوقات میں نہیں۔ اور جن دوسرے احکام (مثلاً سجدہ تلاوت) کے لیے تیمم کا حکم ہوتا ہے وہ بھی نماز کے مقتضی ہونے کی ضرورت سے ثابت ہوتے ہیں۔

پھر ایک قول یہ ہے کہ شیخینؒ کے نزدیک نماز شروع کرتے ہی رجوع کا حق ختم ہو جاتا ہے۔ دوسرا قول یہ ہے کہ نماز سے فراغت کے بعد ختم ہوگا۔ تاکہ نماز کے جواز کا حکم مستحکم ہو جائے۔

نامکمل غسل کی صورت میں رجوع :

مسئلہ.......(6)

''اور اگر عورت نے غسل کیا اور جسم کا کوئی ایسا عضو دھونا بھول گئی جس تک پانی نہ پہنچا ہو' اگر تو یہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

حصہ کوئی پورا "عضو" یا اس سے زیادہ ہو' تو حق رجوع منقطع نہ ہوگا اور اگر عضو ر سے کم حصہ ہو تو رجوع کا حق ختم ہو جائے گا۔"

مصنف فرماتے ہیں کہ یہ استحسان ہے۔ اور قیاس یہ ہے کہ عضو کامل رہ جانے کی صورت میں بھی رجوع کا حق باقی نہ رہے۔ اس لیے کہ اس نے اکثر جسم دھو لیا ہے اور عضو سے کم تر حصہ باقی رہ جانے کی صورت میں قیاس یہ ہے کہ حق رجوع باقی رہے۔ کیونکہ جنابت اور حیض کے حکم (نجاسب) تقسیم نہیں ہو سکتا۔ استحسان کی دلیل یہ ہے کہ اگر پورے عضو سے کم ہونے کی وجہ سے جلدی خشک ہو گیا ہو' للذا پانی نہ پہنچنے کا حکم یقینی طور پر نہیں دیا جا سکتا' للذا ہم نے کہا کہ اس صورت میں رجوع کا حق منقطع ہو جائے گا۔ تاکہ دونوں باتوں میں سے احتیاط پر عمل کیا جائے۔ بخلاف عضو کامل کے کہ وہ جلد خشک نہیں ہوتا۔ اور نہ ہی (دوران غسل میں) عموماً پورے عضو سے غفلت برتی جاتی ہے۔ للذا دونوں مسائل جداگانہ نوعیت کے شمار ہوں گے۔

امام ابو یوسفؒ سے ایک روایت ہے کہ "کلی کرنا" اور ناک میں پانی ڈالنے کا چھوڑ دینا پورے عضو کو چھوڑ دینے کی طرح ہے۔ اور انہوں نے ایک دوسری روایت ہے "جو امام محمدؒ کا بھی قول ہے کہ یہ دونوں مکمل عضو شمار ہوں گے۔ کیونکہ کلی کرنے اور ناک میں پانی ڈالنے کی فرضیت مختلف فیہ ہے۔ بخلاف دوسرے اعضاء کے۔

حاملہ بیوی سے رجوع کا حق :

مسئلہ.......(7)

"اور اگر کسی شخص نے اپنی بیوی کو طلاق دی اس وقت وہ حاملہ تھی یا اس سے بچہ پیدا ہوا اور مرد نے کہا میں نے اس سے مباشرت نہیں کی تو اسے تب بھی رجوع کا حق ہوگا۔"

اس لیے کہ حمل کا ظہور جب اتنے عرصے میں ہو کہ اسے شوہر کا قرار دیا جا سکے تو اس کا قرار دیا جائے گا چنانچہ حضور ﷺ کا ارشاد ہے الولد للفراش (بچہ خاوند کا ہوتا ہے) اور یہ حمل مرد کی طرف سے بیوی سے مباشرت کی دلیل تصور ہوگا۔

پھر جب بچے کا نسب اس مرد سے ثابت ہو جائے تو خاوند کو ہی مباشرت کرنے والا شمار کیا جائے گا۔ للذا جب مباشرت ثابت ہو گئی تو ملک نکاح مستحکم ہو گی اور مستحکم ملکیت نکاح میں دی جانے والی طلاق کے بعد رجوع کا حق ہوتا ہے۔ اور اس کا یہ دعویٰ (کہ اس نے مباشرت نہیں کی) شریعت کی طرف سے تسلیم نہ کیا جائے گا۔ کیا آپ نہیں جانتے کہ ایسی مباشرت سے احصان ثابت ہو جاتا ہے للذا رجوع کا صحیح ہونا تو بدرجہ اولیٰ ثابت ہوگا۔ اور

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

ولادت کے مسئلے کی صحیح صورت یہ ہے کہ عورت طلاق سے پہلے بچہ جن دے اس لیے کہ اگر اس نے طلاق کے بعد بچہ جنا تو ولادت سے ہی عدت ختم ہو جائے گی اور رجوع کا سوال ہی باقی نہ رہا۔

خلوت میں ملنے کے باوجود حق رجوع کا ساقط ہونا :

مسئلہ ....(8)فان خلا مها

اور اگر خاوند نے اپنی بیوی کے ساتھ خلوت میں ملاقات کی، دروازہ بند کر دیا یا پردہ لٹکا دیا پھر کہا میں نے تو اس سے مباشرت نہیں کی اور بیوی کو طلاق دے دی تو وہ اب رجوع کا حق دار نہ ہوگا۔

اس لیے کہ ملک نکاح مباشرت سے متاکد اور مستحکم ہوتی ہے۔ مگر خاوند عدم مباشرت کا اقرار کر رہا ہے لہٰذا اس کے اپنے حق میں اس کی تصدیق کی جائے گی کیونکہ رجوع کرنا مرد ہی کا حق تھا للٰہذا شرعاً اسے جھٹلایا نہ جائے گا۔ خلاف مہر کے کہ عورت مہر کی مستحق ہوگی اس لیے کہ مقرر کردہ مہر کا لاگو ہونا بدل (عورت) کے مرد کو سپرد کر دینے سے ہوتا ہے۔

"پھر اگر خاوند نے (خلوت صحیحہ "جنسی تعلق" کے بعد) پھر اس عورت کے ہاں دو برس سے ایک دن کی کم مدت میں بچہ پیدا ہوا تو رجوع صحیح ہوگا"

اس لیے کہ اس بچے کا نسب اس سے ثابت ہو جاتا ہے۔ وجہ یہ ہے کہ عورت نے عدت کے گزارنے کا اقرار نہیں کیا اور بچے کا اس عرصے تک پیٹ میں رہنا ممکن ہے لہٰذا مرد کو طلاق سے پہلے مباشرت کرنے والا تصور کیا جائے گا نہ کہ طلاق کے بعد۔ اس لیے کہ اس صورت میں طلاق سے ہی ملکیت نکاح منقطع ہو جاتی ہے اور کیونکہ طلاق سے پہلے وہ مدخولہ نہیں تھی لہٰذا یہ (بعد کی مباشرت) حرام ہوگی۔ اور مسلمان حرام کا ارتکاب نہیں کرتا۔

حاملہ عورت سے رجوع :

مسئلہ......(9)

"اور اگر خاوند نے اپنی بیوی سے کہا "جب تو بچہ جنے تو تجھے طلاق" پھر عورت کے ہاں بچہ پیدا ہو گیا بعد ازاں اس کے ہاں دوسرا بچہ پیدا ہو گیا تو یہ رجوع شمار ہوگا"

مطلب یہ ہے کہ دوسرا بچہ وہ دوسرے حمل سے جنے اور وہ چھ ماہ کے بعد پیدا ہو خواہ دو سال سے زائد مدت گزر جائے بشرطیکہ اس کی بیوی نے عدت گزرنے کا اقرار نہ کیا ہو۔ اس لیے کہ پہلے بچے کی پیدائش کی وجہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

سے عورت کو طلاق ہو گئی اور اس پر عدت ضروری ہو گئی۔ اور دوسرا بچہ دوران عدت میں شوہر کے نئے تعلق سے پیدا ہونے والا شمار ہو گا۔ اس لیے کہ عورت نے عدت گزرنے کا اقرار نہیں کیا لہٰذا اس حمل سے شوہر کو رجوع کرنے والا قرار دیا جائے گا۔

"اور اگر اس نے اپنی بیوی سے کہا" جب کبھی تو نے بچہ جنا تجھے طلاق پھر عورت نے الگ الگ حمل سے تین بچے جنے تو پہلے بچے کی ولادت طلاق شمار ہو گی دوسرے کی ولادت سے رجوع اس لیے کہ وہ رجوع کی دلیل ہے۔ مگر اس کے ساتھ ہی اسے دوسری طلاق بھی ہو جائے گی اس طرح تیسرے بچے کی ولادت سے دوسری طلاق سے رجوع ہو گا اور ایسے تیسری طلاق کا وقوع قرار دیا جائے گا۔ اس لیے کہ جب اس کے ہاں پہلا بچہ پیدا ہوا تو اس پر ایک طلاق واقع ہو گی اور عورت صاحب عدت ہو گئی۔ دوسرے بچے کی پیدائش اس سے رجوع ہو گا جیسا کہ اوپر بیان کیا گیا ہے۔ کہ اس کا حمل اس مباشرت سے قرار پایا ہے جو عدت کے دوران کی گئی پھر دوسرے بچے کی ولادت پر دوسری طلاق واقع ہو گئی اس لیے کہ قسم میں کلمہ کلما (جب کبھی) استعمال کیا گیا ہے اور اس پر عدت ضروری ہو گئی۔ اسی طرح تیسرے بچے کی ولادت سے مرد رجوع کرنے والا شمار ہو گا مگر ساتھ ہی تیسرے بچے کی ولادت سے عورت پر تیسری طلاق بھی واقع ہو جائے گی۔ اور عدت کا شمار حیض سے کیا جائے گا اس لیے کہ اس عورت پر جب طلاق واقع ہو گی تو یہ صاحب حیض عورتوں میں سے تھی اور حاملہ تھی۔

عدت کے دوران زیب وزینت کو اختیار کرنا:

مسئلہ ...... (10) والمطلقه الرجعية

"اور طلاق رجعی سے عدت والی عورت اچھی طرح زیب وزینت کرے"

اس لیے کہ وہ اپنے خاوند کے لیے حلال ہے جب کہ دونوں میں نکاح موجود ہے اور رجوع کرنا مستحب ہے اور اس کا بناؤ سنگھار کرنا اسے رجوع کی طرف مائل کرے گا لہٰذا ایسا کرنا شرعی طور پر جائز ہے۔

"پھر خاوند کے لیے مستحب ہے کہ وہ عدت گزارنے والی اپنی بیوی کے پاس اس سے اجازت لے کر جائے یا اسے اپنے جوتوں کی آہٹ کے ذریعہ آگاہ کر دے" مطلب یہ ہے کہ جب شوہر رجوع کرنے کا ارادہ نہ رکھتا ہو تو اس لیے کہ بسا اوقات (گھر میں) عورت برہنہ ہوتی ہے اور مرد کی نظر اس کے بدن کے کسی ایسے حصے پر پڑ سکتی ہے جس سے اس کا رجوع ثابت ہو جائے گا اور وہ پھر اسے طلاق دے گا اس طرح عورت کی عدت خواہ مخواہ طویل ہوتی چلی جائے گی۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

"اور خاوند کو یہ حق حاصل نہیں کہ وہ اسے سفر پر اپنے ہمراہ لے جائے جب تک کہ وہ رجوع پر گواہ قائم نہ کرلے" امام زفر فرماتے ہیں کہ خاوند کو اسے سفر پر ہمراہ لے جانے کی اجازت ہے اس لیے کہ ان کے مابین نکاح قائم ہے اس لیے ہمارے نزدیک مرد اس سے مباشرت کر سکتا ہے۔

احناف کی دلیل یہ ہے کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے (ولا تخرجوھن من بیوتھن " الطلاق) (تم ان مطلقہ عورتوں کو ان کے گھروں سے نہ نکالو) نیز اس لیے بھی کہ خاوند کے رجوع کرنے کے حق کی بنا پر بھی طلاق کے عمل کو موخر کیا گیا ہے لیکن جب عدت گزر گئی (اور مرد نے رجوع نہ کیا) تو اس سے معلوم ہو گیا کہ خاوند کو اس کی ضرورت نہیں ہے۔ جس سے ظاہر ہو گیا کہ طلاق کا عمل اسی وقت سے شروع ہو گیا تھا اس لیے اس کو عدت میں شمار کیا جاتا ہے۔ لہٰذا خاوند کو اسے باہر لے جانے کا حق نہ ہو گا۔ ماسوائے اس کے کہ وہ رجوع پر گواہ قائم کرے تاکہ عدت ختم ہو جائے اور مرد کی ملکیت نکاح مستحکم ہو جائے۔

امام محمدؒ کا قول کہ وہ گواہ بنالے کا مطلب یہ ہے کہ یہ مستحب ہے (واجب نہیں) اس کی تفصیل بیان کی جا چکی ہے۔

طلاق رجعی میں مباشرت :

مسئلہ ......(11) والطلاق الرجعی

"اور طلاق رجعی مباشرت کو حرام نہیں کرتی"

امام شافعیؒ حرمت مباشرت کے قائل ہیں اس لیے کہ مرد و عورت کا ازدواجی تعلق طلاق سے ختم ہو جاتا ہے۔

احناف کی دلیل یہ ہے کہ ابھی رشتہ زوجیت قائم ہے چنانچہ خاوند عورت کی رضامندی کے بغیر بھی اس سے رجوع کر سکتا ہے۔ اس لیے کہ رجوع کا حق خاوند کے حق کو مد نظر رکھتے ہوئے ثابت ہوا ہے۔ تاکہ ندامت محسوس کرنے پر شوہر اس کا تدارک کر سکے اور اس کا حق اس کے برقرار رہنے کا متقاضی ہے اور اس کی اجازت اس رشتے کی موجود ہونے کی بنا پر نئے سرے سے متعلق پیدا ہونے پر تھی کیونکہ دلیل مذکور اس کے منافی ہے اور قاطع (طلاق) کا عمل بالاجماع ایک مدت تک موخر رہتا ہے یا یہ شوہر کے حق کی رعایت کی بنا پر ہے جیسا کہ اوپر بیان کیا جا چکا ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

خود آزمائی نمبر 1

رجوع کے باب کو غور سے پڑھیے اور حسب ذیل سوالوں کے جواب دیجئے۔

1۔ رجوع کے لغوی معنی اور اصطلاحی معنی کیا ہیں۔

2۔ طلاق رجعی، طلاق بائن اور طلاق مغلظ میں سے ہر ایک پر نوٹ لکھیں۔

3۔ رجوع کرنے کا مسنون طریقہ کیا ہے اور کیا اس کے لیے گواہ ضروری ہے یا مستحب

4۔ کیا عدت گزرنے پر عورت کی طرف سے خاوند کو مطلع کرنا ضروری ہے اور کس وقت خاوند کا حق رجوع ختم ہوتا ہے۔

5۔ اگر مطلقہ عورت کے ہاں دو سال کے اندر اندر بچہ پیدا ہو جائے تو اس بچے کی اس کے والد سے نسبت درست ہو گیا یا نہیں اور کیا اس سے رجوع ثابت ہو گا؟

6۔ کیا طلاق رجعی سے مجامعت حرام ہو جاتی ہے؟ اختلاف مسالک کی وضاحت کیجئے۔

7۔ شوافع اور احناف میں طریقہ رجوع میں جو فرق ہے اسے واضح کیجیے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

2۔ ان امور کا بیان جن سے مطلقہ حلال ہو جاتی ہے

تین طلاقوں سے کم پر مطلقہ کے حلال ہونے کی صورت:

مسئلہ ......(1) واذا کان الطلاق بائنا

اور جب تین سے کم بائن طلاقیں ہو تو خاوند کو اجازت ہے کہ وہ عدت کے دوران میں یا عدت گزرنے کے بعد اس سے نیا نکاح کر لے اس لیے کہ عورت کی حلت ابھی اس کے لیے باقی ہے کیونکہ اس کا مکمل خاتمہ تیسری طلاق سے ہوتا ہے لہٰذا تیسری طلاق سے پہلے عورت کا حلال ہونا ختم نہ ہوگا۔

دوسرے شخص کو عدت کے دوران میں اس عورت سے نکاح سے جو منع کیا گیا ہے وہ اس لیے ہے تاکہ نسب میں اشتباہ پیدا نہ ہو مگر پہلے شوہر کے متعلق عدت کے دوران میں یا عدت کے بعد نکاح کرنے میں مطلقاً کوئی اشتباہ نہیں۔

تین طلاقیں دینے کے بعد مطلقہ کے حلال ہونے کی صورتیں:

مسئلہ ......(2) وان کان الطلاق

اور اگر کسی آزاد عورت کو تین یا باندی کو دو طلاقیں دے دی جائیں تو وہ اپنے شوہر کے لیے اس وقت حلال نہ ہوگی جب تک کہ وہ دوسرے مرد سے نکاح صحیح نہ کر لے اور وہ خاوند اس (عورت) کے ساتھ مباشرت نہ کر لے پھر خواہ خاوند اسے طلاق دے دے یا وہ مر جائے اس کی دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد ہے **فان طلقها فلا تحل له من بعد حتی تنکح زوجا غیره** (اگر مرد نے اپنی بیوی کو تیسری طلاق دے دی تو اس کے بعد وہ اس کے لیے حلال نہ ہوگی جب تک کہ دوسری زوجہ سے نکاح نہ کر لے) اور باندی کے لیے دو طلاقیں آزاد عورت کو تین طلاقیں دینے کے مساوی ہے اس لیے کہ غلامی جیسا کہ (کتب اصول الفقہ میں) معروف ہے حلت کو نصف کر دیتی ہے۔

1۔ نکاح بالوطی:

پھر (آیت قرآنیہ کے کلام کی) غایت تو محض دوسرے شخص سے مطلقاً نکاح ہے اور مطلق زوجیت نکاح

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

صحیح سے ثابت ہوتی ہے اور بیوی سے مباشرت کی شرط اشارت النص (مفہوم کا کلام) سے ثابت ہوتی ہے اور وہ اس طرح کے کلام کو با معنی ماننے اور اسے تکرار حق سے بچانے کے لیے نکاح کو بمعنی وطی لیا جائے گا۔ اس لیے کہ نکاح کا حکم تو لفظ زوج سے ہی معلوم ہو جاتا ہے۔

علاوہ ازیں اس لیے بھی کہ آیت کے ساتھ مباشرت کی قید کا اضافہ حدیث مشہور کی بنا پر ہے وہ یہ کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا لاتحل للاول حتى تذوق عليه الآخر۔ (تین طلاق یافتہ عورت پہلے خاوند کے لیے اس وقت حلال نہ ہوگی جب تک وہ دوسرے خاوند سے (جنسی) تعلق قائم نہ کرے) اس بارے میں کئی اور روایات بھی مروی ہیں اور سوائے حضرت سعید بن المسیب (نامور تابعی) کے اس بارے میں کسی کا بھی اختلاف مروی نہیں (وہ پہلے شوہر کی حلت کے لیے صرف نکاح ہی کو کافی سمجھتے تھے) لیکن ان کا یہ قول معتبر نہیں ہے حتی کہ اگر کسی قاضی نے اس کے مطابق فیصلہ کیا تو ایسا فیصلہ نافذ نہ ہوگا۔

2۔ شرط مباشرت کی نوعیت :

پھر سابقہ خاوند کی حلت کے لیے مباشرت شرط ہے۔ انزال ضروری نہیں کہ اس لیے کہ انزال سے تو مباشرت مکمل ہو جاتی ہے۔ انزال تو مباشرت کے عمل میں مبالغے اور حد کمال سے عبارت ہے۔ لہٰذا وہ ایک امر زائد ہے (چنانچہ انزال شرط نہ ہوگا)

حلالہ کے بچے سے شادی کرنا :

مسئلہ ......(2) والصبی المراهق

بلوغ کے قریب لڑکا مراحق بھی تحلیل میں بالغ مرد کی طرح ہی ہے اس لیے کہ نکاح صحیح کے بعد مباشرت کا عمل پایا گیا ہے جو کہ نص کی بنا پر شرط ہے۔

اور اس بارے میں امام مالکؒ احناف سے اختلاف کرتے ہیں مگر احناف کی بیان کردہ دلیل ان پر حجت ہے۔

امام محمدؒ نے الجامع الصغیر میں مراحق کی تشریح اس طرح کی ہے کہ وہ ایسا لڑکا ہے جو ابھی بالغ نہیں ہوا اور اس کی عمر کے لڑکے مجامعت کرتے ہوں۔ ایسے لڑکے نے اگر عورت سے نکاح کے بعد مباشرت کی تو وہ سابقہ خاوند کے لیے حلال ہو جائے گی۔ مطلب یہ ہے کہ لڑکے کے عضو میں انتشار پیدا ہوتا ہو اور اس میں جماع کی خواہش ہوتی ہو۔ عورت پر اس سے غسل اس لیے ضروری ہے کہ دونوں کی شرم گاہوں کے مختون حصے باہم مل

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

گئے ہیں جو کہ عورت کے لیے انزال کا سبب ہے۔اور غسل صرف عورت پر واجب ہو گا(اس لیے کہ وہ بالغہ ہے) لڑکے پر واجب نہ ہو گا البتہ حسن اخلاق کی تعلیم کے مد نظر اسے بھی غسل کا حکم دیا جائے گا۔

وہ نکاح جو حلالہ کے لیے کیا جائے اس کی شرعی نوعیت:

مسئلہ....(4)

پھر (حلالہ کی شرط کے ساتھ نکاح کی صورت میں) اگر خاوند مباشرت کے بعد اسے طلاق دے دے تو وہ سابق خاوند کے لیے حلال ہو جائے گی۔اس لیے کہ نکاح صحیح کے ساتھ مباشرت کی شرط پائی گئی ہے۔کیوں کہ فاسد شرطوں کے ساتھ نکاح باطل نہیں ہوتا۔

مگر امام یوسفؒ کے نزدیک اس سے نکاح فاسد ہو جائے گا۔اس لیے کہ نکاح بشرط حلالہ "نکاح موقت" یعنی متعہ کی طرح ہے۔ جس کی بنا پر عورت سابقہ شوہر کے لیے حلال نہ ہو گی کیونکہ یہ دوسرا نکاح فاسد تھا۔

مگر امام محمدؒ فرماتے ہیں کہ نکاح بشرط حلالہ درست تو ہے مگر عورت پہلے خاوند کے لیے حلال نہ ہو گی کیونکہ شریعت اسلامیہ نے جس شے کو سابقہ خاوند کے لیے التواء میں ڈال رکھا تھا' دوسرے شوہر نے اس میں عجلت اور جلدبازی سے کام لیا ہے۔ لہٰذا اس (جرم) کی سزا کے طور پر اسے حصول مقصود سے روک دیا جائے گا۔ جب یہی حکم ہے کہ اپنے مورث کو قتل کرنے والا ہے (قاتل) حق وراثت سے محروم رہتا ہے۔

تین طلاقوں سے کم کی صورت میں حلالہ کی نوعیت:

مسئلہ......(5)

پھر جب خاوند آزاد عورت کو ایک یا دو طلاقیں دیدے اور عورت اپنی عدت گزار کر دوسرے خاوند سے نکاح کرلے پھر طلاق لے کر سابقہ خاوند کی طرف لوٹ آئی تو اب وہ تین طلاقوں کا حق لے کر واپس لوٹے گی۔اور دوسرے شوہر سے نکاح تین سے کم طلاقوں کو بھی اس طرح معدوم کر دے گا' جیسا کہ وہ تین طلاقوں کو معدوم کر دیتا ہے۔

یہ حکم شیخینؒ کے نزدیک ہے۔

امام محمدؒ فرماتے ہیں کہ دوسرے شوہر سے نکاح (اور مباشرت کرنا) تین سے کم طلاقوں کو معدوم نہیں کرتا' اس لیے کہ نص قرآنی سے ثابت ہے کہ دوسرا شوہر انتہائے حرمت کو ختم کر دیتا ہے (جو تین طلاقوں سے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

پیدا ہوتی ہے) للذا حرمت سے پہلے اس کا اعدام نہیں ہو سکتا۔

امام ابو حنیفہؒ اور امام ابو یوسفؒ کی دلیل آنحضرت ﷺ کا ارشاد ہے: (لعن اللہ المحلل والمحلل لہ) (اللہ تعالیٰ حلالہ کرنے والے اور حلالہ کرانے والے پر لعنت کرے) آنحضور ﷺ نے ایسے شخص کو محلل (حلالہ کرنے والے) کا نام دیا ہے اور محلل وہی ہو سکتا ہے کہ حلت کو ثابت کرے (للذا دوسرا شوہر محلل ہے' خواہ مطلقہ ایک طلاق سے ہو یا دو یا تین سے)

حلالہ کے لئے عدت کی تصدیق:

مسئلہ... (6)

اور جب خاوند نے اپنی بیوی کو تین طلاقیں دیں اور بیوی نے کہا میری عدت ختم ہو گئی ہے میں نے دوسرے شوہر سے نکاح کر لیا تھا' جس نے میرے ساتھ مباشرت کی ہے' پھر اس نے مجھے طلاق دے دی ہے اور میری عدت بھی گزر گئی ہے۔ پھر اگر تو یہ مدت اتنی طویل ہو جس میں ان باتوں کا ہونا ممکن ہو تو اس کے ساتھ خاوند کے لیے اس کی تصدیق کرنا درست ہے۔ بشر طیکہ اس کے غالب گمان میں یہ ہو کہ عورت سچی ہے' اس لیے کہ یہ یا تو ایک دنیوی معاملہ ہے یا دینی امر ہے۔ کیونکہ اس کے ساتھ حالت کا تعلق ہے' للذا ان دونوں صورتوں میں خبر واحد معتبر ہو گی اور عورت کا یہ خبر دینا غیر مناسب نہیں' جب کہ اتنی مدت بھی گزر چکی ہو' جس میں ان تمام باتوں کا امکان موجود ہو۔ اس سے کم مدت میں فقہاء کے مابین اختلاف ہے' جیسے کہ ان شاء اللہ باب العدہ میں بیان کیا جائے گا۔

خود آمائی نمبر 2

-1 مطلقہ ثلاثہ سے دوبارہ نکاح کس طرح جائز ہو سکتا ہے۔

-2 اگر مطلقہ ثلاثہ کا نکاح صبی المراهق سے ہو جائے تو حلالہ کی کیا صورت ہے۔

-3 حلالہ کے لئے بچے سے نکاح کرنا کیا ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

یونٹ نمبر 7

ایلاء، خلع، ظہار اور اس کے کفارہ کے احکام

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

یونٹ کا تعارف

مرد اور عورت کے مابین جدائی (تفریق) کیلئے بعض اوقات غیر روایتی طریقے بھی اختیار کئے جاتے ہیں۔ جو طلاق ہی کے مختلف صورتیں ہیں۔ ان صورتوں میں ایلاء، خلع اور ظہار کے طریقے شامل ہیں۔ اس یونٹ میں انہی طریقوں پر بحث کی جائے گی۔

1) ایلاء کا مفہوم :

ایلاء کے معنی "بیوی سے الگ رہنے کی قسم" کھانا ہے، شرعاً اس سے مراد "چار ماہ" یا اس سے زائد عرصے کیلئے بیوی سے الگ رہنے کی قسم کھانا ہے۔ اگر خاوند اپنی قسم پوری کر لے، تو بیوی پر طلاق واقع ہو جاتی ہے۔ اور خاوند قسم توڑ دے، تو اس پر کفارہ ضروری ہے۔

2) خلع کا مفہوم :

خلع کے لغوی معنی علیحدگی کے ہیں، اصطلاح میں اس سے مراد یہ ہے کہ اگر عورت کچھ مزید (مال) یا رقم دیکر مرد سے طلاق حاصل کر لے، تو اسے خلع کہتے ہیں.... خلع کے ذریعے مرد اپنی بیوی کو جو طلاق دیتا ہے، وہ ایک ہونے کے باوجود "بائن" شمار ہوتی ہے۔

3) ظہار کا مفہوم :

اگر خاوند اپنی بیوی کو اپنی کسی محرم عورت سے تشبیہ دے۔ مثلاً وہ یہ کہے کہ وہ اس کیلئے اس کی ماں جیسی ہے، تو اس سے ظہار ہو جاتا ہے، جب تک مرد اس کا کفارہ ادا نہ کرے، تو وہ اس کیلئے حلال نہیں ہوتی۔

یونٹ کے مقاصد

ان احکام کے مطالعے سے آپ اس قابل ہو جائیں گے۔ کہ

1) ایلاء اور اس کے احکامات کو جان سکیں۔
2) خلع کی اہمیت اور اس کے طریقہ کار سے آگاہ ہو سکیں۔
3) ظہار کی صورت میں اور اس سے متعلقہ احکام کو پہچان سکیں۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

فہرست مضامین

یونٹ کا تعارف

1- ایلاء کا مفہوم

2- خلع کا مفہوم

3- ظہار کا مفہوم

1- ایلاء کا بیان 205

ایلاء کب واقع ہوتا ہے 205

ایلاء کی مدت کا خاتمہ 205

وہ مدت جس کو ایلاء میں شمار نہیں کیا جاتا 206

خاوند کا ایلاء کرنے والا قرار پانا 207

خاوند کا ایلاء نہ کرنے والا قرار پانا 207

اگر مرد اس شہر میں نہ جانے کی قسم کھالے جس میں بیوی ہو تو ایلاء کی صورت 208

طلاق اور ایلاء کو جمع کرنے کا احکام 208

نکاح سے پہلے ایلاء کی قسم کھانا 209

اگر مرد بعض اسباب کی بنا پر بیوی سے مجامعت نہ کر سکتا ہو تو ایلاء کے احکام 209

ایلاء میں نیت کا اعتبار 210

خود آزمائی نمبر 1 210

2- خلع کا بیان 212

خلع کا وقوع پزیر ہونا 212

مال کی ادائیگی کے بغیر خلع کا وقوع پزیر ہونا 212

خلع کیلئے مال کی مقدار اور اسکی نوعیت 213

خلع کے معاوضہ کی مالیت کا باطل ہونا 214

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

	خلع کے لئے معاوضہ بننے والی چیزیں	215
	خلع کیلئے دراھم کی ادائیگی	215
	خلع کیلئے بھاگے ہوئے غلام کو استعمال کرنا	216
	تین طلاقوں کے طلب کرنے پر ایک طلاق دینا	216
	تین طلاقوں کے تفویض پر ایک طلاق دینا	217
	عوض کے بدلے میں طلاق کا واقع ہونا	218
	شوہر کے حق کا باطل ہونا	218
	شوہر اور بیوی کی بات میں اختلاف میں معتبر قول	219
	خلع کی دوسری صورتیں	219
	نابالغ لڑکی کا خلع	220
	خود آزمائی نمبر2	222
-3	ظہار کے احکام	223
	ظہار کا مفہوم	223
	ظہار کے اظہار کے الفاظ	224
	ظہار میں مرد کی نیت کا اعتبار	225
	ظہار میں نیت کا اعتبار	226
	کس سے ظہار کیا جاسکتا ہے	226
	ظہار کی باطل صورتیں	226
	ایک سے زیادہ بیویوں سے ظہار	227
	خود آزمائی نمبر3	227
-4	کفارے کا بیان	228
	ظہار کا کفارہ	228
	ظہار کے کفارہ کے غلام کی صفات	229
	پاگل غلام کا کفارہ	229

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ“

www.KitaboSunnat.com

باپ یا بیٹے کو آزاد کرنے کیلئے خریدنا	230
نصف غلام کو آزاد کرنا	231
نصف غلام کو آزاد کرنے کے بعد مباشرت کرنا	231
روزے بطور کفارہ ظہار	232
غلام کا کفارہ ظہار	233
روزے نہ رکھ سکنے والے کا کفارہ	233
کفارہ ظہار میں 60 مسکینوں کو کھانا کھلانا	234
مسکینوں کو صبح شام کھانا کھلانا	234
ایک ہی مسکین کو ساٹھ دنوں تک کھانا کھلانا	235
کھانا کھلانے کے دوران مباشرت کرنا	235
ساٹھ مسکینوں کو گندم دینا	235
دو ظہاروں کا کفارہ	236
خود آزمائی نمبر 4	237

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

1- ایلاء کا بیان

ایلاء کب واقع ہوتا ہے :

مسئلہ (۱)

اگر خاوند نے اپنی بیوی سے کہا "خدا میں تیرے قریب نہیں جاؤں گا" یا "خدا میں چار ماہ تک تیرے قریب نہیں جاؤں گا" تو ایسا شخص ایلاء کرنے والا ہوگا اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے

للذین یولون من نسا ئھم تربص اربعة اشھر .... (البقرہ) (جو لوگ اپنی بیویوں سے ایلاء کرتے ہیں وہ چار ماہ انتظار کریں)

اور اگر خاوند نے ان چار ماہ کے اندر اپنی بیوی سے مباشرت کر لی تو وہ قسم توڑنے والا ہو جائے گا اور اس پر قسم کا کفارہ لازم ہوگا اس لئے کہ قسم توڑنے والے پر کفارہ لازم ہو جاتا ہے اور ایلاء ختم ہو جائے گا اس لئے کہ قسم ٹوٹنے سے قسم ختم ہو گئی ہے۔

اور اگر وہ چار ماہ تک بیوی کے قریب نہ گیا، تو اس کی بیوی ایک طلاق کے ساتھ بائنہ ہو جائے گی۔ امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ عورت عدالتی فیصلے سے جدا ہوگی۔ اس لئے کہ خاوند عورت کے حق مجامعت کو روکنے والا ہے لہٰذا قاضی عورت کی خلاصی کیلئے مرد کے قائم مقام ہوگا، جس طرح کہ شوہر کے مقطوع العضو اور نامرد ہونے کی صورت میں اسے یہ حق حاصل ہوتا ہے۔

احناف کی دلیل یہ ہے کہ مرد نے عورت سے اس کے حق مجامعت کو روک کر اس پر زیادتی کی ہے، لہٰذا شریعت نے اسے اس کی یہ سزا دی ہے کہ مقررہ مدت (چار ماہ) گزرنے کے بعد نکاح کی نعمت ختم کر دی ہے۔ یہی قول حضرت عثمانؓ، حضرت علیؓ عبادلہ ثلاثہ (عبداللہ بن عمرؓ عبداللہ بن عباسؓ اور عبداللہ بن مسعودؓ) اور حضرت زید بن ثابتؓ سے مروی ہے اور یہ بزرگ ہماری رہنمائی کیلئے کافی ہیں۔ نیز اس لئے بھی کہ ایلاء جاہلیت میں طلاق سمجھا جاتا تھا، مگر شریعت اسلامیہ نے اس کی حد ایک معین کے گزرنے تک مقرر کر دی ہے۔

ایلاء کی مدت کا خاتمہ :

مسئلہ (۲) فان کان خلف۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

پھر اگر مرد نے چار ماہ کی قسم کھائی تو (چار ماہ کے بعد) قسم ختم ہو جائے گی اس لئے کہ قسم اتنے ہی وقت کے ساتھ موقت تھی، (لیکن اگر اس نے ہمیشہ کیلئے قسم کھائی ہو۔ تو قسم باقی رہے گی) اس لئے کہ اب یہ پابندی وقت کے بغیر ہے اور قسم کا توڑنا بھی نہیں پایا گیا، جس سے قسم ختم ہو جائے۔ البتہ نکاح سے پہلے طلاق تصور نہ ہو گی۔ اس لئے کہ جدائی کے بعد عورت کو اس کے حق سے محروم رکھنا (خاوند کی طرف سے) نہیں پایا گیا۔

"پھر اگر خاوند نے عورت کے جدا ہونے کے بعد اس سے رجوع کر لیا اور اس سے دوبارہ نکاح کر لیا تو ایلاء بھی لوٹ آئے گا پھر اگر اس سے اس نے مباشرت کر لی (تو قسم ٹوٹ جائے گی) ورنہ پھر چار ماہ کے بعد دوسری طلاق واقع ہو جائے گی"

اس لئے کہ قسم اپنے مطلق ہونے کی وجہ سے برقرار ہے اور دوبارہ نکاح کرنے سے عورت کا حق مباشرت بھی ثابت ہو چکا ہے اس لئے اس صورت میں مرد کی طرف سے ظلم ثابت ہو جائے گا اور اس ایلاء کی ابتداء نکاح کے وقت سے ہو گی۔

پھر اگر اس نے تیسری مرتبہ اس عورت سے نکاح کر لیا تو ایلاء پھر واپس آ جائے گا اور مزید چار ماہ گزرنے پر اسے تیسری طلاق ہو جائے گی بشرطیکہ مرد نے عورت سے مباشرت نہ کی ہو جیسا کہ ہم نے پہلے بیان کیا "لیکن اگر عورت دوسرے خاوند سے نکاح کے بعد پہلے خاوند کے نکاح میں آئی تو اب اس ایلاء کی بنا پر اسے کوئی طلاق نہ ہو گی" اس لئے کہ ایلاء صرف پہلی ملک کے ساتھ مقید تھا (اور اب نئی ملک ہے) اور یہ اختلافی مسئلہ "مسئلہ تنجیز" کی ہی ایک صورت ہے۔ جو پہلے بیان ہو چکا ہے (البتہ قسم اب بھی باقی ہے) کیونکہ وہ مطلق ہے اور ابھی تک اس کی طرف سے قسم کا توڑنا بھی پیش نہیں آیا "اور جب مرد اس عورت سے مباشرت کرے گا تو قسم کا کفارہ دے گا" کیونکہ قسم کا توڑنا پایا گیا ہے۔

وہ صورت جس کو ایلاء شمار نہیں کیا جاتا :

مسئلہ (۴)

"اور اگر مرد چار ماہ کی مدت کیلئے بیوی کے پاس نہ جانے کی قسم کھائے تو وہ ایلاء کرنے والا شمار نہ ہو گا" اس لئے کہ حضرت عبداللہ عباسؓ کا قول ہے کہ وہ چار ماہ سے کم مدت کی قسم میں ایلاء نہیں ہوتا۔ نیز اس لئے بھی کہ اس مدت کے اکثر حصے میں خاوند کا عورت کے پاس جانے سے رکنا کسی مانع کے بغیر ہے۔ لہٰذا ایلاء نہ ہو گا، اور حکم طلاق بھی ثابت نہ ہو گا۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

خاوند کا ایلاء کرنے والا قرار پانا :

مسئلہ (۴) ولو قال واللہ

''اور اگر خاوند ان الفاظ کے ساتھ قسم کھائے کہ واللہ میں دو مہینے اور دو مہینوں کے بعد مزید دو مہینے تیرے قریب نہ آؤں گا، تو خاوند ایلاء کرنے والا قرار پائے گا''

اس لئے کہ اس نے اپنے کلام میں حرف جمع (اور) استعمال کیا ہے تو گویا اس نے تمام مدت ایک ہی لفظ کے ساتھ بصورت جمع بیان کی۔

اور ''اگر اس نے درمیان میں ایک روز کا وقفہ کیا اور پھر کہا واللہ ان پہلے دو ماہ کے بعد مزید دو ماہ بھی تیرے پاس نہ آؤں گا تو وہ ایلاء کرنے والا نہ ہوگا'' اس لئے کہ اس کا دوسرا قول نیا اعلان ہے۔ اس لئے کہ پہلی قسم کے ذریعے اس کیلئے عورت سے دو ماہ کیلئے مباشرت منع ہو گئی تھی اور دوسری قسم سے چار ماہ کیلئے مجامعت منع ہو گئی ہے، سوائے ایک دن کے جس کے بارے میں وہ خاموش رہا ہے۔ لہذا مدت منع (یعنی چار ماہ) مکمل نہ ہو گی۔

خاوند کا ایلاء نہ کرنے والا قرار پانا :

مسئلہ (۵) ولو قال لا واللہ

اور اگر اس نے بیوی سے کہا ''واللہ میں ایک سال تک تیرے نزدیک نہیں جاؤں گا سوائے ایک دن کے تو وہ ایلاء کرنے والا شمار نہ ہوگا'' امام زفرؒ کو اس سے اختلاف ہے اس لئے کہ وہ ایک دن کے استثناء کو سال کے آخر سے ملاتے ہیں وہ اسے اجارے کے مسئلے پر قیاس کرتے ہیں۔ للذا ممنوعہ مدت (چار ماہ) پوری ہو جائے گی (اور ایلاء واقع ہو جائے گا)

احناف کی دلیل یہ ہے کہ ایلاء کنندہ وہ ہے جو کسی چیز (کفارہ) کو خود پر لازم کئے بغیر چار ماہ تک عورت کے قریب نہ جائے'' جب زیر بحث صورت میں خاوند کیلئے کسی شے (کفارہ) کے لازم کئے بغیر بیوی سے مباشرت کرنا ممکن ہے اس لئے کہ استثناء کردہ دن مقرر نہیں ہے بلکہ عام ہے۔ خلاف اجارہ کے اس لئے کہ اجارہ میں دن کو سال کے آخری دن کی طرف اس لئے منسوب کیا جاتا ہے۔ تاکہ معاہدہ اجارہ صحیح ہو جائے اور اگر اجارے میں دن کو غیر معین مانا جائے تو عقد اجارہ صحیح نہیں ہوتا جبکہ قسم کی یہ حالت مختلف ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

پھر اگر خاوند نے مذکورہ صورت میں کسی بھی دن اپنی بیوی سے مباشرت کر لی اور پھر چار ماہ یا اس سے زیادہ مدت باقی رہ گئی تو اب وہ ایلاء کرنے والا شمار ہو گا" اس لئے کہ اب استثناء ساقط ہو چکا ہے۔

اگر مرد اس شہر میں نہ جانے کی قسم کھالئے جس میں بیوی ہو تو ایلاء کی صورت :

مسئلہ (۶) ولو قال وھو بالبصرۃ۔

اور "اگر مرد بصرہ میں ہو اور کہے "واللہ میں کوفہ میں ہرگز نہ جاؤں گا اور اس کی بیوی بھی کوفہ میں ہو" تو وہ اس ایلاء کرنے والا شمار نہ ہو گا"

مثلاً وہ بیوی سے کہے اگر میں تجھ سے مباشرت کروں تو مجھ پر حج لازم ہو گا اس لئے کہ مباشرت سے رکنا قسم کی وجہ سے ہے اور یہ شرط و جزاء کا بیان کرنا ہی قسم کہلاتا ہے اور یہ جملے جزاء کی صورت میں مرد کیلئے مباشرت سے مانع ہیں اس لئے کہ ان کو پورا کرنے میں مشقت اور تکلیف ہے۔

اور آزادی کے ساتھ قسم کی صورت یہ ہو گی کہ وہ بیوی سے مباشرت کے ساتھ، غلام کی آزادی کو معلق کرے اس مسئلے میں امام ابو یوسفؒ کو اختلاف ہے وہ فرماتے ہیں کہ خاوند غلام کو بیچ کر عورت سے مباشرت کر سکتا ہے کہ اس طرح اس کے ذمے کچھ بھی لازم نہ ہو گا۔ مگر احناف کے دونوں آئمہ (طرفین) کہتے ہیں کہ اسے فروخت کرنا ایک "موھوم" معاملہ ہے معلوم نہیں لہذا یہ قسم بھی اس کیلئے مباشرت سے مانع تصور ہو گی۔

طلاق کے ساتھ قسم کھانے کی صورت یہ ہے کہ خاوند اس کی طلاق کو یا اس کی سوت کی طلاق کے ساتھ معلق کرے اور یہ دونوں باتیں مباشرت سے مانع ہیں۔

طلاق اور ایلاء کو جمع کرنے کے احکامات :

مسئلہ (۷)

اور اگر خاوند کسی ایسی عورت سے ایلاء کرے جسے اس نے رجعی طلاق دی ہو تو خاوند کو ایلاء کرنے والا شمار کیا جائے گا لیکن اگر اس نے "مطلقہ بائنہ" سے ایلاء کیا تو ایلاء ثابت نہ ہو گا اس لئے کہ پہلی صورت میں رشتہ زوجیت ابھی قائم ہے اور دوسری میں قائم نہیں ہے اس لئے کہ قرآن سے یہ ثابت ہے کہ ایلاء صرف بیوی ہی سے ہو سکتا ہے لہٰذا اگر مدت ایلاء گزرنے سے پہلے عدت ختم ہو گئی ایلاء ساقط ہو جائے گا اس لئے کہ ایلاء کا محل ہی باقی نہیں رہا۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

نکاح سے پہلے ایلاء کی قسم کھانا:

مسئلہ (۸) ولو قال

اور اگر اس نے کسی اجنبی عورت سے کہا "واللہ میں تجھ سے مباشرت نہیں کروں گا" یا تو مجھ پر میری ماں کی پیٹھ کی طرح (حرام) ہے پھر اس نے اس سے نکاح کر لیا تو وہ نہ تو ایلاء کرنے والا ہو گا نہ ظہار کرنے والا اس لئے کہ ایسی بات آغاز ہی میں باطل ہے کیونکہ اجنبی عورت (ایلاء یا ظہار کا) محل نہیں ہے لہذا بعد میں ایسا قول دوبارہ صحیح نہیں ہو سکتا۔

"البتہ جب مرد اس عورت سے مباشرت کرے گا تو اسے کفارہ دینا پڑے گا" اس لئے کہ یہاں قسم کا توڑنا پایا گیا ہے اور یہ قسم مرد کے حق میں حال منعقد ہو چکی ہے۔

اگر مرد بعض اسباب کی بنا پر بیوی سے مجامعت نہ کر سکتا ہو تو ایلاء کے احکام:

مسئلہ (۹)

اور اگر ایلاء کرنے والا مرد اتنا بیمار ہو کہ وہ بیوی سے مباشرت کرنے پر قادر نہ ہو یا عورت بیمار ہو یا عورت پیدائشی طور پر رتق (شرمگاہ میں ہڈی والی) جس سے مجامعت ممکن نہ ہو) یا اتنی کم عمر ہو کہ اس سے مباشرت نہ ہو سکے یا میاں بیوی دونوں کے درمیان اتنی دوری ہو کہ مدت ایلاء کے ختم ہونے سے پہلے پہلے خاوند اس کے پاس نہ پہنچ سکتا ہو تو خاوند کی طرف سے اپنی قسم سے رجوع کا طریقہ ہے کہ خاوند مدت ایلاء کی اندر یہ کہہ دے کہ میں نے مدت ایلاء کے اندر اپنی بیوی کی طرف رجوع کیا اگر مرد نے یہ الفاظ کہہ دیئے تو ایلاء ساقط ہو جائے گا"

(الف) امام شافعیؒ کے نزدیک مباشرت کے بغیر (بیوی سے) رجوع نہیں ہو سکتا اور امام طحاویؒ کی رائے بھی یہی ہے۔ اس لئے کہ اگر زبانی کہنا مرد کی طرف سے رجوع ہوتا تو اس سے قسم کا توڑنا بھی لازم آتا (حالانکہ اس صورت میں کفارہ واجب نہیں ہوتا) جب تک مباشرت نہ کرے۔

(ب) احناف کی دلیل یہ ہے کہ خاوند نے مباشرت سے رکنے کا زبان سے ذکر کر کے عورت کو ایذاء دی ہے لہذا اب ایسی حالت میں عورت کو راضی کرنے کی صورت بھی یہی ہے کہ اس کے ساتھ زبان سے وہ وعدہ کرے نیز اس لئے بھی کہ جب ظلم کا ازالہ ہو گیا تو اسے طلاق کے ساتھ اس کا بدلہ نہیں دیا جائے گا۔

(ج) اگر وہ مدت ایلاء کے اندر زبانی رجوع کے بعد مباشرت پر قادر ہو گیا تو زبانی رجوع باطل ہو جائے گا اور

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اس کا رجوع مباشرت ہی سے ہوگا اس لئے کہ اب وہ اصل صورت یعنی مباشرت پر قادر ہو چکا ہے۔

ایلاء میں نیت کا اعتبار :

مسئلہ (۱۱)

اور اگر شوہر نے اپنی بیوی سے کہا "تو مجھ پر حرام ہے تو مرد سے پوچھا جائے گا کہ اس کی نیت کیا تھی۔ اگر اس نے کہا کہ میں نے جھوٹ کا ارادہ کیا تھا تو یہ اس کے کہنے کے مطابق ہوگا اس لئے کہ اسے نے کلام کے حقیقی معنی مراد لئے ہیں بعض فقہاء کا قول ہے کہ عدالتی طور پر اسے سچا نہ مانا جائے گا کیونکہ یہ الفاظ ظاہری طور پر قسم ہیں۔

اور اگر خاوند نے کہا کہ میں نے تو طلاق کی نیت کی تھی تو ایک بائن طلاق واقع ہو جائے گی، سوائے اس کے کہ وہ تین کی نیت کرے (تو تین واقع ہونگی) اس کی تفصیل کنایات میں گزر چکی ہے۔

"اور اگر اس نے کہا کہ میں نے ان الفاظ سے اظہار کا قصد کیا تھا تو ظہار ہی شمار ہوگا" یہ حکم امام ابو حنیفہؒ اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک ہے امام محمد فرماتے ہیں کہ اس سے ظہار نہیں ہوگا اس لئے کہ ان الفاظ میں محرمات کے ساتھ کوئی تشبیہ نہیں پائی جاتی جب کہ تشبیہ کا ہونا ظہار میں ضروری ہے۔

شیخینؒ کی دلیل یہ ہے کہ مرد نے مطلقاً بیوی کو حرام کہا ہے اور ظہار میں بھی ایک قسم کی حرمت ہے اور مطلق مقید کا احتمال رکھتا ہے۔

"اور اگر شوہر نے کہا کہ میں نے تو صرف تحریم مراد لی تھی یا میں نے اس کے ساتھ کسی چیز کا بھی ارادہ نہیں کیا تھا تو مرد کا یہ قول قسم شمار ہوگا اور مرد ایلاء کرنے والا قرار پائے گا"

اس لئے کہ حلال چیز کو حرام کرنا بھی احناف کے نزدیک اصل میں قسم ہے۔ اس کی وضاحت باب الایمان میں موجود ہے اور بعض مشائخ لفظ تحریم کو جب کہ اس کے ساتھ کوئی نیت نہ ہو طلاق شمار کرتے ہیں، کیونکہ عرف عام میں اس طرح مراد لیا جاتا ہے۔ واللہ اعلم

خود آزمائی نمبر 1

ایلاء کا باب غور سے پڑھیں اور مندرجہ ذیل سوالوں کے جواب دیں

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

1- ایلاء کے لغوی اور اصطلاحی معنی کیا ہیں؟

2- ایلاء کرنے سے اگر مدت گزر جائے تو از خود طلاق ہو جاتی ہے یا اس کیلئے عدالتی فیصلہ ضروری ہے؟

3- اگر کسی نے ہمیشہ کیلئے اپنی بیوی سے دور رہنے کی قسم کھالی تو اس کے کیا احکام ہیں۔

4- کسی اجنبی عورت سے ایلاء کرنے کا کیا حکم ہے؟

5- اگر کسی کی بیوی مثال کے طور پر اسلام آباد میں ہو اور وہ یہ قسم کھالے کہ وہ چار ماہ تک اسلام آباد میں داخل نہ ہو گا تو کیا وہ ایلاء کرنے والا شمار ہو گا؟

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

2- خلع کا بیان

خلع کا پذیر ہونا :

مسئلہ (۱) واذا تشاق الزوجان.........

"اور جب میاں بیوی میں باہم شکر رنجی ہو جائے اور دونوں کو یہ اندیشہ ہو کہ اب وہ باری تعالٰی کے مقرر کردہ حدود قائم نہ رکھ سکیں گے تو اس میں کوئی حرج نہیں کہ عورت کچھ مال دے کر مرد سے گلو خلاصی حاصل کر لے تاکہ خاوند اس کے بدلے اسے خلع دیدے

جیسا کہ اللہ تعالٰی کا ارشاد ہے (فلا جناح علیھما فیما افتدت بہ) (البقرۃ) کہ (میاں بیوی دونوں پر کوئی گناہ نہیں اگر عورت مرد کو کچھ دے کر اپنی گلو خلاصی کرالے)

خلع سے کون سی طلاق واقع ہوتی ہے :

پھر جب مرد نے یہ بات قبول کر لی تو خلع قبول کرنے سے ایک بائن طلاق ہو جائے گی۔ اور عورت پر مقررہ مال کی ادائیگی ضروری ہو جائے گی

جیسا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے الخلع تطلیقۃ بائنۃ (خلع ایک طلاق بائن ہے)

نیز اس لئے بھی کہ خلع میں طلاق کا احتمال ہوتا ہے حتیٰ کہ خلع طلاق کا ایک کنایہ شمار ہوتا ہے اور کنایات سے (نیت طلاق کی صورت میں) ہمیشہ بائن طلاق ہوا کرتی ہے مگر خلع میں مال کا ذکر کر دینے سے نیت کی ضرورت نہیں رہتی۔

علاوہ ازیں اس لئے بھی کہ عورت صرف اسی لئے اپنے ذمے مال کی ادائیگی قبول کرتی ہے کہ اس کی ذات اس کے قبضہ میں ہو جائے اور یہ تبھی ہو سکتا ہے جب وہ بائن ہو جائے

مال کی ادائیگی کے بغیر خلع کا وقوع پذیر ہونا :

مسئلہ (2)

"اگر زیادتی خاوند کی جانب سے ہو تو اس کیلئے بیوی سے طلاق کے عوض میں مال لینا مکروہ ہے اس

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

لئے کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے وان اردتم استبدال زوج مکان زوج و آتیتم احدھن قنطارا فلا تاخذوا منه شیئا (اگر تم ایک بیوی کی جگہ دوسری بیوی بدلنا چاہتے ہو اور تم پہلی بیوی کو ڈھیر کے برابر مال بھی دے چکے ہو تو تو اس سے کچھ نہ لو نیز اس لئے بھی کہ مرد نے اس کو چھوڑ کر دوسری بیوی لانے کی بنا پر اسے پریشان کیا ہے لہٰذا وہ اس سے مال لے کر اس کی پریشانیوں میں مزید اضافہ نہ کرے۔

"اور اگر نافرمانی عورت کی جانب سے ہو تو بھی احناف یہ بات مکروہ خیال کرتے ہیں کہ مرد اس سے اس سے زیادہ مال لے جتنا اس نے بیوی کو دیا ہو" الجامع الصغیر کی ایک روایت میں ہے کہ اس کیلئے دیئے ہوئے مال سے زیادہ لینا بھی جائز ہے اس لئے کہ مذکورہ بالا آیت مطلق ہے جبکہ دوسری روایت کی دلیل حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد ہے کہ آپ نے ثابت بن قیس بن شماس کی بیوی کے متعلق فرمایا تھا۔ اما الزیادة فلا (اس میں کوئی زیادتی مناسب نہیں۔ حالانکہ نافرمانی کا اظہار انہیں (زوجہ شماس) کی طرف سے تھا۔

خلع کیلئے مال کی مقدار اور اس کی نوعیت :

مسئلہ (3)

(الف) "اور اگر مرد نے مہر سے زیادہ رقم لے لی تو اس کا لینا قانوناً جائز ہوگا"

یہی حکم اس وقت ہے اگر زیادتی مرد کی طرف سے ہو اس لئے کہ جو آیت احناف نے پیش کی ہے اس کا یہی اقتضاء دو اشیاء ہیں ایک یہ کہ وہ حتماً جائز ہے اور دوسری یہ ہے وہ مباح ہے تو معاوضے کی وجہ سے اباحت پر عمل ترک کر دیا جائے گا اور باقی آیت پر عمل برقرار رہے گا (یعنی آیت فلا جناح علیھما فیما افتدت به ہے)(البقرہ) سے واضح ہے کہ اضافہ لینے میں کوئی حرج نہیں۔ مگر فلا تاخذو امنه شیئاً (النساء) سے ثابت ہوتا ہے کہ اس سے کچھ نہ لیا جائے لہٰذا دیانۃ اباحت کو ترک کر دیں گے اور قضاء اس کا جواز باقی رکھیں گے)

مسئلہ (۴)

(ب) "اور اگر خاوند نے مال کے بدل اسے طلاق دی مثلاً اس نے کہا میں تجھے ایک ہزار درھم کے بدلے طلاق دی پھر عورت نے اسے قبول کر لیا تو طلاق واقع ہو جائے گی اور عورت کے ذمے لازم ہو جائے گا"

اس لئے کہ شوہر کو اس وقت معلق طلاق دینے کا حق حاصل ہے او مذکورہ صورت میں اس نے طلاق کو عورت کی قبولیت سے معلق کیا ہے کہ دوسری جانب عورت بھی چونکہ اپنے آپ پر پورا اختیار رکھتی ہے لہٰذا اسے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

اپنے مال لازم کرنے کا بھی حق ہے اور ملک نکاح ایک ایسی چیز ہے جس کا بدل لینا مباح ہے اگرچہ وہ مال نہ ہو جیسے قصاص (کہ قصاص) اگرچہ مال نہیں مگر قصاص کے بدلے مال (دیت) لیا جاسکتا ہے۔

"اور ایسی طلاق بائن ہوگی" جیسا کہ بیان کیا جاچکا ہے نیز اس لئے کہ یہ صورت مال کے عوض جان کی گلو خلاصی کی ہے تو جب مرد ایک بدل (مال) کا مالک بن گیا تو دوسرے بدل (نفس) کی مالکہ عورت ہو جائے گی تاکہ دونوں میں یکسانیت قائم رہے۔

خلع کے معاوضہ کی مالیت کا باطل ہونا:

مسئلہ (۵) وان بطل العوض

(القدوریؒ) فرماتے ہیں کہ "اگر خلع میں معاوضہ کی مالیت (کی وجہ سے) باطل ہو جائے مثلاً وہ مسلمان سے شراب یا خنزیر یا مردار کے عوض خلع حاصل کرتے تو خاوند کو کچھ نہ ملے گا اور عورت کو طلاق بائن ہو جائے واقع ہو جائے گی۔ لیکن اگر طلاق میں عوض باطل ہو جائے تو طلاق رجعی واقع ہوگی۔ ان دونوں صورتوں میں طلاق کا وقوع عورت کی طرف سے قبول کرنے پر مبنی ہے اور دونوں طلاقوں میں فرق یہ ہے (کہ اول الذکر میں بائن اور دوسری صورت میں رجعی ہوتی ہے) اس لئے کہ جب معاوضہ باطل ٹھرا تو پہلی صورت میں عمل کرنے والا لفظ خلع ہے جو کنایہ ہے اور (کنایات سے طلاق بائن ہوتی ہے) اور دوسری صورت میں طلاق صریح عامل ہے اور صریح الفاظ سے طلاق رجعی واقع ہوتی ہے اور خاوند کیلئے عورت کے ذمے کوئی شے واجب نہ ہوگی اس لئے کہ عورت نے کسی باقیمت مال کی تعین نہیں تھی کہ مرد کے حق میں دھوکا باز قرار دی جائے۔

نیز اس لئے بھی کہ معاوضے میں جو شے مقرر کی گئی ہے وہ اسلام کی وجہ سے قابل قبول نہیں ہے اور اس کے علاوہ کوئی دوسری شے بھی عورت کے ذمے لازم نہیں کی جاسکتی اس لئے کہ اس کا التزام نہیں کیا گیا بخلاف اس صورت کے جب اس نے معین کر کے سرکے (کے مٹکے) کے عوض خلع دینا قبول کیا مگر بعد میں پتہ چلا کہ وہ شراب ہے (کہ اسے اتنی مقدار میں سرکہ دینا ضروری ہوگا) اس لئے کہ خود عورت نے اس مال کا تعین کیا تھا لہذا اس طرح شوہر کے ساتھ دھوکہ کیا گیا ہے البتہ جب کسی شخص نے اپنے غلام کو شراب کے عوض آزاد کیا یا مکاتب بنایا تو اس صورت میں مالک غلام کی قیمت وصول کرنے کا مجاز ہوگا کیونکہ غلام کی ملکیت تو قیمت سے ہے۔ اور وہ اس سے اپنی ملکیت ختم کرنے یا بلا عوض راضی نہیں ہوا۔ رہا بیوی سے تمتع کا حق تو وہ طلاق کی صورت میں

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

با قیمت مال نہیں ہوتا جیسا کہ اس کی تفصیل سابقہ (اوراق میں) بیان ہوئی ہے بخلاف نکاح کے اس لئے کہ عورت سے تمتع کا حق نکاح کے وقت باقیمت شمار کیا جاتا ہے

اس میں حکمت یہ ہے "عورت ذات" محترم ہے اس لئے شریعت اسلامیہ نے بغیر عوض کے اس سے تمتع کا مالک بنا روا نہیں رکھا تاکہ اس کے شرف واحترام کا اظہار ہو سکے رہا شوہر کی طرف سے بیوی سے تمتع کا ازالہ تو وہ فی نفسہ محترم ہے لہذا اس کیلئے مال واجب کرنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔

خلع کیلئے معاوضہ بننے والی چیزیں :

مسئلہ (۶) وما جاز....

(القدروی) فرماتے ہیں کہ "جو شے مہر بننے کے لائق ہو وہ خلع میں معاوضہ بھی بن سکتی ہے" اس لئے کہ جو چیز باقیمت شے کا عوض بن سکتی ہے وہ اس شے کا عوض تو بدرجہ اولی بن سکتی ہے جو باقیمت نہ ہو۔

(الف) "اور اگر بیوی نے شوہر سے کہا کہ جو کچھ میرے ہاتھ میں ہے اس کے بدلے مجھ سے خلع کر لو مرد نے تسلیم کر لیا مگر عورت کے ہاتھ میں کچھ نہ تھا تو عورت پر کچھ واجب نہ ہوگا۔

(ب) اگر اس نے کہا جو مال میرے ہاتھ میں ہے اس پر خلع کر لو مگر اس کے ہاتھ میں کچھ نہ تھا تو عورت کو اپنا مہر خاوند کو واپس کرنا پڑے گا اس لئے کہ جب عورت نے مال کا نام لیا تو معلوم ہوا کہ شوہر بغیر معاوضہ کے اپنی ملکیت نکاح زائل کرنے پر رضامند نہ تھا اور عورت نے جس عوض کا نام لیا ہے اس کے لازم کرنے کی کوئی صورت نہیں اور نہ ہی اس کی قیمت لازم کی جا سکتی ہے اس لئے کہ وہ تو غیر معلوم ہے۔ اسی طرح عورت پر حق تمتع کا معاوضہ (مہر مثل) بھی لازم نہیں کیا جا سکتا اس لئے کہ ملک کے ازالے کے وقت حق تمتع باقیمت نہیں ہوتا۔ صرف ایک ہی صورت معین ہوگی۔ یعنی یہ کہ خاوند نے جتنا حق مہر بیوی کو دیا تھا وہی عورت پر واجب کر دیا جائے تاکہ شوہر کے نقصان کا ازالہ ہو سکے۔

خلع کیلئے دراہم کی ادائیگی :

مسئلہ (۷) ولو قالت .....

اور اگر کسی عورت نے اپنے خاوند سے کہا کہ میرے ہاتھ میں جو دراہم ہیں ان کے بدلے مجھ سے خلع کر لو اس پر خاوند نے خلع کر لیا۔ مگر عورت کے ہاتھ میں کچھ نہ تھا تو عورت کو تین درہم دینا پڑیں گے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

اس لئے کہ عورت نے اپنے قول میں جمع کا صیغہ استعمال کیا ہے اور جمع میں کم از کم تین فرد ہوتے ہیں اور کلمہ ''من''(من الدراھم ...... درھموں سے) کلام بیانیہ ہے تبعیضیہ نہیں اس لئے کہ ''من'' کے بغیر کلام میں خلل واقع ہوتا ہے۔

خلع کیلئے بھاگے ہوئے غلام کو استعمال کرنا:

مسئلہ (۸) ولو خالعت .....

اور اگر عورت نے ایسے بھاگے ہوئے غلام پر خلع کیا اور یہ شرط لگائی کہ وہ اس کی ضمانت سے بری ہے تو وہ ضمانت سے بری نہ ہوگی اور اگر غلام مل گیا تو اسے وہی غلام ادا کرنا پڑے گا ورنہ اس کی قیمت ادا کرنا ہوگی

اس لئے کہ خلع ایک دو طرفہ معاوضے والا معاملہ ہے جس کا تقاضا یہ ہے کہ جو شے معاوضے کے طور پر ٹھہرائی گئی ہے اسے سپرد کیا جائے اور عورت کی طرف سے خود کو غلام کی ضمانت سے بری کرنے کی شرط فاسد ہے لہذا وہ باطل نہیں ہوتا جیسے کہ نکاح میں بھی یہی حکم ہے۔

تین طلاقوں کے طلب کرنے پر ایک طلاق دینا:

مسئلہ (۹) وان قالت ....

اور اگر بیوی نے خاوند سے کہا ''مجھے ایک ہزار درھم کے عوض تین طلاقیں دے دو، پھر مرد نے اسے ایک طلاق دے دی تو عورت پر ہزار کا تیسرا حصہ واجب ہوگا''

اس لئے کہ جب عورت نے ایک ہزار کے عوض تین طلاقوں کا مطالبہ کیا ہے تو اس نے گویا ہر طلاق ہزار کے ایک تہائی حصے کے بدلے میں مانگی ہے وجہ یہ ہے کہ حرف ''ب''(بالف دراھم میں) معاوضے کیلئے آتا ہے اور معاوضہ اپنی متبادل شے کے حساب سے تقسیم ہو جاتا ہے اور طلاق بائن ہوگی اس لئے کہ اس کے عوض میں مال ادا ہوا ہے۔

اور اگر عورت نے کہا ''مجھے ایک ہزار پر تین طلاقیں دے دو'' پھر مرد نے ایک طلاق دے دی تو امام ابو حنیفہ کے نزدیک عورت پر کچھ واجب نہ ہوگا اور خاوند کو طلاق سے رجوع کرنے کا حق ہوگا صاحبینؒ کہتے ہیں کہ اس پر ایک بائن طلاق واقع ہوگی اور عورت کو ہزار کا تیسرا حصہ ادا کرنا پڑے گا'' صاحبین کی دلیل یہ ہے کہ حرف ''علی'' پر بھی معاوضہ کے معاملات میں (عربی کے) حرف باہی کی طرح ہی ہے اس لئے کہ باء اور علی کو

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

لوگ ایک ہی صیغے میں استعمال کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ چیز ایک درہم کے بدل (ب) اٹھالیجئے یا ایک درھم پر (علی) اٹھالے لہٰذا دونوں کا مفہوم ایک ہے۔

امام ابو حنیفہؒ کہتے ہیں کہ عربی حرف "علی" (پر) شرط کیلئے استعمال ہوتا ہے ارشاد باری ہے (یبایعنك علی ان لا یشرکن بالله شیئنا) یہ عورتیں آپ سے اس بات پر بیعت کریں کہ وہ اللہ تعالی کے ساتھ کسی کو شریک نہ کریں گی) اس طرح جو شخص اپنی عورت سے کہے "انت طالق علیٰ ان تدخلی الدار" تجھے طلاق ہے اس بات پر تو گھر میں داخل ہوئی) تو یہاں بھی "علی" (پر) کا حرف در حقیقت لزوم کیلئے استعمال ہوتا ہے لیکن استعارۃً اسے شرط کیلئے بھی استعمال کیا جاتا ہے اور اس لئے کہ شرط اپنی جزا کے ساتھ لازم ہوتی ہے جب یہ بات ثابت ہوگئی کہ کلمہ "علی" (پر) شرط کے لئے ہے تو مشروط اپنی شرط کی اجزاء پر تقسیم نہیں ہوا کرتا خلاف حرف "باء" کے جیسا کہ پہلے بیان کیا جاچکا ہے کہ وہ عوض کے لئے ہے اور جب مال واجب ہو تو شوہر کی طرف سے یہ ابتدائی طلاق ہوگی اور اسے رجوع کرنے کا حق ہوگا۔

تین طلاقوں کے تفویض پر ایک طلاق دینا :

مسئلہ (۱۰) ولو قال الزوج....

"اور اگر خاوند نے اپنی بیوی سے کہا کہ "تو ایک ہزار کے عوض یا ایک ہزار پر خود کو تین طلاقیں دے سکتی ہے" مگر عورت نے اپنے آپ کو ایک طلاق دی تو عورت کو کوئی طلاق واقع نہ ہوگی اس لئے کہ خاوند اسے طلاق بائنہ دینے پر اسی وقت رضامند ہوا تھا جب کہ وہ اسے ایک ہزار ادا کرے خلاف اس صورت کے جب درخواست کرے کہ مجھے ایک ہزار کے بدلے تین طلاقیں دے دے اس لئے کہ عورت جب ہزار درھم کے بدلے طلاق پانے پر رضامند ہے تو ہزار کے کچھ حصے یعنی ایک تہائی پر بھی بائنہ ہونے میں تو بدرجہ اولیٰ راضی ہوگی۔

اور اگر خاوند نے اپنی بیوی سے کہا "وہ تجھے ہزار درھم پر طلاق" اور بیوی نے یہ بات قبول کرلی تو اسے طلاق ہوجائے گی اور اسے ایک ہزار درھم ادا کرنا ہوں گے اس مسئلے کا بھی وہی حکم ہے جو یوں کہنے کا ہے کہ "تجھے بعوض ایک ہزار درھم طلاق" "علی الف" (ہزار پر) کا مطلب ہزار شرطیہ معاوضہ ہے اور معاوضہ (دوسرے فریق کی طرف سے) قبول کئے بغیر واجب نہیں ہوتا اور کسی شرط کے ساتھ معلق فعل کے پائے جانے کے بغیر وجود میں نہیں آتا اور طلاق بائن ہوگی اس کی دلیل پہلے بیان ہوچکی ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

عوض کے بدلے میں طلاق کا واقع ہونا :

مسئلہ (۱۱) ولو قال لامراتة

اور اگر خاوند نے اپنی بیوی سے کہا (تجھے طلاق ہے اور تجھ پر ہزار درھم ہیں پھر عورت نے اس کی یہ بات قبول کرلی یا اس نے اپنے غلام سے کہا (تو آزاد ہے اور تجھ پر ہزار درھم ہیں اور غلام نے اس پیش کش کو قبول کرلیا تو وہ آزاد ہو جائے گا اور عورت پر طلاق ہو جائے گی مگر امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک غلام اور عورت پر کچھ بھی واجب نہ ہوگا" اسی طرح اگر دونوں یہ بات قبول نہ کریں تب بھی یہی حکم ہے۔

"صاحبینؒ فرماتے ہیں کہ اگر وہ اس پیش کش کو قبول کرلیں تو انہیں مقررہ معاوضہ دینا ہوگا" اور اگر وہ قبول نہ کریں تو نہ عورت کو طلاق واقع ہوگی اور نہ غلام کو آزادی صاحبینؒ کی دلیل یہ ہے کہ یہ کلام (وعلیک الف) معاوضے کے طور پر استعمال ہوتا ہے۔ اور یہ کہنا کہ اس سامان کو اٹھالے اور تیرے لیئے ایک درھم ہے ایسے ہی ہے جیسے کہ وہ کہے یہ سامان ایک درھم کے عوض اٹھالے۔

امام ابو حنیفہؒ کی دلیل یہ ہے کہ آخری (وعلیک الف) (اور تجھ پر ہزار درھم) ایک مکمل جملہ ہے۔ لہذا دلیل کے بغیر اسے مقابلے سے مربوط نہ کیا جائے گا اس لئے کہ جملے کی اصل حالت یہی ہے کہ وہ مستقل ہو اور یہاں ایسی کوئی دلیل نہیں ہے۔ اس لئے کہ جملے کی اصلی حالت یہ ھے کہ وہ مستقل ہو اور یہاں ایسی کوئی دلیل نہیں ہے۔ اس لئے کہ طلاق وعتاق مال کے بغیر ہی ہوتے ہیں خلاف بیع اور اجارہ کے اس لئے کہ یہ دونوں امور بلا معاوضہ نہیں پائے جاتے۔

شوہر کے حق کا باطل ہونا :

مسئلہ (12) ولو قال انت طالقی

اور اگر خاوند نے اپنی بیوی سے کہا "تجھے ہزار درھم پر طلاق اس شرط پر کہ مجھے تین دن تک اختیار ہے" یا اس شرط پر کہ تجھے اختیار ہے پھر عورت نے یہ بات منظور کرلی پھر اگر تو شوہر نے اپنے لئے اختیار رکھا تو وہ باطل ہوگا اور اگر اختیار بیوی کیلئے ہو تو جائز ہوگا بعد ازاں اگر عورت نے تین دن کے اندر اختیار واپس کردیا تو اس کی طلاق باطل ہو جائے گی لیکن اگر اس نے اختیار نہ لوٹایا تو اسے طلاق واقع ہو جائے گی اور عورت پر ایک ہزار درھم کی ادائیگی واجب ہوگی یہ حکم امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

"صاحبینؒ فرماتے ہیں کہ ان دونوں صورتوں میں اختیار باطل ہے۔اور عورت کو طلاق ہو جائے گی اور عورت کو ہزار درھم ادا کرنا ہوں گے"اس لئے کہ اختیار تو معاملے کے منعقد ہونے کے بعد اسے فسخ کرنے کیلئے ہوتا ہے مگر یہاں انعقاد کے بعد فسخ کا کوئی امکان نہیں اور یہ دونوں تصرفات ایسے نہیں کہ ٹوٹ سکیں اس لئے کہ شوہر کی طرف سے خلع کرنا قسم ہے اور بیوی کی طرف سے قبول کرنا شرط ہے۔

امام ابو حنیفہؒ کی دلیل یہ ہے کہ خلع عورت کی جانب سے بیع کی طرح ہے حتیٰ کہ اس کی طرف سے رجوع بھی صحیح ہے (کہ مرد کی طرف قبول کرنے سے پہلے وہ رجوع کر سکتی ہے) اور مجلس کے بعد تک موقوف نہیں ہوتا، اور قسموں میں خیار کی شرط لگانا درست ہوتا ہے رہا شوہر کی جانب تو خلع ایک قسم ہے حتیٰ کہ خاوند کی طرف سے ایک مرتبہ خلع کی پیش کش کرنے کے بعد اس سے رجوع نہیں کر سکتا اور مجلس کے بعد تک موقوف ہوتا ہے اور قسم میں خیار جائز نہیں ہے۔ اور آزادی کی صورت میں غلام کی حیثیت وہی ہے جو عورت کی طلاق میں ہے۔

شوہر اور بیوی کی بات میں اختلاف میں معتبر قول :

مسئلہ (13) ومن قال لامرئته

اور اگر کسی شخص نے اپنی بیوی سے کہا کہ میں نے ہزار درھم پر تجھے کل طلاق دے دی تھی لیکن تو نے قبول نہیں کیا تھا، اس کی بیوی نے کہا "میں نے قبول کر لیا تھا" تو شوہر کی بات مانی جائے گی۔

اسی طرح اگر کسی شخص نے کسی دوسرے آدمی سے کہا کہ میں نے یہ غلام ہزار درھم کے عوض کل تیرے پاس فروخت کر دیا تھا لیکن تو نے اسے قبول نہیں کیا دوسرے نے کہا "نہیں میں نے تو قبول کر لیا تھا" تو خریدار کی بات مانی جائے گی" دونوں صورتوں میں فرق کی وجہ یہ ہے کہ مال کے عوض طلاق دینا مرد کی طرف سے ایک طرح کی شرطیہ قسم ہے تو قسم کا اقرار کرنا شرط کے پائے جانے کا اقرار نہیں ہوتا اس لئے کہ قسم تو خود وجود شرط کے بغیر بھی صحیح ہوتی ہے لیکن بیع قبول کئے بغیر مکمل نہیں ہوتی پھر جب بائع نے بیع کا اقرار کیا تو اس نے ایسی شے کا اقرار بھی کیا ہے جس کے بغیر بیع مکمل نہیں ہوتی جو اس (مشتری) کی طرف سے قبولیت انکار اقرار سے رجوع کرنا ہے۔

خلع کی دوسری صورتیں (مبارات) :

مسئلہ (۱۴) قال.........

اور (القدروریؒ) فرماتے ہیں کہ خاوند اور بیوی کو ایک دوسرے کو حقوق نکاح سے بری قرار دینا بھی

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

خلع کی طرح ہے اس لئے کہ مبارات (ایک دوسرے کو حقوق زوجیت سے بری الذمہ قرار دینا) اور خلع میں سے ہر ایک زوجین میں سے ہر ایک کے ازدواجی حقوق کو زائل کر دیتا ہے

یہ حکم امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک ہے

امام محمدؒ فرماتے ہیں کہ ان دونوں (مبارات اور خلع) سے (ان کے سوا جن کے دونوں تعین کریں) نکاح کے دوسرے حقوق ختم نہیں ہوتے امام ابو یوسف۔ خلع کے مسئلے میں امام محمدؒ کے ساتھ ہیں مگر مبارات میں امام ابو حنیفہ سے متفق ہیں۔

امام محمدؒ فرماتے ہیں کہ ان دونوں (خلع و مبارات) میں سے ہر ایک ایک بامعاوضہ معاہدہ ہے اور معاوضات کے تمام معاہدوں میں صرف مشروط کا اعتبار ہوتا ہے، دوسرے امور کا نہیں امام یوسفؒ کی دلیل یہ ہے کہ مبارات باب معاہدہ سے ہے جس کا مادہ براءہ ہے جس کا تقاضا جانبین کا ایک دوسرے کو بری الذمہ قرار دینا ہے لیکن براءہ کا لفظ مطلق ہے دلالت مقصود کی بنا پر ہم نے اسے "حقوق نکاح" کی قید کے ساتھ مقید کیا ہے رہا خلع تو اس کا تقاضا دونوں کا ایک دوسرے سے الگ ہونا ہے اور یہ بات نکاح کے ٹوٹنے سے ہی پوری ہو جاتی ہے اس لئے دونوں کے مابین دوسرے احکام (مثلاً نان ونفقہ) کے ختم کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔

امام ابو حنیفہؒ کی دلیل یہ ہے کہ "خلع" کا لفظ جدائی کی خبر دے رہا ہے، جیسا کہ کہا جاتا ہے خلع النعل (اس نے جوتا اتار دیا) اور خلع العمل (اس نے کام چھوڑ دیا) اور وہ "مبارات" کی طرح مطلق ہے لہذا نکاح اور اس کے احکام و حقوق میں ان کے مطلق ہونے پر ہی عمل کیا جائے گا۔

نابالغ لڑکی کا خلع :

مسئلہ.......(15) ومن خلع

اور اگر کسی شخص نے اپنی نابالغ بیٹی کا خلع اس کی ماں کے عوض لیا (تو خلع تو صحیح ہو جائے گا) مگر نابالغ لڑکی پر مال لازم نہ ہوگا) اس لئے کہ اس صورت میں نابالغہ کیلئے کوئی بھلائی اور شفقت نہیں ہے (جبکہ باپ کی ولایت شفقت کیلئے ہے) اس لئے کہ عورت کی طلاق کے موقع پر اس سے "حق تمتع" باقی نہیں تھا اور بدل (معاوضہ) باقیمت ہوتا ہے۔ خلاف نکاح کے (باپ چھوٹی بیٹی کا نکاح کر دے تو صحیح ہے) اس لئے کہ ملک نکاح میں داخل ہونے کے موقع پر عورت سے حق استفادہ باقیمت ہوتا ہے۔ اس لئے مریض عورت (حالت مرض میں) لیا ہوا خلع (جس کے بعد وہ مر جائے) صرف ایک تہائی مال تک درست ہوتا ہے اور مریض مرد کا مہر

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

مثل پر نکاح تمام ترکہ میں سے شمار کیا جائے گا پھر جب یہ ثابت ہو گیا کہ باپ کا اپنی نابالغ لڑکی کیلئے خلع لینا جائز نہیں تو نہ بالغ کا حق مہر ساقط ہو گا نہ شوہر اس (لڑکی) کے مال کا مستحق ہو گا۔ البتہ اس صورت میں ایک روایت کی بناء پر طلاق واقع ہو جاتی ہے، دوسری روایت کی رو سے اسے طلاق نہیں ہوتی۔ لیکن پہلی روایت زیادہ صحیح ہے، اس لئے کہ شوہر کا طلاق دینا باپ کی طرف سے معاوضہ قبول کرنے سے مشروط تھا۔ لہٰذا اسے دوسرے مشروط معاملات پر قیاس کیا جائے گا۔

مسئلہ.......(16)

اور اگر خاوند نے ایک ہزار درھم کے بدلے اس شرط پر خلع کیا کہ باپ ضامن ہو گا۔ تو خلع درست ہو گا۔ اور باپ کو ہزار درھم ادا کرنا ہوں گے۔

اس لئے کہ اس امر کی ضمانت تو ایک اجنبی شخص بھی دے سکتا ہے اور باپ تو بدرجہ اولیٰ ضامن ہو سکتا ہے پھر نابالغ لڑکی کا مہر ساقط نہیں ہو گا، اس لئے کہ وہ (مہر کی معافی) باپ کی ولایت میں داخل نہیں ہے۔

''اور اگر خاوند نے ایک ہزار کے معاوضہ کو نابالغہ پر شرط ٹھہرایا تو خلع کا جواز نابالغہ کے قبول کرنے پر موقوف ہو گا پھر اگر وہ اسے قبول کرنے کی سوجھ بوجھ رکھتی ہو اور اس نے اسے قبول کر لیا تو طلاق واقع ہو جائے گی اس لئے کہ شرط پائی گئی مگر مال واجب نہیں ہو گا اس لئے کہ نابالغہ تاوان قبول کرنے کی اہل نہیں ہے اور اگر باپ نے نابالغہ کی طرف سے معاوضہ خلع قبول کر لیا تو اس کے متعلق دو روایتیں ہیں (ایک کے مطابق خلع صحیح ہے اور دوسری کے مطابق درست نہ ہو گا)

اس طرح اگر خاوند نابالغہ سے اس کے مہر کی شرط پر خلع کرے اور اس کا باپ مہر کا ضامن نہ ہو تو یہ معاملہ بھی اس کی طرف سے قبول کرنے پر موقوف ہو گا پھر اگر اس نے قبول کر لیا تو اسے طلاق ہو جائے گی اور مہر ساقط نہ ہو گا پھر اگر باپ نے قبول کر لیا تو اس کے متعلق بھی حسب سابق دو روایتیں ہیں'' پھر اگر باپ کی طرف سے قبولیت پائی گئی، اور یہی شرط، تو لڑکی پر طلاق واقع ہو جائے گی'' اس لئے کہ باپ کی طرف سے قبولیت پائی گئی اور یہی شرط تھی اور باپ کے ذمے پانچ سو درھم لازم ہوں گے یہ استحسان ہے قیاس یہ تھا کہ ہزار واجب ہوں۔

اس مسئلہ کی اصل بالغہ عورت کے بارے میں یہ مسئلہ ہے کہ اگر اس نے مباشرت سے پہلے ایک ہزار درھم پر خلع لیا اور اس کا مہر بھی ایک ہزار تھا تو قیاس کا تقاضا یہ ہے کہ اس پر مزید پانچ سو درھم واجب ہوں گے مگر استحسان یہ ہے کہ اس پر کچھ بھی زائد واجب نہ ہو اس لئے کہ اسے خلع سے عادۃً یہی مراد ہوتا ہے کہ جو عورت کیلئے مرد کے ذمے واجب ہے وہ مرد کو حاصل ہو جائے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

خود آزمائی نمبر 2

1- خلع سے کیا مراد ہے؟ اور وہ کن حالات میں جائز ہے؟
2- خاوند اپنی بیوی سے خلع کا بدل کس حد تک لے سکتا ہے؟
3- اگر کسی وجہ سے بدل خلع (قیمت) باطل ہو جائے تو کیا خاوند خلع واپس لے سکتا ہے؟
4- بدل خلع کیا شے ہو سکتی ہے؟
5- طلاق بالعوض اور خلع میں جو فرق ہے اس پر توضیحی نوٹ لکھیے؟

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

3- ظہار کے احکام

ظہار کا مفہوم :

مسئلہ...........(۱) واذا قال الرجال
جب کوئی شخص اپنی بیوی سے کہے کہ تو مجھ پر میری ماں کی پیٹھ کی طرح (حرام) ہے تو اس کی وہ بیوی اس پر حرام ہو جائے گی اب اس سے مباشرت کرنا اسے چھونا اور اس کو چومنا جائز نہیں رہا۔ جب تک وہ ظہار کا کفارہ ادا نہ کر دے" جیسے کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے (والذین یظاھرون من نسا نھم ..... تا ...... فتحریر رقبۃ) (المجادلہ) (جو لوگ اپنے بیویوں سے ظہار کرتے ہیں پھر وہ اپنی بات سے رجوع کر لیتے ہوں تو ان پر لازم ہے کہ باہمی ملاپ سے پہلے ایک غلام کو آزاد کریں۔"

شریعت میں ظہار کی حیثیت :

دور جاہلیت میں ظہار کو طلاق سمجھا جاتا تھا، مگر شریعت طیبہ نے اس کی اصلیت کو تو برقرار رکھا البتہ اس کی حرمت کو ادائیگی کفارہ کے وقت سے بدل دیا کہ اس سے نکاح زائل نہ ہوگا وجہ یہ ہے کہ ظہار کرنا اسلئے گناہ ہے کہ اس کی یہ بات ناپسندیدہ اور جھوٹ ہے، لہذا اس کے مطابق مرد کو اس کی سزا دی جائے کہ وہ عورت اس کیلئے حرام ہوگئی ہے ہاں اگر وہ کفارہ ادا کر دے تو حرمت ختم ہو سکتی ہے۔

ظہار کا میاں بیوی کے تعلقات پر اثر :

(الف) پھر جب عورت سے مباشرت حرام قرار دی گئی، تو مباشرت کے محرکات (چھونا اور بوسہ وغیرہ) بھی حرام قرار پائیں گے تاکہ وہ مباشرت کا ارتکاب نہ کر بیٹھے، جیسا کہ حرام کی حالت میں یہ تمام باتیں ممنوع ہیں۔

(ب) البتہ "حیض والی" اور "روزہ والی" عورت کے لئے یہ پابندی نہیں ہے کیونکہ حیض اور روزہ دونوں کا پایا جانا بکثرت ہوتا ہے، لہذا اگر ان میں (بوسہ لینے کو) حرام قرار دیا جائے تو اس سے دقت پیدا ہوگی مگر ظہار اور (حالت) احرام کا یہ حکم نہیں ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

(ج) اور اگر خاوند سے کفارہ دینے سے پہلے عورت سے مباشرت کر لی تو گنہگار ہو گا لہٰذا وہ اللہ کے سامنے اپنے گناہ کی معافی مانگے اور اس پر سابقہ کفارہ کے علاوہ کچھ لازم نہ ہو گا مگر کفارہ دینے تک دوبارہ ایسا فعل نہ کرے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان اصحابی (سلمہ بن صخر) سے جنہوں نے ادائیگی کفارہ سے پہلے ہی بیوی سے مباشرت کر لی تھی، فرمایا: (استغفر الله ولا تعد حتی تکفر) (اللہ تعالیٰ سے معافی مانگ اور کفارہ ادا کرنے سے قبل دوبارہ یہ کام نہ کرنا) اور اگر استغفار کے علاوہ بھی کوئی شے واجب ہوتی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس کو ضرور بیان فرما دیتے۔

مصنف۔ فرماتے ہیں کہ "شوہر کا کہنا تو مجھ پر میری ماں کی پشت کی طرح ہے" بہر حال ظہار ہے اس لئے یہ الفاظ اس بارے میں صریح ہیں۔

اور اگر اس نے ان الفاظ سے طلاق کی نیت کی تو درست نہ ہو گی اس لئے کہ ان الفاظ کا طلاق ہونا منسوخ ہو چکا ہے لہٰذا اس پر عمل کرنا ممکن نہیں ہے۔

ظہار کے اظہار کیلئے الفاظ :

مسئلہ ... (2) واذا قال انت علی

"اور اگر خاوند نے اپنی بیوی سے کہا "تو مجھ پر میری ماں کے پیٹ یا ران یا فرج کی طرح ہے" تب بھی وہ ظہار کرنے والا سمجھا جائے گا" اس لئے کہ ظہار کی حقیقت یہ ہے کہ حلال عورت (بیوی) کو حرام عورت (ماں وغیرہ) سے تشبیہ دی جائے اور یہ مفہوم ان اعضاء کے ساتھ مشابہت دینے سے ثابت ہو جاتا ہے جس کی طرف شہوت سے دیکھنا جائز نہیں ہے۔

یہی حکم اس وقت ہے جب مرد اپنی بیوی کو ان عورتوں میں سے کسی کے ساتھ تشبیہ دے جن کی طرف شہوت کے ساتھ دیکھنا ہمیشہ کیلئے جائز نہیں مثلاً بہن یا پھوپھی یا رضاعی ماں وغیرہ" اس لئے کہ دائمی حرمت کے لحاظ سے یہ عورتیں بھی ماں ہی کی طرح ہیں۔

"یہی حکم اس صورت میں ہے جب خاوند اپنی رفیقہ حیات سے کہے، کہ تیرا سر یا تیرا چہرہ یا تیری گردن یا تیرا نصف یا تیرا تہائی حصہ مجھ پر میری ماں کی پشت کی طرح ہے" اس لئے کہ سر چہرہ، گردن اور فرج بول کر تمام بدن مراد لیا جا سکتا ہے اور یہ حکم پہلے متعلقہ حصے (شائع نصف، تہائی وغیرہ) میں ثابت ہو گا پھر اس کے تمام بدن میں جیسا ہم طلاق کے تحت بیان کر چکے ہیں۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

ظہار میں مرد کی نیت کا اعتبار :

مسئلہ......(3) ولو قال انت علی...

''اور اگر خاوند نے بیوی سے کہا کہ 'تو مجھ پر میری ماں کی طرح یا اس کی مانند ہے، تو اس کی نیت کا اعتبار کیا جائے گا' تاکہ اس کا حکم معلوم کیا جا سکے''اور اگر مرد نے کہا کہ ''میرا ارادہ اس کی عزت واحترام کا تھا، تو اس کی بات تسلیم کی جائے گی''

اس لئے کہ عزت وکرامت میں تشبیہ دینا ہمارے روزمرہ کی گفتگو میں معروف ہے اور اگر خاوند نے کہا کہ میں نے تو اس سے ظہار کی نیت کی تھی تو اس کو ظہار ہی سمجھا جائے گا کیونکہ اس کے کلام میں عورت کو ماں کے پورے جسم سے تشبیہ دی گئی ہے جس میں عضو خاص بھی شامل ہے لیکن چونکہ وہ صریح نہیں ہے لہذا نیت دیکھنے کی ضرورت ہوگی۔

اور اگر خاوند نے کہا کہ میں نے تو اس بات سے طلاق مراد لی تھی تو بیوی کو ایک بائن طلاق واقع ہو جائے گی اس لئے کہ اس نے حرمت میں بیوی کو اپنی ماں سے تشبیہ دی ہے۔ گویا اس نے طلاق کی نیت کے ساتھ اسے یوں کہاں ہے 'کہ تو مجھ پر حرام ہے''

پھر اگر خاوند کی کوئی نیت نہ تھی تو شیخینؒ کے نزدیک کچھ واقع نہ ہوگا اس لئے کہ اس جملے سے احترام بھی مراد ہو سکتا ہے مگر امام محمدؒ فرماتے ہیں کہ ظہار ہوگا اس لئے کہ جب اسے ماں کے عضو سے تشبیہ دینا، ظہار شمار ہوتا ہے، تو پورے بدن سے تشبیہ دینا، بدرجہ اولیٰ ظہار ہوگا۔

اور اگر خاوند نے اس عبارت سے صرف ''حرمت'' مراد لی تو امام ابو یوسفؒ کے نزدیک یہ ایلاء ہوگا تاکہ ان دونوں (ظہار اور ایلاء) میں سے کم تر درجہ کی حرمت ثابت کی جائے۔ امام محمدؒ کے نزدیک ظہار ہوگا اس لئے کہ کاف تشبیہ ظہار کیلئے مختص ہے۔

مسئلہ......(4) ولو قالا انت علی حرام

اگر کسی شخص نے اپنی بیوی سے کہا کہ ''تو مجھ پر میری ماں کی طرح حرام ہے''اور اس نے ظہار یا طلاق کی نیت کی، تو اس کا حکم اس کی نیت کے مطابق ہوگا''

اس لئے کہ مذکورہ عبارت میں دونوں احتمالات موجود ہیں، ظہار کا احتمال اس لئے کہ اس عبارت میں ماں سے تشبیہ پائی گئی اور طلاق اس لئے کہ اس نے حرمت کا لفظ استعمال کیا ہے، اور تشبیہ اس حرمت کی تاکید کرتی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

ہے۔

پھر اگر خاوند کی کوئی نیت نہ ہو، تو امام ابو یوسفؒ کے نزدیک یہ ایلاء ہو گا اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک یہ ایلاء ہو گا اور امام محمدؒ کے نزدیک ظہار اور ان دونوں صورتوں کی ہم پہلے وضاحت کر چکے ہیں۔

ظہار میں نیت کا اعتبار :

مسئلہ......(5) ولو قال

اور اگر کسی مرد نے اپنی بیوی سے کہا تو میری ماں کی پیٹھ کی طرح مجھ پر حرام ہے" اور اس نے طلاق یا ایلاء کی نیت کی تو امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک یہ صرف ظہار ہی ہو گا مگر صاحبینؒ کے نزدیک اس کا حکم مرد کی نیت کے مطابق ہو گا اس لئے کہ لفظ حرمت میں جیسا کہ ہم پہلے بیان کر چکے ہیں ان تمام باتوں کا احتمال موجود ہے البتہ امام محمدؒ کے نزدیک اگر مرد نے طلاق کی نیت کی تو طلاق ہی ہو گی ظہار نہ ہو گا اور امام ابو یوسف کے نزدیک دونوں امور ہی ہو سکتے ہیں۔ امام محمدؒ نے جامع الصغیر میں اس کی تفصیل بیان کی ہے)

امام ابو حنیفہؒ کی دلیل یہ ہے کہ مرد کی عبارت ظہار کے مفہوم میں صریح ہے لہذا اس سے کسی دوسری بات کا احتمال مراد لینا درست ہو گا۔ نیز یہ کلام محکم ہے لہذا یہ حرمت ظہار کی طرف ہی راجع ہو گی۔

کس سے ظہار کیا جاسکتا ہے :

مسئلہ........(6) ولا یکون الظهار

اور (امام محمدؒ الجامع الصغیر میں) فرماتے ہیں کہ ظہار صرف بیوی ہی سے ممکن ہے)

اور اگر کسی نے اپنی باندی سے ظہار کیا تو وہ درست نہ ہو گا اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کے ارشاد میں "من نساء هم" (اپنی عورتوں سے) کا لفظ آیا ہے۔ نیز اس لئے بھی کہ باندی میں حلف اس کے مملوکہ ہونے کے تابع ہے لہذا وہ منکوحہ عورت کے حکم میں نہیں ہو سکتی علاوہ ازیں اس لئے بھی کہ ظہار طلاق ہی سے معدول ہے اور باندی کو طلاق دینا ممکن نہیں۔

ظہار کی باطل صورتیں :

مسئلہ......(7) فان تزوج

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

اور اگر کسی شخص نے کسی عورت سے اس کی اجازت کے بغیر نکاح کر لیا، پھر اس نے اس سے ظہار کر دیا بعد ازاں عورت نے نکاح کی اجازت دیدی تو ظہار باطل ہو جائے گا" اس لئے کہ خاوند نے جب حرمت میں اسے مذکورہ تشبیہ دی تھی اس وقت وہ سچا تھا۔ لہٰذا اس وقت ظہار والے الفاظ جھوٹی بات نہ تھے۔ ظہار شوہر کے حقوق میں سے کوئی حق نہیں ہے (کہ وہ موقوف رہے) خلاف اس صورت کے کہ مشتری کسی ایسے غلام کو آزاد کر دے جو اس نے کسی غاصب سے خریدا ہو۔ (اس کی آزادی موقوف ہو گی) اس لئے کہ آزاد کرنا حقوق ملکیت سے ہے۔

ایک سے زیادہ بیویوں کے ساتھ ظہار :

مسئلہ.....(8) ومن قال لنسائه

"اور اگر کسی شخص نے اپنی بیویوں سے کہا کہ تم سب میرے لئے میری ماں کی پشت کی طرح ہو تو وہ اپنی تمام بیویوں سے ظہار کرنے والا ہو جائے گا

اس لئے کہ اس نے ظہار کی نسبت ان سب کی طرف کی ہے جیسا کہ طلاق کی نسبت سب کی طرف کر دیتا (تو سب کو طلاق ہو جاتی) "پھر وہ ہر ایک کیلئے علیحدہ علیحدہ کفارہ ادا کرے گا" اس لئے کہ ہر ایک کیلئے حرمت ظہار ثابت ہے، لہٰذا ان حرمتوں کے ختم کرنے کیلئے کفارے بھی اتنی ہی تعداد میں ضروری ہوں گے البتہ ایلاء کا حکم ظہار سے مختلف ہے اگر کسی نے اپنی تمام عورتوں سے ایلاء کر لیا تو ایک ہی کفارہ ضروری ہو گا۔ اس لئے کہ ایلاء میں کفارے کا لزوم اللہ تعالی کے نام کی عظمت کے پیش نظر ہے، اور اس نے اپنی بیویوں سے ایلاء کرنے میں اللہ تعالیٰ کا نام متعدد دفعہ نہیں لیا تھا۔

خود آزمائی نمبر 3

-1 ظہار سے کیا مراد ہے؟ اس کا استدلال واضح کرتے ہوئے اس پر بحث کیجئے؟

-2 ظہار کن کن عورتوں کے ساتھ بیوی کو مشابہت دینے سے ہوتا ہے اور محرم خاتون کے کون کون سے اعضاء سے مشابہت دینے سے اس کا وقوع ہوتا ہے؟

-3 کیا ظہار بیوی کے علاوہ کسی اور عورت سے ہو سکتا ہے؟

-4 ایک سے زیادہ بیویوں کے ظہار کی کیا صورت ہے؟

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

4- کفارے کا بیان

ظہار کا کفارہ :

مسئلہ.....(1) وکفارة الظهار

(القدوریؒ) فرماتے ہیں کہ ظہار کا کفارہ ایک غلام کو آزاد کرنا ہے اور اگر غلام میسر نہ ہو تو دو ماہ کے لگاتار روزے ضروری ہیں اور اگر روزے رکھنے کی بھی طاقت نہ ہو تو ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلانا ضروری ہے اس لئے قرآن میں اس طرح اس کا ذکر آیا ہے۔ لہٰذا نص میں بیان کردہ ترتیب ہی ملحوظ رکھی جائے گی۔

کفارہ کب ادا ہوگا :

(القدوریؒ فرماتے ہیں "کہ کفارے کی یہ تمام صورتیں عورت کو ہاتھ لگانے سے پہلے ضروری ہیں" غلام کو آزاد کرنے اور روزے رکھنے کے متعلق تو نص قرآنی میں صراحت ہے کھانا کھلانا بھی مباشرت سے پہلے ضروری ہے اس لئے کہ کفارہ کی ادائیگی کے بعد حرمت کا خاتمہ ہوگا لہٰذا اطعام لامحالہ مباشرت سے قبل ضروری ہے تاکہ (بعد میں) مباشرت جائز ہو جائے۔

کفارہ میں غلام کون ہو :

القدوریؒ فرماتے ہیں کہ کفارے میں ہر غلام کفایت کرے گا خواہ وہ مسلم ہو یا کافر مرد ہو یا عورت، چھوٹا ہو یا بڑا (ان میں سے) وہ جیسے بھی آزاد کر دے گا تو کفارہ ادا ہو جائے گا" اس لئے کہ رقبہ کا لفظ کسی قید کے بغیر آیا ہے اور وہ ان تمام اصناف پر بولا جاتا ہے اس لئے کہ اس سے مراد غلام اور مملوک ذات ہے امام شافعیؒ کافر غلام کی صورت میں احناف سے اختلاف کرتے ہیں ان کا کہنا ہے کہ کفارہ اللہ تعالیٰ کا حق ہے۔ لہٰذا اسے کسی دشمن الٰہی پر صرف کرنا جائز نہیں۔ جیسا کہ زکوٰۃ کا یہی حکم ہے (کافر کو نہیں دی جا سکتی) احناف کہتے ہیں کہ منصوص علیہ "مطلق غلام" کی آزادی ہے اور کافر غلام کیلئے اس کا اطلاق ثابت ہے اور اس کی آزادی سے مالک کا مقصد یہ ہے کہ اسے (غلام کو) آزادی کی بنا پر اطاعت الٰہی پر قدرت میسر آ جائے پھر اس کا اپنے آپ کو معصیت کی طرف لگانا، اس کا اپنا غلط انتخاب کرتا ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

ظہار کے کفارے کے غلام کی صفات :

مسئلہ.......(2)ولا تجزی

''اور اندھایا کٹے ہوئے ہاتھوں یا کٹے ہوئے پاؤں والا غلام ''کفارہ ظہار میں انہیں دیا جا سکتا''اس لئے کہ اس قسم کے غلام میں منفعت کی جنس، یعنی بینائی یا قوت گرفت یا چلنے کی طاقت معدوم ہوتی ہے لہذا اس نقص کی بنیاد پر وہ کفارہ بننے سے قاصر ہوگا۔

اور اگر اس سے ''منفعت'' میں کچھ خلل اور نقصان ہو تو اس کا دینا ممنوع نہیں ہے مثلاً یہ کہ وہ کانا ہو یا اس کا ایک ہاتھ اور دوسری طرف کا پاؤں کٹا ہوا ہو تو اس کا آزاد کرنا جائز ہوگا اس لئے کہ اس سے جنس منفعت مکمل طور پر معدوم نہیں ہے، بلکہ اس میں صرف خلل واقع ہوا ہے لیکن اگر ایک ہی جانب سے ہاتھ اور پاؤں کٹے ہوئے ہوں تو ایسا غلام دینا جائز نہ ہوگا، کیونکہ یہاں تو جنس منفعت مکمل طور پر معدوم ہے اور وہ چلنے ہی سے عاری ہے۔

غلام کفارہ میں دینا جائز ہے گویا قیاس کا تقاضا تو یہ تھا کہ اس کا دینا جائز نہ ہو، النوادر میں بھی یہی حکم مذکور ہے، اس لئے کہ اس میں جنس منفعت موجود نہیں ہے مگر احناف نے استحسان کیا ہے کیونکہ اس میں اصل منفعت باقی ہے اس لئے کہ جب اس سے چلا کر بات کی جائے تو وہ سن لیتا ہے البتہ اگر غلام کی حالت ایسی ہو کہ اسے کچھ بھی سنائی نہ دیتا ہو، مثلاً وہ پیدائشی بہرہ ہو اور وہ اس کے ساتھ گونگا بھی ہو تو آزاد کرنا درست نہ ہوگا۔

''اور جس غلام کے دونوں ہاتھوں کے انگوٹھے کٹے ہوئے ہوں اس کا آزاد کرنا بھی جائز نہ ہوگا''اس لئے کہ انہیں سے قوت گرفت موجود ہوتی ہے، اور ان کے معدوم ہونے سے جنس منفعت زائل ہو جاتی ہے۔

پاگل غلام کا کفارہ :

مسئلہ.........(3)ولا یجوز المجنون

اور ایسا پاگل غلام بھی کفارے میں دینا جائز نہیں ہے جس میں عقل کا شائبہ تک نہ ہو''اس لئے کہ ہر انسان عقل ہی سے اپنے اعضاء سے فائدہ اٹھاتا ہے لہذا ایسا غلام معدوم منفعت والا تصور ہوگا۔

اور جس غلام پر کبھی دیوانگی طاری ہو جاتی اور کبھی اسے افاقہ ہو جاتا ہو تو اس کا آزاد کرنا کفارے میں جائز ہوگا''اس لئے کہ یہ خلل حصول منافع سے مانع نہیں ہے۔

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

کس قسم کا کفارہ جائز نہیں :

"اور مدبر اور ام ولد کا کفارے میں آزاد کرنا صحیح نہیں" اس لئے کہ وہ ایک لحاظ سے (پہلے ہی) آزادی کے مستحق ہو چکے ہیں اور ان میں مملوکیت ناقص ہے اسی طرح جو مکاتب غلام کچھ قیمت ادا کر چکا ہو اسے آزاد کرنا بھی کافی نہ ہو گا اس لئے کہ اس کا آزاد کرنا تو مالی معاوضے میں ہو جائے گا۔

امام ابو حنیفہؒ فرماتے ہیں کہ مکاتب کا آزاد کرنا جائز ہے اس لئے کہ اس میں ملوکیت ہر لحاظ سے قائم ہے کیونکہ مکاتبت کو منسوخ کیا جا سکتا ہے بخلاف ام ولد اور مدبر کے (کہ ان کا کفارے میں دینا جائز نہیں)

لیکن اگر اس نے ایسے مکاتب غلام کو آزاد کیا جس نے ابھی تک کوئی رقم بھی ادا نہ کی تو جائز ہو گا امام شافعیؒ اس مسئلے میں اختلاف کرتے ہیں اس لئے کہ معاہدے کے تحریر میں آنے سے وہ حریت کا مستحق ہو چکا ہے لہٰذا وہ مدبر کے مشابہ ہو گا۔

احناف کی دلیل یہ ہے کہ اس میں ہر پہلو سے غلامی موجود ہے جیسا کہ ہم ابھی بیان کر چکے ہیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے "المکاتب عبد مابقی درھم" جب تک مکاتب کے ذمے ایک درھم باقی ہے وہ غلام ہی ہے اور مکاتبت اس کے منافی نہیں اس لئے کہ اس سے تو فقط آزادانہ خرید و فروخت کی پابندی ختم ہوتی ہے جیسے گویا اسے تجارت کی اجازت مل گئی ہو دونوں میں فرق یہ ہے کہ مکاتبت کا معاہدہ ایک بامعاوضہ معاہدہ ہے لہٰذا وہ غلام کی جانب سے لازم ہو گا اور اگر مکاتب آزادی کے منافی ہو تو بھی کفارہ میں اسے آزاد کر دینے سے مکاتب کا معاہدہ فسخ ہو جاتا ہے کیونکہ اس کا احتمال موجود البتہ اتنا ضرور ہے کہ مکاتب کی کمائی اور اولاد اس کے حوالے کر دی جاتی ہے اس لئے کہ اس کی ذات میں آزادی، کتابت کی پہلو سے ایک یا اس لئے کہ مکاتب کا انفساخ ضروریت کی بناء پر ہے۔ لہٰذا اس کی اولاد اور کمائی کے حق میں اس کا اثر ظاہر نہ ہو گا۔

باپ یا بیٹے کو آزاد کرنے کیلئے خریدنا :

مسئلہ.....(4) وان اشتری اباہ۔

"اور اگر کسی نے اپنے (غلام) باپ یا بیٹے کو اس نیت سے خریدا کہ وہ اسے کفارے میں آزاد کر دے گا تو جائز ہو گا۔ امام شافعیؒ جواز کے کے قائل نہیں ہیں اگر کفارہ قسم میں بھی ایسے غلام کی آزادی میں اس طرح اختلاف ہے ان شاء اللہ ہم اس مسئلے کی تفصیل کتاب الایمان میں بیان کریں گے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

نصف غلام کو آزاد کرنا:

مسئلہ.....(5)فان اعتق

اور اگر اس نے کسی ایسے غلام کا نصف (اپنی طرف) سے آزاد کر دیا جو ایک سے زائد مالکوں کے درمیان مشترک تھا پھر اگر آزاد کرنے والا امیر آدمی ہے اور اس نے باقی نصف کی قیمت اپنے ذمے لے لی (اور دوسرا نصف بھی آزاد کر دیا) تو امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک جائز نہ ہوگا مگر صاحبین کے نزدیک صحیح ہوگا ان کی دلیل یہ ہے کہ اس نے جب اپنے شریک کے نصف حصے کی قیمت کا ذمہ لے لیا تو گویا وہ پورے غلام کا مالک ہو گیا اور اس نے کفارے میں مکمل غلام آزاد کیا جب کہ پورا اس کی ملکوت میں تھا لیکن اگر وہ دولتمند نہ ہو تو جائز نہیں اس لئے کہ اس صورت میں غلام کو اپنے نصف کی قیمت کما کر دوسرے مالک کو دینا پڑے گی تو یہ آزادی (مفت نہ ہوئی بلکہ معاوضہ کی بنا پر ہوئی۔

امام ابو حنیفہؒ کی دلیل یہ ہے کہ دوسرے شریک کا حصہ اس کی ملکیت ہونے کے باوجود ناقص ہو گیا ہے پھر یہ حصہ بعد میں اس کی طرف سے ضامن لینے پر اس کی ملکیت کی طرف پھیرا جائے گا اور اس قسم کا نقص کفارے کی ادئیگی سے مانع ہے۔

اور اگر کسی شخص نے اپنے غلام کا نصف حصہ کفارے میں آزاد کر دیا اور بعد میں باقی والا نصف حصہ بھی آزاد کر دیا تو جائز ہوگا" اس لئے کہ اس نے غلام کو دو جملوں سے آزاد کیا ہے (اور ایسا نقصان کفارے میں مانع نہیں ہوتا) کیونکہ اس کی ملکیت میں جو نقصان پیدا ہوا وہ کفارے میں آزاد کرنے کی بنا پر ہی ہے جیسے کہ ایک آدمی نے قربانی کی بکری کو لٹایا اور چھری بکری کی آنکھ میں لگ گئی (تو یہ نقصان قربانی سے مانع نہ ہوگا) بخلاف سابقہ صورت کے اس لئے کہ اس صورت میں نقصان شریک کے ملک کی بنا پر پیدا ہوا ہے۔ یہ حکم امام ابو حنیفہ کے نزدیک ہے۔

صاحبینؒ کے مطابق آزادی کو تقسیم کیا جا سکتا ہے، لہٰذا ان کے نزدیک غلام کو نصف آزاد کرنا بھی پورا آزاد کرنا ہوگا لہٰذا ان کے نزدیک دو جملوں سے اسے آزاد کرنا لازم نہ ہوگا۔

نصف غلام کو آزاد کرنے کے بعد مباشرت کرنا:

مسئلہ.....(6)

"اور اگر اس نے کفارے میں نصف غلام آزاد کر کے اپنی اسی بیوی سے مباشرت کر لی جس سے اس نے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

اظہار کیا تھا اور باقی نصف بعد میں آزاد کیا تو امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک جائز نہ ہوگا"

اس لئے کہ ان کے نزدیک غلام کی آزادی قابل تقسیم ہے لہٰذا نصف آزاد کرنے کو پورا آزاد کرنا شمار نہیں کیا جائے گا) اور آزادی غلامی کی شرط یہ ہے کہ وہ مباشرت سے پہلے ہو مگر یہاں نصف غلام کی آزادی بعد میں ہو رہی ہے (لہٰذا شرط نہ پائی گئی)

صاحبینؒ کے نزدیک چونکہ نصف غلام کی آزادی "کل آزادی" ہے مباشرت سے پہلے ہو چکی ہے، (اس لئے ان کے نزدیک یہ کفارہ جائز ہوگا)

روزے بطور کفارہ ظہار:

مسئلہ........(7)

"اور اگر وہ آزاد کرنے کیلئے کوئی غلام نہ پائے تو اس کا کفارہ یہ ہے کہ وہ دو مہینوں کے متواتر روزے رکھے جن میں ماہ رمضان ہو اور نہ یوم فطر نہ قربانی کا دن اور نہ ایام تشریق ہوں"

اس لئے کہ ان دنوں میں روزہ جائز نہیں

جہاں تک مسلسل روزے رکھنے کا تعلق ہے تو وہ اس لے کہ اس کا ثبوت نص قرآنی سے ملتا ہے اور اگر رمضان کے روزے کفارے کے ہو جائیں تو وجوب شرعی کا بطلان لازم آتا ہے۔ اور (پانچ) مذکورہ بالا ایام میں روزہ رکھنے کی ممانعت ہے لہٰذا ان دونوں کا روزہ کفارہ ظہار کا قائم مقام نہ ہو سکے گا۔

"پھر اگر اس نے دو ماہ کے دوران میں رات کے وقت دانستہ طور پر یا دن کو بھول کر اس عورت سے مباشرت کر لی تو امام ابو حنیفہ اور محمدؒ کے نزدیک نئے سرے سے روزے شروع کرے گا"

مگر امام ابو یوسف فرماتے ہیں کہ نئے سرے سے شروع نہ کرے گا بلکہ (وہ بقیہ دن مکمل کرے) اس لئے کہ مباشرت تواتر اور پے در پے ہونے سے مانع نہیں ہے، اس لئے کہ رات کے وقت کی گئی ایسی مجامعت سے تو روزہ بھی فاسد نہیں ہوتا اور اصل شرط تو یہی تھی کہ روزے پے در پے ہوں اور اس میں کوئی فرق نہیں آیا۔

علاوہ ازیں اس لئے بھی کہ اگر شرعاً دونوں کا مباشرت پر مقدم کرنا شرط تھا، تو جو صورت احناف نے اختیار کی ہے اس میں کچھ روزے مباشرت سے مقدم ہیں او دوسرے فقہاء کی اختیار کردہ صورت کے مطابق تمام روزے مباشرت سے مؤخر ہوں گے، طرفینؒ کی دلیل یہ ہے کہ نص قرآنی کی رو سے کفارے کے روزوں کی دو شرطیں ہیں: ایک تو یہ کہ وہ مباشرت سے پہلے ہوں اور دوم یہ کہ مباشرت سے خالی ہوں مگر روزوں کے دوران

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

میں مجامعت کرنے سے یہ دوسری شرط معدوم ہو جاتی ہے لہٰذا وہ نئے سرے سے روزوں کا آغاز کرے گا۔

اور پھر اگر اس نے ان دو مہینوں کے دوران کسی عذر کی بنا پر یابلا عذر روزہ نہ رکھا تو وہ پھر از سر نو روزے شروع کرے گا اس لئے کہ پے در پے والی شرط برقرار نہ رہی۔ حالانکہ وہ عادۃً متواتر رکھنے پر قدرت رکھتا تھا۔

غلام کا کفارہ ظہار :

مسئلہ......(7)وان ظاهر العبد

اور اگر غلام نے اپنی بیوی سے اظہار کیا تو وہ کفارے کی ادائیگی میں فقط روزے ہی رکھے گا

اس لئے کہ اس کو "حق ملکیت" حاصل نہیں لہذا اس میں مال سے کفارہ ادا کرنے کی اہلیت ہی موجود نہیں ہے۔

اور اگر مالک نے اس کی طرف سے غلام آزاد کر دیا یا انہیں کھانا کھلا دیا تو جائز نہ ہو گا" اس لئے کہ وہ ملکیت کی اھلیت سے محروم ہے لہٰذا آقا کی طرف سے مالک بنانے سے بھی اس میں وہ اہلیت پیدا نہ ہو گی۔

روزہ نہ رکھ سکنے والے کا کفارہ :

مسئلہ......(8)واذا لم يستطع المظاهر

اگر مظاہر میں روزہ رکھنے کی استطاعت نہ ہو تو وہ ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلا دے جیسے کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے (فمن لم يسطع فاطعام ستين مسكينا) "جس میں روزے رکھنے کی اسطاعت نہ ہو وہ ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلا دے اس صورت میں وہ ہر مسکین کو گندم کا نصف صاع یا جو یا کھجور کا پورا صاع دے یا اس کی قیمت ادا کر دے جیسے کہ اوس بن الصامت اور حضرت سہیل بن صخر کی احادیث میں ہے، کہ آپ نے فرمایا تھا، "ہر مسکین کو گندم کا نصف صاع دے دو۔"

نیز اس لئے بھی کہ اصل مقصد تو ان میں سے ہر مسکین کی ایک ایک حاجت پوری کرنا ہے لہذا اس صدقہ فطر پر قیاس کیا جائے گا القدوریؒ کا یہ قول کہ "یا اس کی قیمت دے دو" تو یہ احناف کا مسلک ہے جس کی تفصیل کتاب الزکاۃ میں بیان کی جا چکی ہے۔

(اور اگر اس نے کفارے میں ہر مسکین کو ایک سیر (چوتھائی صاع) گندم اور دو سیر (نصف صاع) کھجور یا جو دیئے تو جائز ہو گا) یہ حکم مقصد حاصل ہونے اور دونوں کی جنس ایک ہونے کی بنا پر ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

کفارہ ظہار میں 60 مسکینوں کو کھانا کھلانا :

مسئلہ.....(9)

اور اگر اس نے کسی دوسرے شخص سے کہا کہ وہ اس کی طرف سے کفارے کے سلسلے میں ساٹھ مساکین کو کھانا کھلادے اور اس نے کھانا کھلادیا تو جائز ہوگا"

اس لئے کہ یہ بات قرض لینے کے معنی میں ہے (مگر چوں کہ قرض لینے میں قبضہ ضروری ہے) اس لئے فقیر پہلے اس حکم دینے والے کیلئے قبضہ کرنے والا ہوگا پھر خود اپنی طرف سے قبضہ کرنے والا ہوگا اس طرح پہلے اس کا اسے اپنی ملکیت میں لینا ثابت ہوگا پھر فقیر کو مالک بنانا (لہذا اس کا کفارہ ادا ہوگا)

مسکینوں کو صبح شام کھانا کھلانا :

مسئلہ......(10)

اردو اگر اس نے فقیروں کو گھر میں بٹھا کر صبح وشام کھانا کھلادیا تو جائز ہے خواہ انہوں نے کم کھایا ہو یا زیادہ" امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ جائز نہیں ہے جب تک کہ انہیں کھانے کا مالک نہ بنائے (کہ یہ کھانا میں نے تمہاری ملکیت میں دیا) جیسا کہ صدقہ فطر اور زکاۃ میں تملیک شرط ہے اس لئے کہ مالک بنانے سے فقیر کی حاجت زیادہ اچھی طرح پوری ہوتی ہے۔ لہذا اباحت (کھانے کی اجازت دینا) اس کا قائم مقام نہ ہوگا۔

احناف کی دلیل یہ ہے کہ منصوص علیہ صرف کھانا کھلانا ہے جس کے حقیقی معنی "انہیں کھانے پر قادر کرنا ہے اور یہ مقصد جس طرح انہیں کھانے کا مالک بنانے سے حاصل ہوتا ہے اس طرح کھانے کی اجازت دینے سے بھی پورا ہو جاتا ہے رہا زکاۃ (میں تملیک) کا معاملہ تو وہ ارشاد باری تعالیٰ کی بنا پر شرط ہے اور صدقہ فطر میں دوسرے کو اسے ادا کرنا ضروری ہے اور ان کا حقیقی مفہوم مالک بنانے ہی میں پایا جاتا ہے۔

"اور اگر شام کے وقت ظہار کا کھانا کھانے والوں میں کوئی ایسا چھوٹا بچہ بھی شامل ہو جس کا دودھ چھڑایا گیا ہو تو درست نہ ہوگا" اس لئے کہ وہ پورا کھانا نہیں کھا سکتا پھر یہ کہ روٹی کے ساتھ سالن کا ہونا بھی ضروری ہے تاکہ وہ پیٹ بھر کر کھا سکیں۔ البتہ گندم کی روٹی کی صورت میں سالن شرط نہیں ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

ایک ہی مسکین کو ساٹھ دنوں تک کھانا کھلانا :

مسئلہ......(11)وان اعطی مسکینا

اور اگر اس نے ایک ہی مسکین کو ساٹھ دنوں تک کھانا دے دیا تو جائز ہو گا

اس لئے کہ کھانا کھلانے سے مقصد یہ تھا کہ مسکین کی حاجت پوری کی جائے اور اس کی کھانا کھانے کی حاجت ہر روز از سر نو پیدا ہوتی ہے لہذا اس مسکین کو دوسرے دن کھانا دینا کسی اور مسکین کو کھانا دینے کے مشابہ ہے یہ حکم کھانے کے طور مباح کھانے میں بلا اختلاف ہے مگر ایک مسکین کو ایک ہی دن بار بار بلا کر کھانا دینا بعض فقہاء کے نزدیک جائز نہیں اور بعض فقہاء کے نزدیک جائز ہے کسی کو کھانے کا مالک بنانے کی ایک ہی دن میں کئی بار ضرورت پیدا ہو سکتی ہے بخلاف اس صورت کے جب ایک مسکین کو یکبارگی کھانا دے دیا جائے کہ وہ بالاتفاق جائز نہیں ہے اس لئے کے علیحدہ علیحدہ کر کے دینا نص قرآنی سے ثابت ہے۔

کھانا کھلانے کے دوران ہی مباشرت کرنا :

مسئلہ......(12)وان قرب

اور اگر مساکین ابھی کھانا کھا رہے تھے کہ مظاہر نے اپنی بیوی سے مباشرت کر لی تو سے از سرے نو کھانا کھلانے کی ضرورت نہیں اس لئے کہ نص قرآنی میں کھانا کھلانے کا مباشرت سے پہلے ہونا شرط نہیں ہے البتہ کھانا کھلانے سے پہلے مباشرت ممنوع ہے اس لئے کہ ممکن ہے کہ کھانا کھلانے کے دوران میں وہ غلام کو آزاد کرنے یا ساٹھ روزے رکھنے پر قادر ہو جائے تو مباشرت کا عمل آزادی غلام اور دونوں سے پہلے واقع ہو جائے گا، اور جو بات (کسی خارجی امر کی بنا پر) ممنوع ہو فی نفسہ مشروع ہو سکتی ہے۔

ساٹھ مسکینوں کو گندم دینا :

مسئلہ.....(13)واذا اطعم

"اور اگر اس نے دو ظہاروں کے کفارے میں ساٹھ مسکینوں کو گندم کا ایک ایک صاع دیا تو امام ابو حنیفہؒ اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک صرف ایک ظہار کا کفارہ ادا ہو گا امام محمدؒ فرماتے ہیں کہ دونوں کا کفارہ ادا ہو جائے گا اور اگر وہ کفارہ افطار اور کفارہ ظہار دونوں کو اکٹھا کر کے ادا کریں تو بالاتفاق جائز ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

امام محمدؒ کی دلیل یہ ہے کہ مظاہر نے جو کھانا دیا ہے وہ دونوں ظہاروں کیلئے کافی ہے اور جن لوگوں کو اس نے دیا ہے وہی اس کے جائز مستحق ہیں لہذا اس سے دونوں کفارے ادا ہو جائیں گے، جیسا کہ اس صورت صحیح طریقے پر ادا ہو جاتا ہے جب کہ اسباب مختلف ہوں (یعنی ایک ظہار کا کفارہ یہ ہو اور دوسرا روزہ توڑنے کا) یا جب کہ متفرق کر کے دے۔

شیخینؒ کی دلیل یہ ہے کہ ایک ہی جنس میں نیت کا اثر نہیں ہوتا البتہ دو جنسوں کے افعال میں نیت قابل اعتبار ہوتی ہے پھر جب اس صورت میں نیت کا لغو ہونا ثابت ہو گیا تو ادا کردہ شے سے صرف ایک کفارے کی ادائیگی درست ہوگی اس لئے کہ نصف صاع کفارہ کی کم از کم مقدار ہے جس سے کم کرنا جائز نہیں مگر اس سے زیادہ دینا جائز ہے لہذا اس سے صرف ایک کفارہ کی ادائیگی ہوگی جیسے کہ اس وقت یہی حکم ہے کہ جب اس نے اصل کفارے کی نیت کی خلاف اس صورت کے جب اس نے متفرق اوقات میں دیا اس لئے کہ دوسری بار دینا گویا کسی اور مسکین کو کھانا دینا ہے۔

دو ظہاروں کا کفارہ :

مسئلہ.........(14) ومن وجبت عليه

اور اگر کسی پر ظہار کے دو کفارے واجب ہوں پھر اس نے اپنے دو غلام آزاد کر دیئے لیکن ہر کفارے کیلئے علیحدہ علیحدہ غلام کا تعین نہ کیا تو دونوں کفارے صحیح ادا ہو جائیں گے

اس لئے اگر بلا تعین چار ماہ کے روزے رکھے لئے یا ایک سو بیس 120 مسکینوں کو کھانا کھلا دیا تب بھی جائز ہوگا اس لئے کہ دونوں کی جنس ایک ہے لہذا نیت کی تعین ضروری نہیں۔

"اور اگر اس نے تعین کے بغیر دونوں ظہاروں کے کفارے میں صرف ایک غلام آزاد کیا یا صرف دو ماہ کے روزے رکھے تو وہ اس سے جس ظہار کا چاہئے کفارہ ادا کر سکتا ہے لیکن اگر اس نے ظہار اور قتل دونوں کے کفارے میں تعیین کے بغیر ایک غلام آزاد کیا تو کسی کا بھی کفارہ ادا نہ ہوگا۔

امام زفرؒ فرماتے ہیں کہ مذکورہ بالا دونوں صورتوں میں (کفارہ کی ادائیگی) جائز نہیں امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ مذکورہ دونوں صورتوں میں غلام کو کسی ایک کفارے کیلئے متعین کیا جا سکتا ہے اس لئے کہ تمام کفارے مقصود کے اعتبار سے ایک ہی جنس سے ہیں۔

امام زفر کی دلیل یہ ہے کہ تعیین کیئے بغیر غلام کا آزاد کرنا ایسا ہے گویا اس نے دو ظہاروں کیلئے آدھا آدھا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

غلام آزاد کیا ہے اور جب وہ اسے آزاد کر چکا تو اب اسے یہ اختیار حاصل نہ رہے گا کہ وہ پورے غلام کو ایک ظہار کیلئے بطور کفارہ معین کر دے اس لئے کہ اب معاملہ اس کے ہاتھ سے نکل چکا ہے۔

احناف کی دلیل یہ ہے کہ ایک جنس میں تعین نیت کا کوئی فائدہ نہیں ہوتا، لہٰذا وہ لغو ہو جائے گی لیکن مختلف اجناس میں نیت فائدہ مند ہوتی ہے۔ اور یہاں حکم یعنی کفارے میں اختلاف اس کے اسباب مختلف ہونے کی بنا پر ہے اول الذکر کی نظر یہ ہے کہ ایک شخص نے دو روزوں کی قضاء کیلئے ایک دن کا روزہ رکھا تو ایک روزے کی قضا پوری ہو جائے گی۔ اور مختلف جنس کی مثال اس طرح ہے کہ اگر کسی شخص پر دو روزے واجب ہوں، ایک قضاء کا اور دوسرا نذر کا تو اس صورت میں تعین کرے تمیز کرنا ضروری ہے۔ واللہ اعلم۔

خود آزمائی نمبر 4

1- ظہار کے کفارے پر نوٹ لکھیں؟

2- کفارہ میں آزادی غلام کی جو شرط ہے کیا اس کیلئے مسلمان غلام کا آزاد کرنا ضروری ہے یا فقط غلام کا؟

3- صوم کفارہ اور عام صوم (روزے) میں کیا فرق ہے؟

4- اگر صوم کفارے کے دوران میں خاوند بیوی سے قربت کر لے تو کیا حکم ہے؟ اختلاف مسالک کی وضاحت کیجئے۔

5- کفارے میں کھانا کھلانے کی شرائط پر بحث کیجئے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

یونٹ نمبر 8

لعان، عنین اور عدت کے احکام

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

یونٹ کا تعارف

اس یونٹ میں لعان عنین' عدت اور حداد کے احکامات بیان کئے گئے ہیں اس لیے ان کے مفہوم کو جاننا ضروری ہے۔

لعان کا مفہوم :

لعان کے لغوی معنی لعنت کرنے کے ہیں۔ اصطلاحی طور پر اس سے مراد میاں بیوی کا ایک خاص طریقے سے دوسرے پر لعنت کرنا ہے۔ یہ لعان اس وقت ضروری ہوتا ہے جب مرد بیوی پر زنا کی تہمت لگائے اور اس کے پاس حسب دستور چار گواہ موجود نہ ہوں۔ یا وہ اپنی بیوی کے کسی بچے کو اپنا بچہ تسلیم نہ کرے ایسی صورت میں عورت کی طرف سے دعویٰ کرنے پر لعان کیا جاتا ہے۔ اس یونٹ میں اس کے احکام تفصیل سے دیئے جائیں گے۔

عنین کا مفہوم :

عنین شریعت میں "نامرد" کو کہا جاتا ہے۔ اگر کوئی مرد عنین ہو اور وہ وظیفہ زوجیت ادا کرنے سے قاصر ہو تو عدالت اسے یک خاص عرصہ تک مہلت دیتی ہے۔ اگر وہ اس عرصے میں اپنا علاج نہ کرواسکے تو عدالت دونوں میں تفریق کرا دیتی ہے۔

عدت کا مفہوم :

عدت کے لغوی معنی گنتی کے ہیں۔ اصطلاحاً اس سے مراد طلاق اور وفات کی عدت ہے۔ اس کی تفاصیل بھی اس یونٹ میں شامل ہوں گی۔

حداد کا مفہوم :

اس سے مراد وہ فترہ سوگ ہے جو خاوند کی وفات کے بعد بیوی مناتی ہے۔

یونٹ کے مقاصد

اس یونٹ کے مطالعہ کے بعد آپ اس قابل ہو جائیں گے کہ آپ یہ جان سکیں

1) لعان کیا ہے اور کب واجب ہوتا ہے۔ نیز اس کے احکامات کیا ہیں۔
2) فقہ اسلامی میں عدت کا کیا تصور ہے۔ نیز اس کے مسائل کون سے ہیں۔
3) عدت کی مدت کے بارے میں مختلف فقہاء کی آرا کیا ہیں ؟
4) حداد سے کیا مراد ہے ؟ حداد اور عدت میں کیا فرق ہے ؟

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

فہرست مضامین

	یونٹ کا تعارف	
	لعان کا مفہوم	
	عنین کا مفہوم	
	عدت کا مفہوم	
	یونٹ کے مقاصد	
-1	لعان کا بیان	
	لعان کب واجب ہوتا ہے	243
	شوہر کا لعان سے انکار	243
	اگر شوہر غلام یا کافر ہو تو	244
	اگر بیوی باندی یا کافر ہو تو	244
	اگر میاں بیوی دونوں سزا یافتہ ہوں تو	245
	لعان کا طریقہ کار	245
	لعان سے تفریق کب ہوتی ہے	245
	لعان کے اولاد پر اثرات	246
	نابالغہ اور دیوانی بیوی کے ساتھ لعان کی صورت	247
	بیوی پر زنا کی تہمت لگانا	248
	خود آزمائی نمبر 1	249
-2	خاوند کے نامرد ہونے کے احکام	250
	عنین کی صورت	251
		251

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ“

www.KitaboSunnat.com

عنین کی صورت میں طلاق کی نوعیت
عنین سے تفریق کی صورت میں عورت کے مہر کے احکام 251
عنین سی پہلے مرد کے لیے مہلت 252
مہلت میں وقت کا اعتبار 252
بیوی میں زنانہ عیب کا مسئلہ 253
اگر مرد نامرد ہونے کے بجائے کسی اور مرض میں مبتلا ہو تو جدائی صورت 253
خود آزمائی نمبر 2 254
-3 عورت کی عدت کے احکام 254
عورت کی عدت کی مدت 255
حاملہ عورت کی عدت 255
شوہر کی وفات کی صورت میں عدت 255
اگر عورت مرد کی وارث بنی ہو تو عدت کے احکام 256
مرتد خاوند کی بیوی کی عدت 257
نکاح فاسد کی عدت 257
ام ولد کی عدت 258
نابالغ شوہر کی بیوی کی عدت 258
مدت حیض کا عدت میں شمار 259
عدت کے دوران مباشرت کے بعد عدت 259
طلاق کی عدت کا آغاز 260
عدت کے بارے میں عورت کے قول کا احترام 260
نئی عدت کا وجوب

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ“

www.KitaboSunnat.com

ذمی عورت کی عدت 261

خود آزمائی نمبر 3 262

4- حداد کے احکام 263

حداد کا مفہوم 263

کافرہ عورت کا حداد 264

حداد والی عورت کو پیغام نکاح بھجوانا 265

حداد والی عورت کا گھر سے نکلنا 265

عدت گزارنے کا مقام 266

طلاق یافتہ عورت کا عدت کے دوران نکلنا 267

خود آزمائی نمبر 4 268

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

1- لعان کا بیان

لعان کب واجب ہوتا ہے:

مسئلہ.....(1) اذا قذف الرجل

(القدوری) فرماتے ہیں کہ "جب کسی شوہر نے اپنی بیوی پر زنا کی تہمت لگائی اور میاں بیوی دونوں ہی گواہی دینے کے اہل ہوں اور عورت بھی ایسی ہو کہ اگر کوئی اجنبی اس پر تہمت لگائے تو تہمت لگانے والے پر حد جاری ہو سکے یا خاوند اپنی بیوی کے کسی بچے کی نسب سے انکار کر دے' (کہ یہ میرا بچہ نہیں ہے) اور بیوی اس پر حد قذف کا دعویٰ کر دے۔ تو شوہر پر لعان واجب ہوگا۔"

اصولاً لعان قسموں سے پختہ کی ہوئی گواہیوں کا نام ہے اور جو لعنت کے ساتھ متصل ہوں۔ آخری مرتبہ دونوں ایک دوسرے پر لعنت کریں۔ یہ شہادتیں مرد کے حق میں حد قذف کے اور عورت کے حق حد زنا کے قائم مقام ہیں۔

جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے "ولم یکن لھم شھداء الا انفسھم" (اور ان کے پاس اپنے سوا کوئی گواہ نہ ہو) اور استثناء اپنی جنس سے ہوتا ہے۔ (یعنی وہ گواہ تسلیم ہوں گے) پھر فرمایا فشھادۃ احدھم اربع شھادات باللہ (پھر ان میں سے ہر ایک چار بار اللہ تعالیٰ کی قسم سے گواہی دے) کہ جو گواہی اور قسم پر نص ہے۔
لہٰذا احناف کہتے ہیں کہ لعان کا رکن "قسم سے موکد" شہادت ہے۔ پھر شوہر کی طرف سے اگر وہ جھوٹا ہو تو رکن کو اس کے "قول لعنت" سے ملا دیا گیا۔ جو قذف (جھوٹی تہمت) کی سزا کے قائم مقام ہے اور عورت کی طرف گواہیوں کو غضب کے ساتھ ملا دیا گیا۔ جو عورت کے حق میں زنا کی سزا کے قائم مقام ہے۔
پھر جب یہ بات ثابت ہو گئی تو احناف کہتے ہیں کہ میاں بیوی (دونوں) کا اہل شہادت میں سے ہونا ضروری ہے۔ اس لیے کہ لعان کا رکن گواہی ہی ہے پھر یہ بات بھی لازمی ہے کہ عورت ایسی ہو کہ جس پر تہمت لگانے والے پر حد قذف جاری کی جا سکے' اس لیے کہ یہ لعان خاوند کے حق میں حد قف کے قائم مقام ہے' لہٰذا بیوی کا محصنہ ہونا لازمی ہے۔

(اسی طرح) بچے کے نسب کی نفی کرنے سے بھی' لعان ضروری ہو جاتا ہے۔ اس لیے جب خاوند بچے کی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

خود سے نسبت سے انکار کرتا ہے تو گویا وہ کھلے لفظوں میں بیوی پر زنا کی تہمت لگا رہا ہوتا ہے۔ یہاں یہ احتمال نہیں ہو سکتا کہ بچے کی نفی سے مراد یہ بات لی جا سکتی ہے کہ کسی دوسرے مرد نے غلطی سے اس سے مجامعت (وطی بالشبہ) کر لی ہو جیسے کہ اجنبی شخص کسی بچے کے متعلق کہے کہ اپنے معروف باپ کا نہیں ہے اس کی اس بات کو اس لیے قذف شمار کیا جاتا ہے کہ اولاد "فراش صحیح" کی ہوتی ہے۔ اور جو بچہ "فراش فاسد" سے پیدا ہو گا اسے فراش صحیح کی طرف ہی منسوب کیا جاتا ہے۔ للذا فراش صحیح (خاوند) سے کسی کے نسب کی نفی اس وقت تک قذف بھی شمار ہو گی' جب تک یہ ظاہر نہ ہو کہ بچہ فراش فاسد سے پیدا ہوا ہے۔

اور لعان کرنے کے لئے بیوی کی طرف سے مطالبہ شرط ہے' اس لیے کہ لعان کرنا عورت کا حق ہے' للذا دوسرے حق کی طرح اس کی طرف سے اس کا مطالبہ اور دعویٰ ضروری ہے۔

شوہر کا لعان سے انکار :

مسئلہ....(2) فان امتنع

"اور اگر عورت کے مطالبے پر خاوند لعان سے انکار کر دے تو حاکم وقت اسے قید کر دے گا تا آنکہ یا تو وہ لعان کرے یا یہ کہے کہ میں اپنے دعویٰ میں جھوٹا ہوں۔" تاکہ اس پر حد جاری ہو سکے' اس لیے کہ لعان کرنا خاوند پر ضروری ہو جاتا ہے۔ اور مرد کو اس حق کے پورا کرنے پر قدرت بھی حاصل ہے' للذا اسے قید کیا جائے گا۔ تاکہ وہ حق کو ادا کرے یا اپنے آپ کو جھٹلائے تاکہ جس سبب کی بنا پر یہ حق واجب ہوا تھا' وہ رفع ہو جائے۔

"اور اگر خاوند نے لعان کیا تو عورت پر اس کے لعان کا سامنا کرنا واجب ہو گا۔" اس لیے کہ مذکورہ بالا نص قرآنی سے یہی ثابت ہوتا ہے۔ البتہ اس کی ابتداء مرد کی طرف سے ہو گی۔ اس لیے کہ وہی مدعی ہے۔

"اور اگر عورت جواب دینے سے انکار کر دے تو حاکم اسے قید کر دے گا' یہاں تک کہ یا تو وہ لعان کرے یا پھر مرد کے دعویٰ کی تصدیق کرے۔" اس لیے کہ لعان کرنا عورت پر واجب ہے۔ اور وہ اس کی ادائیگی پر بھی قادر تھی۔ للذا عورت کو قید کر لیا جائے گا۔

اگر شوہر غلام یا کافر ہو تو :

مسئلہ.....(3) واذا كان الزوج

"لیکن اگر خاوند غلام یا کافر ہو یا اس پر "حد قذف" جاری ہو چکی ہو اور وہ اپنی بیوی پر الزام لگائے تو اسے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

حد قذف لگائی جائی گی۔" اس لیے کہ خاوند میں ایک ایسا سبب پایا جاتا ہے جو اس کی طرف سے لعان سے مانع ہے۔ لہذا اسے اصل سزا (حد قذف) کا مستحق گردانیں گے۔ جو اللہ تعالیٰ کے ارشاد سے ثابت ہے (والذین یرمون المحصنات ثم لم یاتوا باربعة شهداء فاجلدوهم ثمانین جلدة) (النور) "جو لوگ پاک دامن عورتوں پر تہمت زنا لگاتے ہیں اور وہ اس پر چار گواہ نہ لائیں تو ان کو اسی (80) کوڑے مارو اور ان کی شہادت کبھی قبول نہ کرو۔ لعان در حقیقت اسی سزا کا قائم مقام ہے۔

اگر بیوی باندی یا کافر ہو تو :

مسئلہ.....(4) واذا كان من اهل الشهادة

"اور اگر خاوند شہادت کے اہل لوگوں میں سے ہو مگر اس کی بیوی باندی یا کافر ہو یا اس پر حد قذف جاری ہو چکی ہو یا وہ ایسی عورتوں میں سے ہو' جن پر الزام لگانے والے کو سزا نہ دی جاتی ہو۔ مثلاً نابالغہ' دیوانی یا زانیہ ہو۔" تو اس صورت میں خاوند پر نہ تو حد واجب ہو گی۔" اور نہ ہی لعان ضروری ہو گا اس لیے کہ عورت یا تو شہادت کی اہلیت نہیں رکھتی یا وہ پاک دامن (محصنہ) نہیں ہے۔ اور چونکہ لعان کی ممانعت خود عورت کی جانب سے ہے' لہذا خاوند سے حد قذف ساقط ہو جائے گی۔ جیسے کہ اگر خود عورت خاوند کے دعوی کی تصدیق کر دے تو تب یہی حکم ہے۔ اس بارے میں آنحضور ﷺ کا یہ ارشاد اصول کی حیثیت رکھتا ہے۔ (اربعة لالعان بينهم وبين ازواجهم اليهوديه والنصرانية تحت المسلم...) الخ (چار افراد ایسے ہوں کہ ان کے خاوندوں کے درمیان لعان نہیں ہوتا' یہودیہ اور نصرانیہ جن کے خاوند مسلمان ہوں باندی جو آزاد مرد سے شادی شدہ ہو اور آزاد عورت جس نے غلام سے نکاح کر رکھا ہو۔

اگر میاں بیوی دونوں سزا یافتہ ہوں :

اور اگر میاں بیوی دونوں ہی پہلے حد قذف میں سزا یافتہ ہوں۔ تو اس صورت میں خاوند پر حد لازم ہو گی۔ اس لیے لعان میں رکاوٹ اس کی جانب سے ہے' اس لیے کہ وہ اس کا اہل نہیں۔

لعان کا طریقہ کار :

مسئلہ...(5) وصفة للعان

"اور لعان کا طریقہ یہ ہے کہ قاضی خاوند سے شروع کرے اور وہ چار بار گواہی دے اور بار بار یہ کہے :

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

میں اللہ تعالیٰ کی قسم کھا کر گواہی دیتا ہوں کہ میں نے اپنی بیوی پر جو زنا کی تہمت لگائی ہے اس میں میں سچا ہوں اور پانچویں مرتبہ کہے "اگر میں جھوٹا ہوں تو مجھ پر اللہ تعالیٰ کی لعنت۔" ان تمام موقعوں پر خاوند عورت کی طرف اشارہ کر کے اپنی گواہیاں پیش کرے۔

بعد ازاں بیوی چار بار گواہی دے اور ہر مرتبہ کہے کہ میں اللہ تعالیٰ کی قسم کھا کر گواہی دیتی ہوں کہ میرے خاوند نے مجھ پر جو الزام عائد کیا ہے وہ اس میں جھوٹا ہے۔" اور پانچویں مرتبہ یہ کہے "اگر میرا خاوند اپنے اس الزام میں سچا ہو تو مجھ پر اللہ تعالیٰ کا غضب نازل ہو۔"

اس بارے میں ہماری اوپر بیان کردہ آیت اصل الاصول کی حیثیت رکھتی ہے۔

حسن بن زیاد نے امام ابو حنیفہ سے نقل کیا ہے کہ خاوند لعان میں خطاب (حاضر) کے صیغے میں استعمال کرے، مثلاً جو اس نے مجھ پر زنا کی تہمت لگائی ہے" اس لیے کہ حاضر کے الفاظ احتمال کو ختم کر دیتے ہیں اور متن کتاب میں (القدوری) کا جو قول نقل کیا گیا ہے تو اس کی وجہ یہ ہے کہ اگر غائب کے الفاظ کے ساتھ بھی عورت کی طرف اشارہ بھی پایا جائے تو تمام احتمالات زائل ہو جاتے ہیں۔

لعان سے تفریق کب ہوتی ہے:

مسئلہ.... (6) واذا التعنا.....

(القدوریؒ) فرماتے ہیں کہ "پھر جب وہ دونوں ایک دوسرے پر لعان کر لیں، تو اس سے میاں بیوی میں تفریق نہ ہوگی، جب کہ قاضی دونوں میں جدائی نہ کرا لے۔" امام زفرؒ کہتے ہیں کہ دونوں کے باہم لعان کرنے سے جدائی ہو جائے گی۔ اس لیے کہ حدیث سے (لعان کی صورت میں) بیوی کے دائمی حرمت ثابت ہوتی ہے۔

احناف دلیل یہ ہے کہ (لعان سے) حرمت کا سبب "امساک بالمعروف" کے مقصد کا فوت ہو جاتا ہے۔ لہٰذا خاوند پر لازم ہے کہ وہ اسے بھلائی کے ساتھ رخصت کر دے، لیکن جب خاوند اس سے انکار کر دے تو (تفریق کرانے میں) قاضی اس کا نائب ہو جائے گا تاکہ ناانصافی کا ازالہ کیا جا سکے۔

نیز اس لیے بھی کہ لعان کرنے والے صحابی نے نبی اکرم ﷺ کے روبرو کہا کہ یارسول اللہ ﷺ میں نے اس بارے میں جھوٹ بولا تھا تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ پھر اسے گھر میں روک لو۔ مگر انہوں نے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ میں نے اس کو اپنے گھر میں رکھا تو اس پر تین طلاق۔ انہوں نے یہ الفاظ لعان کرنے کے بعد کہے (ثابت ہوا کہ لعان کے بعد طلاق دینا ضروری ہے۔)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

"اور دونوں کے مابین جدائی طلاق بائن ہو گی' یہ امام ابو حنیفہؒ اور امام محمدؒ کا مسلک ہے۔" اس لیے کہ قاضی کی تفریق شوہر کی طرف سے ہو گی' جیسا کہ خاوند کے عنین (نامرد) ہونے کی صورت میں یہی حکم ہے۔

"اگر لعان کرنے والا مرد' لعان کے بعد اپنی غلطی تسلیم کرے۔" طرفینؒ کے نزدیک "وہ اس عورت سے' دوبارہ نکاح کر سکتا ہے۔" مگر امام ابو یوسفؒ فرماتے ہیں کہ لعان سی لدی حرمت پیدا ہو جاتی ہے۔ اس لیے کہ نبی اکرم ﷺ کا ارشاد ہے کہ "باہم لعان کرنے والے کبھی جمع نہ ہوں۔" اور یہ حدیث دائمی حرمت پر قطعی حکم ہے۔

طرفینؒ کی دلیل یہ ہے کہ خاوند کی طرف سی اپنے جھوٹے ہونے کا اقرار کرنا اپنے قول سے رجوع کرنا ہے۔ اور گواہی سی رجوع کر لینے کے بعد' اس کا کوئی حکم نہیں رہتا۔ اور وہ ایک دوسرے سے باہم لعان کرنے والے رہیں۔ وہ باہم جمع نہیں ہو سکتے' البتہ اگر وہ اپنے قول کی تکذیب کر دے تو باہمی لعان نہیں رہتا اور نہ اس کا حکم ہی باقی رہے گا۔ لہذا دونوں دوبارہ یکجا ہو سکتے ہیں۔

لعان کے اولاد پر اثرات :

مسئلہ.....(7) ولو كان القذف

"اور اگر لعان خاوند کی طرف سے اپنی بیوی سے اپنی اولاد کو اپنی اولاد تسلیم نہ کرنے کی بنا پر ہو' تو لعان کے بعد قاضی بچے کا نسبت اس مرد سے نفی کر کے اسے اس کی ماں کے ساتھ ملادے گا۔"

اس صورت میں لعان کا طریقہ یہ ہو گا کہ قاضی شوہر سے کہے گا کہ وہ کہے' "میں اللہ تعالیٰ کی قسم کھا کر گواہی دیتا ہوں کہ میں نے اولاد کی نفی کا جو الزام تجھ پر لگایا ہے' میں اس میں سچا ہوں۔" اور عورت بھی جواب میں اس طرح کہے گی :

"اور اگر خاوند نے اپنی بیوی پر زنا کا الزام بھی لگایا اور بچے کی نسبت سے بھی انکار کیا' تو مرد لعان میں دونوں باتوں کا ذکر کرے گا۔ اور قاضی مرد سے بچے کی نفی کر کے بچے کو اس کی ماں کے ساتھ ملحق کر دے گا۔" اس لیے کہ نبی اکرم ﷺ نے حضرت ھلال بن امیہ کی بیوی کے بچے کی نفی کر کے بچے کو اس کی ماں کے ساتھ ملا دیا تھا۔ کہ یہاں لعان کا مقصد یہ تھا کہ بچے کے نسب کو مرد کی طرف منسوب نہ ہونے دیا جائے۔ چنانچہ شوہر کا مقصد پورا کیا جائے گا۔ اور اس سے نسب کی نفی کے لیے قاضی کا اتنا کہنا ہی کافی ہے کہ دونوں میں لعان کی وجہ سی تفریق کی جاتی ہے۔"

امام ابو یوسفؒ فرماتے ہیں کہ قاضی دونوں میں تفریق کرائے گا اور ساتھ ہی یہ بھی کہے گا کہ "میں بچوں کو ماں کے ساتھ ملاتا ہوں اور باپ کے نسب سے اس کی نفی کرتا ہوں۔ اس لیے کہ نفی والد اور تفریق دو الگ الگ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

چیزیں ہیں۔لہذا ہرایک کا ذکر علیحدہ علیحدہ کرنا چاہیے۔

"لیکن اگر (بعد میں) خاوند اپنے دعویٰ سے رجوع کر لے اور اپنے جھوٹا ہونے کا اقرار کر لے تو قاضی پر حد قذف جاری کرے گا۔" اس لیے کہ خاوند نے یہ اقرار کر کے خود اپنے اوپر حد قذف کو قائم کیا ہے۔ "اور اس کے لیے اب اس عورت سے دوبارہ نکاح جائز ہے۔" یہ حکم طرفینؒ کے نزدیک ہے۔اس لیے کہ جب مرد کو حد قذف لگائی گئی تو وہ لعان والا نہ رہا۔لہٰذا اس سے متعلق جو حکم اس کی بنیاد تھا وہ زائل ہو گیا۔اور مرد اس سے دوبارہ نکاح کر سکتا ہے۔

اس طرح اگر کسی شخص نے کسی اجنبی عورت پر الزام لگایا اور اس پر حد قذف جاری کر دی گئی پھر بعد میں، جیسا کہ ہم بیان کر چکے ہیں، وہ اس سے نکاح کر سکتا ہے۔"

"اس طرح اگر کسی عورت نے زنا کیا اور اسے زنا کی سزا دی گئی تو اس کے ساتھ بھی نکاح جائز ہے۔" اس لیے کہ عورت کی طرف سے لعان کی اہلیت مفقود ہے۔

نابالغہ اور دیوانی بیوی کے ساتھ لعان کی صورت :

مسئلہ....(8) واذاقذف

"اور اگر خاوند نے اپنی نابالغہ یا دیوانی بیوی پر تہمت لگائی تو ان کے درمیان لعان نہ ہوگا۔" اس لیے کہ اگر نابالغہ یا مجنونہ پر کوئی اجنبی شخص بھی تہمت لگائے تو حد قذف واجب نہیں ہوتی۔اس طرح شوہر بھی لعان نہیں کر سکتا۔اس لیے کہ لعان حد قذف کا قائم مقام ہوتا ہے۔

"یہی حکم اس وقت ہے اگر خاوند نابالغ یا دیوانہ ہو۔" کیونکہ شوہر میں اہلیت شہادت مفقود ہے۔

"اور گونگے (شوہر) کی طرف سے اپنی بیوی پر تہمت لگانے سے بھی دونوں کے درمیان لعان نہ ہوگا۔" اس لیے کہ لعان کا اثبات (اشارے سے نہیں بلکہ) صریح الفاظ سے ہوتا ہے، جیسا کہ حد قذف میں صراحت کی ضرورت ہے۔اس مسئلے میں امام شافعیؒ کو ہم سے اختلاف ہے اور ہماری دلیل یہ ہے کہ گونگے کے اشارات شبہ سے خالی نہیں اور شبہ سے حدود ساقط ہو جایا کرتی ہیں۔

"اور اگر خاوند نے (اپنی بیوی سے) کہا کہ "تیرا یہ حمل مجھ سے نہیں ہے) تو اس سے دونوں میں لعان ثابت نہیں ہوگا۔" یہ امام ابو حنیفہؒ اور امام زفرؒ کا مسلک ہے۔اس لیے کہ حمل کے ہونے کا ابھی پختہ یقین نہیں لہذا مرد الزام لگانے والا شمار نہ ہوگا۔

مگر صاحبینؒ فرماتے ہیں کہ حمل کی نفی کرنے سے بھی لعان ضروری ہوگا۔بشرطیکہ الزام لگانے کے بعد

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

چھ ماہ سے کم عرصے میں بچہ پیدا ہو جائے۔ المبسوط میں جو قول مذکور ہے اس کا مطلب بھی یہی ہے کہ اس صورت میں ہمیں حمل کے ہونے کا یقین ہو جائے گا۔"

امام ابو حنیفہؒ اور امام زفرؒ کی دلیل یہ ہے کہ تہمت لگانا اگر اس وقت قذف نہ ہو تو وہ "معلق بالشرط" کی طرح ہوگا۔ گویا کہ مرد نے یوں کہا ہے "کہ اگر تجھے حمل تو وہ مجھ سے نہیں ہے۔" اور قذف کو شرط سے معلق کرنا درست نہیں (لہٰذا مذکورہ صورت میں لعان درست نہ ہوگا۔

بیوی پر زنا کی تہمت لگانا:

مسئلہ.....(9) وان قال لھا

اور اگر خاوند نے اپنی بیوی سے کہا کہ "تو نے زنا کیا ہے" اور یہ حمل اس سے ہے تو دونوں لعان کریں گے۔"

اس لیے کہ اب قذف (تہمت زنا) موجود ہے۔ اس لیے کہ مرد نے صراحۃ زنا کا ذکر کیا ہے اور قاضی اس حمل کے نسب کی مرد سے نفی نہ کرے گا۔

امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ اسے اس کے حمل کی نفی کر لینا چاہیے' اس لیے کہ نبی اکرم ﷺ نے ھلالؓ کے بچے کی ان سے نفی کر دی تھی۔ حضرت ھلالؓ نے اپنی بیوی پر حاملہ ہونے کی حالت میں الزام لگایا تھا۔

احناف کی دلیل یہ ہے کہ حمل پر احکام اس کی پیدائش کے بعد ہی مرتب ہوتے ہیں۔ اس لیے کہ پیدائش سے پہلے تو احتمال باقی رہتا ہے۔ کہ شائد حمل ہو یا نہ ہو) اور مذکورہ حدیث اس بات پر معمول ہے کہ حضور ﷺ کو حمل کے موجود ہونے کا بذریعہ وحی علم ہو گیا تھا۔

"اور اگر مرد نے بچہ پیدا ہوتے ہی اس سے اپنے نسب کی نفی کر دی یا اسی وقت نسب کا انکار کر دیا۔ جس وقت مبارک باد قبول کی جاتی ہے یا ولادت کا سامان خریدا جاتا ہے۔ تو اس کا نسب کی نفی کرنا صحیح ہوگا اور وہ اس سے لعان کرنے والا ہوگا۔

اور امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک اس سے نسب ثابت ہوگا۔ صاحبین کہتے ہیں کہ زچگی (غاص) کے دوران میں بچے کی نفی کرنا درست ہے۔" اس لیے کہ کم مدت میں نفی کرنا صحیح ہے اور طویل مدت میں صحیح نہیں ہوتی۔ لہٰذا ہم نے کم اور زیادہ مدت کے درمیان 'مدت نفاس کو حد فاصل قرار دیا ہے۔ اس لیے کہ نفاس ولادت کے اثرات میں سے ہے۔

امام ابو حنیفہؒ فرماتے ہیں کہ وقت کی تعین کا کوئی فائدہ نہیں' اس لیے کہ مدت تو غور و فکر اور سوچ وبچار

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

کے لیے ہوتی ہے۔ اور سوچ وچار کے لحاظ سے لوگوں میں بہت فرق ہوتا ہے۔ لہذا ہم نے ایسی ایسی بات کا اعتبار کیا ہے جو بچے سے انکار نہ کرنے پر دلالت کرتی ہے۔ مثلاً اس کا مبارک باد قبول کرنا' یا مبارک دیئے جانے کے وقت خاموش رہنا۔ یا پیدائش کے وقت کا سامان خریدنا یا وہ وقت گزر جائے اور وہ نفی نہ کرے۔"

اور اگر خاوند گھر پر موجود نہ ہو اور اسے ولادت کا علم نہ ہو بعد میں وہ کسی وقت سفر سے واپس آیا تو امام ابو حنیفہؒ کے دستور اور صاحبینؒ کے اصولوں کے مطابق مزکورہ مدت کا اعتبار ہوگا۔

(القدورہؒ) نے کہا ہے "اگر عورت نے ایک ہی مرتبہ دو بچے جنے اور خاوند نے ایک بچے کے نسب کی نفی کردی اور دوسرے کا اقرار کر لیا تو دونوں بچوں کا نسب درست ہوگا۔ اس لیے کہ یہ دونوں جڑواں بچے ہیں جس کی پیدائش ایک ہی نطفے سے ہوئی ہے۔ "اور خاوند پر حد قذف جاری ہوگی۔" اس لیے کہ اس نے دوسرے بچے کے متعلق صحت نسب کا دعویٰ کر کے اپنے سابق قول کی تکذیب کر دی ہے۔

اور اگر شوہر نے پہلے بچے کے نسب کا تو اعتراف کر لیا' اور دوسری بچے کی نفی کر دی تو بھی دونوں کا نسب درست ہوگا۔ جیسا کہ ابھی ہم نے بیان کیا ہے اور شوہر کو لعان کرنا ہوگا اس لیے کہ اس سے دوسری بچے کو نفی کر کے اس پر تہمت لگائی ہے۔ اور اپنے قول سے اس نے رجوع بھی نہیں کیا۔ اور بیوی کے پاک دامن ہونے کا اقرار اس نے تہمت لگانے سے پہلے خود کیا ہے' گویا اس نے پہلے کہا کہ "میری بیوی ایک پاک دامن عورت ہے پھر کہا وہ تو زانیہ ہے۔ اور ایسی صورت میں لعان ضروری ہوتا ہے۔ تو اس طرح یہاں بھی لعان ضروری ہوگا۔

خود آزمائی نمبر 1

لعان کا باب بغور پڑھیئے اور پھر درج ذیل سوالوں کے جواب دیجئے۔

-1 لعان سے کیا مراد ہے؟ اس کے مفہوم اور اس کی حدود و شرائط اور اسکے مآخذ پر مدلل بحث کیجئے۔

-2 لعان کا طریقہ کار کیا ہے؟ لعان میں دونوں (میاں بیوی) کے الفاظ کی وضاحت کیجئے۔

-3 کیا لعان' مکمل ہوتے ہی دونوں میں از خود طلاق ہو جائے گی؟ یا قاضی دونوں میں تفریق کرائے گا؟ اور کیا یہ تفریق طلاق بائنہ ہوگی یا طلاق رجعیہ؟

-4 کن کن صورتوں میں لعان ضروری نہیں ہوتا۔

-5 اگر دو بچے پیدا ہوں اور خاوند دو میں سے ایک کا اعتراف کرے اور دوسرے کا انکار کر دے تو کیا حکم ہوگا۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

2- خاوند کے نامرد ہونے کے احکام

عنین کی صورت:

مسئلہ.....(1) واذا کان الزوج

اور اگر کسی عورت کا شوہر نامرد ہو تو قاضی اسے ایک سال کی مہلت دے گا اگر تو اس نے ایک سال کے اندر بیوی سے مباشرت کر لی تو بہتر' ورنہ قاضی ان دونوں کے درمیان تفریق کرا دے گا۔ بشرطیکہ عورت نے تفریق کا مطالبہ کیا ہو۔"

یہی قول حضرت عمرؓ' حضرت علیؓ اور حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے منقول ہے۔

نیز اس لیے بھی کہ خاوند پر عورت کے لیے مباشرت کا حق ثابت ہے۔ اور یہاں اس بات کا بھی احتمال موجود ہے کہ اس حق سے شوہر کا انکار کسی عارضی سبب کی بناء پر ہو' یا کسی حقیقی آفت کی وجہ سے ہو۔ لہذا ایسے زمانے کا تعین ضروری ہے جس میں اصل سبب جانا جا سکے اور احناف نے ایسے زمانے کا تعین ایک سال سے کیا ہے اس لیے کہ سال میں چار موسم آتے ہیں پھر جب مقررہ مدت گزر جائے اور خاوند اپنی بیوی سے مباشرت نہ کر سکے تو اس سے معلوم ہو گا کہ اس کی یہ معذوری حقیقی آفت کی بنا پر ہے لہذا اس سے "امساک بالمعروف" کا مقصد فوت ہو جائے گا اور اس پر احسان مندی کے طریقے سے اسے چھوڑ دینا ضروری ہو گا' لیکن اگر خاوند اس سے انکار کر دے تو قاضی اس کا قائم مقام ہونے کی بنا پر دونوں میں تفریق کرا دے گا۔ مگر اس بارے میں عورت کی طرف سے دعویٰ کرنا ضروری ہے۔ کیونکہ تفریق عورت کا حق ہے۔

عنین کی صورت میں طلاق کی نوعیت:

"اور یہ قاضی کی طرف سے کی گئی جدائی بائن طلاق ہو گی۔" اس لیے کہ قاضی کا فعل شوہر کے فعل کی طرف سے منسوب ہو گا۔ گویا جہاں خاوند نے اسے خود طلاق دی ہے۔ امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ یہ تفریق نکاح کا فسخ ہے' مگر احناف کے نزدیک نکاح قابل فسخ نہیں ہے۔ اور یہ تفریق طلاق بائن اس لیے شمار ہوتی ہے کیونکہ تفریق سے اصل مقصد یہ ہے کہ عورت سے ظلم و زیادتی کو دور کیا جائے اور یہ مقصد طلاق بائن ہی سے پورا ہو سکتا ہے۔ اس لیے کہ عورت اگر بائنہ نہ ہو تو شوہر کے رجوع کر لینے سے وہ پھر معلق رہے گی۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

عنین سے تفریق کی صورت میں عورت کے مہر کے احکام :

مسئلہ....(2)

<u>اور اگر نامرد شوہر اپنی بیوی سے خلوت کر چکا ہو تو عورت کو پورا مہر ملے گا"</u>

اس لئے کہ نامرد کی خلوت "خلوت صحیحہ" شمار ہوتی ہے اور عورت پر (تفریق کے بعد) عدت واجب ہوگی جیسا کہ احکام المہر میں بیان کیا گیا ہے۔

یہ حکم اس وقت ہے جب خاوند اقرار کرے کہ اس نے اس سے واقعی مباشرت نہیں کی "اور اگر مباشرت کے متعلق میاں بیوی میں اختلاف ہو جائے تو اگر عورت شوہر دیدہ ہو جائے تو خاوند کی بات قسم کے ساتھ قبول کی جائے گی" اس لئے کہ وہ جدائی کے حق کا مستحق ہونے سے انکار کر رہا ہے اور عموماً اس میں اصل یہ ہے کہ مرد کا عضو سالم ہوگا۔

اور اگر خاوند نے قسم کھالی (کہ اس نے بیوی سے مباشرت کی ہے) تو عورت کا حق جدائی باطل ہو جائے گا، لیکن اگر اس نے قسم کھانے سے انکار کر دیا تو اسے ایک سال کی مہلت دی جائے گی۔

عنین سے پہلے مرد کی مہلت :

i) "اور اگر عورت کنواری ہو تو عورتیں اس معائنہ کریں گی اور اگر وہ اس کے کنواری ہونے کی تصدیق کر دیں تو مرد کو ایک سال کی مہلت دی جائے گی تاکہ اس کا جھوٹ ظاہر ہو جائے" اور اگر معائنہ کرنے والی عورتیں کہیں کہ وہ تو "شوہر دیدہ" ہے تو اس کے خاوند سے قسم لی جائے گی اگر وہ قسم کھالے (کہ اس نے بیوی سے مباشرت کی ہے) تو عورت کا دعویٰ باطل ہوگا، اور اگر اس نے قسم کھانے سے انکار کر دیا تو اسے ایک سال کی مہلت دی جائے گی۔

ii) اور اگر خاوند "مقطوع الذکر" ہو تو اس وقت دونوں میں تفریق کرادی جائے گی، بشرطیکہ عورت اس کا مطالبہ کرے "اس لئے کہ اس صورت میں مہلت دینے کا کوئی فائدہ۔

مسئلہ.......(۳)

iii) اور خصی خاوند کو بھی نامرد کی طرح مہلت دی جائے گی" اس لئے کہ اس کی طرف سے بھی مجامعت کی امید ہوتی ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

"پھر اگر خصی مرد کو ایک سال کی مہلت دی گئی اور اس نے (عدالت میں آکر) کہہ دیا کہ اس نے اپنی بیوی سے مجامعت کر لی ہے مگر بیوی اس سے انکاری ہو تو عورتیں اس کا ملاحظہ کریں گی اگر وہ کہہ دیں کہ وہ کنواری ہے تو عورت کو اختیار حاصل ہوگا" اگر وہ چاہے گی تو قاضی دونوں میں تفریق کرا دے گا اس لئے کہ عورتوں کی شہادت کی بنا پر اس کے دعوی بکارت کی تائید ہو گئی ہے۔

"اور اگر معائنہ کرنے والی عورتیں یہ کہیں کہ وہ تو "شوہر دیدہ" ہے تو خاوند سے قسم لی جائے گی اور اگر وہ قسم دینے سے انکار کر دے تو عورت کو (جدائی کا) اختیار ہوگا" اس لئے کہ شوہر کی طرف سے قسم سے انکار نے عورت کے دعوے کی تصدیق کر دی ہے۔

"اور اگر خاوند قسم کھا لے، تو عورت کو جدائی لینے کا اختیار نہیں ہوگا اگرچہ وہ پہلے ہی سے شوہر دیدہ ہو تو مرد کا قسم کے ساتھ قول قبول کیا جائے گا" جیسا کہ اوپر بیان کیا گیا ہے۔

اور اگر عورت نے (عدالت میں ایک دفعہ) خاوند کے پاس رہنے کو اختیار کر لیا تو اس کے بعد اسے دوبارہ الگ ہونے کا اختیار حاصل نہ ہوگا" اس لئے کہ وہ اپنے حق کو باطل کرنے پر خود ہی راضی ہوئی ہے۔

مہلت میں وقت کا اعتبار :

مسئلہ.........(4)فی التاجیل....

اور صحیح قول کے مطابق مہلت میں قمری سال کا اعتبار ہوگا۔ عورت کے ایام حیض اور رمضان المبارک کا مہینہ بھی سال ہی میں شمار کیا جائے گا اس لئے کہ یہ دونوں سال ہی میں پائے جاتے ہیں البتہ عورت یا مرد کی بیماری کے دن سال کی مہلت میں شمار نہ ہونگے، اس لئے کہ سال بعض اوقات مرض سے خالی بھی ہوتا ہے۔

بیوی میں زنانہ عیب کا مسئلہ :

مسئلہ.......(5) وازا کان بالزوجة عیب........

"اور اگر بیوی میں کوئی (زنانہ) عیب ہو تو خاوند کو فسخ نکاح کا حق نہ ہوگا"

امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ پانچ عیوب کی بنا پر نکاح فسخ کیا جا سکتا ہے وہ جذام (کوڑھ پن)، برص، دیوانگی، رتق اور قرن ہیں۔ اس لئے کہ مذکورہ امور جسمانی اور طبعی طور پر عورت سے متمتع میں رکاوٹ ہیں اور طبیعت میں تکدار کا باعث ہیں جس کی تائید شریعہ اسلامیہ سے بھی ہوتی ہے اس لئے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

(فر من المجزوم فرارك منه الاسد) تو کوڑھی سے اس طرح بھاگ، جس طرح شیر سے بھاگتا ہے)۔

احناف کی دلیل یہ ہے کہ بیوی کے مرنے کی وجہ سے بھی، جب متمتع کا حصول ناممکن ہو جاتا ہے نکاح فسخ نہیں ہوتا تو ان عیوب کی وجہ سے بدرجہ اولیٰ نکاح فسخ نہ ہوگا اس لئے کہ ان عیوب کے ہوتے ہوئے بھی عورت سے کسی نہ کسی حد تک تمتع کیا جاسکتا ہے اور تمتع کرنا نکاح کے فوائد میں سے ہے اور اصل حق اس کا عورت سے تمتع پر قدرت کا ہونا ہے اور یہ بات یہاں موجود ہے۔

اگر مرد نامرد ہونے کی بجائے کسی اور مرض میں مبتلا ہو تو جدائی کی صورت :

مسئلہ.......(6) واذا كان ......

اور اگر خاوند جنون یا برص یا جذام میں مبتلا ہو تو امام ابو حنیفہؒ اور امام یوسفؒ کے نزدیک عورت کو (اس سے طلاق لینے کا) اختیار حاصل نہ ہوگا :

امام محمدؒ فرماتے ہیں کہ اس صورت میں اسے اختیار ہوگا کہ وہ خود سے نقصان کو دور کر سکے جس طرح مقطوع الذکر اور خاوند کے نامرد ہونے کی صورت میں اسے مذکورہ حق حاصل ہوتا ہے بخلاف شوہر کے کیونکہ وہ اپنے آپ سے بذریعہ طلاق خود سے ضرر دور کرنے پر (ہر وقت) قادر۔

شیخینؒ کی دلیل یہ ہے کہ بیوی کو فسخ کا اختیار نہ دینا بھی اصل ہے اس لئے کہ اختیار لینے سے شوہر کا حق باطل ہو جاتا ہے اور مقطوع الذکر یا نامرد خاوند کی صورت میں بیوی کو اس لئے اختیار دیا جاتا ہے کہ یہ دونوں امور مقصد نکاح (مباشرت) میں خلل انداز ہیں، جبکہ مذکورہ عیوب مباشرت پر قادر ہونے میں خلل انداز نہیں ہیں، لہٰذا دونوں میں فرق ظاہر ہوگا، واللہ اعلم بالصواب۔

خود آزمائی نمبر 2

1- مرد کے عنین و نامرد ہونے کی صورت میں احکام شریعت کی "مع دلائل" وضاحت کیجئے؟

2- اگر دونوں میں اختلاف ہو جائے تو کس کی رائے قبول کی جائے گی اور کیوں؟

3- اگر خاوند دیوانہ ہو جائے یا برص یا جذام سے مریض ہو جائے تو اس بارے میں فقہی اختلاف پر بحث کیجئے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

3- عورت کی عدت کے احکام

عورت کی عدت کی مدت :

مسئلہ (1) واذا طلق الرجل

اور اگر خاوند اپنی بیوی کو طلاق بائن یا طلاب رجعی دی یا ان میں بغیر طلاق کے جدائی واقع ہو گئی اور عورت آزاد ہو گئی اور وہ ان عورتوں میں شامل ہو جن کو حیض آتا ہے تو اس کی عدت تین حیض ہو گی اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے (والمطلقت یتربصن بانفسھن ثلاثه قروء) (البقرۃ) اور طلاق یافتہ عورتیں تین حیض تک انتظار کریں)

اور اگر جدائی طلاق کے بغیر واقع ہو تو وہ بھی طلاق ہی کے حکم میں ہو گی اس لئے کہ عدت کے لازمی قرار دینے کا مقصد نکاح پروار ہونے والی جدائی کی بنا پر سے براءت رحم کا معلوم کرنا ہے۔

اور بغیر طلاق جدائی میں بھی یہی (برأت رحم والا) مفہوم پایا جاتا ہے اور احناف کے نزدیک "قروء" (قرآنی لفظ) سے مراد حیض ہیں اور امام شافعیؒ کے نزدیک اس سے مراد طہر ہیں اور لفظ قروء دونوں معنوں میں بطور حقیقت استعمال ہوتا ہے اس لئے کہ ہے (قروء) الفاظ اضداد میں سے ہے ابن سکیت (لغوی) کا یہی قول ہے اور یہ لفظ دونوں معنوں میں مشترک ہونے کی بنا پر دونوں معانی کو بیک وقت شامل نہ ہو گا اور اس (قروء) سے حیض مراد لینا زیادہ مناسب اور راجح ہے اولا جمع کے لفظ پر عمل کی بنا پر اس لئے کہ اگر اسے طہر کے معنوں میں استعمال کیا جائے تو (مکمل طور پر) جمع پر عمل نہیں ہو گا اس لئے کہ اس طہر کا کچھ حصہ پہلے گزر چکا ہوتا ہے جس میں طلاق واقع نہیں ہوتی ہے (لہذا کامل تین طہر نہیں بن سکتے)

نیز اس لئے بھی کہ عدت کا مقصد براءت رحم کو معلوم کرنا ہے جو کہ حیض کے آنے ہی سے معلوم ہوتا ہے لہذا قروء بمعنی حیض لینا زیادہ مناسب ہو گا۔

علاوہ ازیں اس لئے بھی کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: عدۃ الامۃ حیضتان (باندی کی عدت دو حیض ہے) اور یہ حدیث لفظ قروء کا بیان (تفسیر) قرار پائے گی۔

اور اگر مطلقہ عورت کم عمری یا اپنے بڑھاپے کی بنا پر حیض والی عورتوں میں سے نہ ہو تو اس کی عدت "تین ماہ" ہو گی "اس لئے کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے (واللائی یئس من المحیض من نساء کم (الایه) (اور

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

وہ عورتیں جو حیض کے آنے سے ناامید ہو چکی ہیں تمہاری بیویوں میں سے اگر تمہیں شبہ ہو تو ان کی عدت تین ماہ ہے اور ان کو بھی جنہیں ابھی حیض نہ آتا ہو)

"اسی طرح ایسی عورت کی عدت بھی تین ماہ ہے جو عمر کے لحاظ سے تو حد بلوغ کو پہنچ جائے مگر اسے ابھی تک حیض نہ آئے" جیسا کہ مذکورہ آیت کے آخر میں ہے،

"اور اگر وہ حاملہ ہو تو اس کی عدت وضع حمل ہے"

جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے (واولات الاحمال اجلهن ان يضعن حملهن) اور حاملہ عورتوں کی عدت اس وقت ختم ہوگی جب ان کا وضع حمل ہو جائے)

شوہر کی وفات کی صورت میں عدت :

مسئلہ ....(3) وعدہ الحرة

اور اگر آزاد عورت کا خاوند فوت ہو جائے تو اس کی عدت چار ماہ دس دن ہوگی جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے (والذين يتوفون منكم ويذرون ازواجا يتربصن بانفسهن اربعه اشهر و عشرا) تم میں جو شخص بیویاں چھوڑ کر فوت ہو جائے اس کی بیویوں کی عدت چار ماہ دس دن ہے۔

"اور اگر باندی کا خاوند فوت ہو جائے تو اس کی عدت دو ماہ پانچ دن ہوگی" اس لئے کہ غلامی نصف کرنے والی ہے اور اگر کسی عورت کا شوہر اس کے حاملہ ہونے کے دنوں میں فوت ہوا تو اس کی عدت وضع حمل ہوگی۔ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد "واولات الاحمال اجلهن ان يضعن حملهن" (حمل والی عورتوں کی عدت وضع حمل ہے) مطلق ہے (جس میں مطلقہ یا بیوہ کی کوئی قید نہیں) اور حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے فرمایا ہے کہ جو شخص چاہئے میں اس سے مباہلہ کر سکتا ہوں کہ سورۃ الطلاق کی آیت سورۃ البقرہ کی آیت کے بعد نازل ہوئی اور حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ اگر عورت نے ایسی حالت میں بچہ جنا کہ اس کا مردہ شوہر ابھی چارپائی (یا تختے) پر پڑا ہو تو بھی یقیناً اس کی عدت پایہ اختتام تک پہنچ گئی۔ اور اس کیلئے جائز ہے کہ وہ کسی دوسرے شوہر سے نکاح کر لے۔

اگر عورت مرد کی وارث بنی ہو تو عدت کی صورت :

مسئلہ ....(4)

اور اگر خاوند نے مرض الموت میں اپنی بیوی کو طلاق دی لیکن وہ اپنے خاوند کی وارث بنی تو اس کی عدت

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

دونوں مدتوں میں سے طویل ترین ہوگی" یہ حکم امام ابو حنیفہؒ اور امام محمدؒ کے نزدیک ہے (کہ وہ دونوں میں سے طویل ترین مدت کی تکمیل کرے)

امام یوسفؒ فرماتے ہیں کہ کہ اس کی عدت تین حیض مقرر ہے اور اختلاف اس صورت میں ہے جبکہ کہ اسے طلاق بائنہ دی گئی ہو یا طلاقیں دی ہوں۔ لیکن اگر اسے اس نے رجعی طلاق دی ہو تو بالاتفاق وہ عدت وفات پوری کرے گی۔

امام یوسفؒ کی دلیل یہ ہے کہ طلاق کی بناء پر اس کا نکاح موت سے پہلے ہی منقطع ہو چکا تھا، لہذا اس کیلئے تین حیض والی عدت ہی لازم ہے۔ عدت وفات تو اس صورت میں ضروری ہوتی ہے جب نکاح کا انقطاع موت کی بنا پر ہوا ہو تا البتہ حمل میراث کیلئے اس کے نکاح کو (حکما) باقی رکھا گیا لیکن اس سے اس کی عدت میں تبدیلی نہ ہوگی۔ خلاف طلاق رجعی کے اس لئے کہ طلاق رجعی کی صورت میں نکاح ہر لحاظ سے باقی رہتا ہے۔

طرفینؒ کی دلیل یہ ہے کہ اس کا نکاح وارث کے حق میں باقی سمجھا جائے گا تو اسے عورت کے حق میں بھی باقی تصور کیا جاتا ہے تاکہ دونوں کو جمع کیا جا سکے۔

مرتد خاوند کی بیوی کی عدت :

اگر کسی عورت کا خاوند مرتد ہونے کی بنا پر قتل کر دیا جائے اور وہ اس کی وارث بنے تو اس کی عدت میں بھی اختلاف ہے بعض مشائخ کہتے ہیں کہ ایسی عورت کی عدت بالاتفاق تین حیض ہوگی اس لئے کہ اس صورت میں نکاح موت کے وقت تک میراث کیلئے باقی نہیں سمجھا جاتا اس لئے کہ مسلمان عورت کسی کافر کی وارث نہیں ہو سکتی۔

نکاح فاسد کی عدت :

مسئلہ.........(6) والمنکوحۃ

اور جس عورت سے نکاح فاسد کیا گیا (اور اس سے مباشرت کر لی جائے) یا کسی عورت سے "شبہ" میں مباشرت کر لی گئی (تو ان دونوں کی (طلاق اور خاوند کی وفات کی صورت میں عدت حیض سے شمار ہوگی "اس لئے کہ عدت کا اصل مقصد یہ جاننا ہے کہ عورت کا رحم حمل سے خالی ہے اور وہ کسی کے حق نکاح کے طور پر واجب نہیں ہوئی اور ایسی شناخت کا ذریعہ صرف حیض ہے۔ لہٰذا عدت بذریعہ حیض ہی ہوگی۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

نابالغ شوہر کی بیوی کی عدت :

مسئلہ .... (8) واذا مات الصغیر

اور اگر نابالغ لڑکا اپنی بیوی چھوڑ کر مر جائے جو حاملہ ہو تو طرفینؒ کے نزدیک اس کی عدت وضع حمل سے شمار ہو گی "امام ابو یوسفؒ فرماتے ہیں کہ اس کی عدت چار ماہ دس دن ہو گی امام شافعیؒ (اور امام احمد بن حنبلؒ) کا بھی یہی قول ہے اس لئے کہ اس حمل کا نسب نابالغ لڑکے سے ثابت نہیں ہے لہذا یہ گویا ایسے ہی ہے جیسے نابالغ مرنے کے بعد اسے حمل ہوا ہو۔

طرفینؒ کی دلیل یہ ہے کہ ارشاد باری تعالیٰ (واولات الاحمال اجلھن ان یضعن حملھن) (الطلاق) مطلق ہے نیز اس لئے بھی کہ حاملہ عورت کی عدت وضع حمل سے مقرر ہے خواہ اس کا عرصہ کم ہو یا زیادہ اس کا مقصد یہ نہیں کہ رحم کا حمل سے خالی ہونا معلوم کیا جائے اس لئے کہ یہ عورت کے لحاظ سے مقرر ہے باوجود اس کے کہ اسے حیض آیا ہو بلکہ یہ عدت تو حق نکاح کی ادائیگی کیلئے ہے اور حق نکاح کی ادائیگی تو نابالغ لڑکے کی صورت میں بھی موجود ہے خواہ حمل اس کے نطفے سے نہ ہوا ہو البتہ اس حمل کی صورت اس سے مختلف ہے جو اس کی وفات کے بعد ہوا ہو اس لئے کہ اس اس سے پہلے مہینوں کے ساتھ عدت واجب ہو چکی ہے لہذا بعد میں حمل سے یہ تبدیلی نہ ہو گی جبکہ زیر بحث مسئلے میں عدت ابتدا ہی سے وضع حمل کے ساتھ واجب ہوئی ہے لہذا دونوں صورتیں مختلف ہیں پھر اس کی اس وضاحت کے بعد بالغ کی بیوی والا اعتراض بھی وارد نہ ہو گا یعنی یہ کہ جب بالغ خاوند فوت ہو جائے اور حمل بعد میں ظاہر ہو تو وہاں حکم اور ہے اس لیے کہ حمل کا نسب اس بالغ سے ثابت ہے۔ تو گویا وہ حمل موت کے وقت ہی موجود تھا۔

(اور ان دونوں صورتوں میں (یعنی خواہ صغیر کی موت کے وقت حمل ہو یا بعد میں ظاہر ہو) بچے کا اس سے نسب ثابت نہ ہو گا) اس لئے کہ نابالغ میں تو ابھی نطفے کا وجود ہی نہیں ہے لہذا حمل اس کی طرف سے متصور نہ ہو گا جبکہ نکاح کو وہاں مباشرت کے قائم مقام وہاں سمجھا جاتا ہے جہاں معاشرت کا امکان موجود ہو۔

مدت حیض کا عدت میں شمار :

مسئلہ .... (10) واذا طلق الرجل

اور اگر کسی شخص نے اپنی بیوی کو حالت حیض میں طلاق دی تو اس حیض کو جس میں طلاق ہوئی ہے عدت میں شمار نہ کیا جائے گا اس لئے کہ عدت تین مکمل حیض سے پوری ہوتی ہے لہذا اس میں کمی نہ کی جائے گی۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

عدت کے دوران مباشرت کے بعد عدت :

مسئلہ.........(10)واذا وطعت العرة

اگر عدت گزارنے والی عورت کے ساتھ شبہ میں مباشرت کر لی جائے تو اس پر دوسری عدت ضروری ہوگی اور دونوں عدتیں ایک ساتھ شمار ہوں گی اور جو حیض اس کے بعد عورت کو آئے گا وہ دونوں عدتوں میں سے شمار کیا جائے گا پھر جب پہلی عدت مکمل ہو جائے اور دوسری عدت ابھی مکمل نہ ہو تو اس پر دوسری عدت کی تکمیل بھی ضروری ہوگی یہ حکم ہمارے نزدیک ہے۔

امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ اس پر ہوں گی تو دو عدتیں مگر دونوں عدتیں ایک دوسرے میں داخل نہ ہوں گی۔اس لئے کہ اس سے اصل مقصد عدت یا احکام خداوندی کی تکمیل ہے اس لئے کہ عورت اپنے آپ کو نکاح ثانی اور باہر نکلنے سے روکتے ہیں عبادت اور اطاعت الٰہی کرتی ہے،لہٰذا دو عبادتیں ایک ساتھ ادا نہیں ہوتیں جیسے ایک ہی دن میں دو روزے رکھنے کا یہی حکم ہے(کہ جائز نہیں)

ہماری دلیل ہے کہ عدت سے اصل مقصد یہ جاننا ہے کہ رحم حمل سے خالی ہے یا نہیں ایک عدت سے حاصل ہو جاتا ہے لہٰذا دوسری عدت کو بھی اس کے ساتھ ہی شمار کر لیا جائے گا اور یہاں عبادت کا پہلو اس (مقصد) کے تابع ہے کیا آپ یہ نہیں جانتے کہ عورت کے علم اور اپنے آپ کو گھر سے نکلنے سے روکے بغیر بھی عدت گزر جاتی ہے۔

وفات کی عدت :

مسئلہ........(11)والمعتدہ عن وفاۃ

اور وفات کی عدت گزارنے والی عورت سے اگر شبہ میں مباشرت کر لی جائے تو وہ مہینوں کے حساب سے ہی اپنی عدت پوری کرے گی اور اس دوران میں جو حیض آئیں گے ان سے دوسری عدت شمار کرے گی تاکہ حتی الوسیع دونوں عدتوں میں تداخل ہو سکے۔

طلاق کی عدت کا آغاز :

مسئلہ.......(12)

اور طلاق کی صورت میں عدت کا آغاز طلاق کے بعد ہوگا اور وفات کی صورت میں شوہر کے مرتے ہی خواہ عورت کو طلاق پانے یا خاوند کے مرنے کا علم ہو یا نہ ہو حتیٰ کہ اگر اس کی عدت گزر جائے اور اسے طلاق یا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

وفات کا علم نہ ہو تو اس کی عدت ہو جائے گی:

اس لئے کہ عورت کے وجوب کا سبب طلاق یا وفات ہے للذا اس کی ابتداء سبب کے موجود ہونے کے وقت سے ہو گی۔

اور ہمارے مشائخ کا فتوی طلاق کی صورت میں یہ ہے کہ عدت کی ابتداء قرار طلاق کے وقت سے شمار ہو گی تاکہ باہمی قرار داد کا الزام دور ہو سکے۔

اور نکاح فاسد کی صورت میں عدت کی ابتدا جدائی کے بعد سے ہو گی یا اس وقت سے جب مباشرت کرنے والے نے ترک مباشرت کا پختہ عزم کیا ہو امام زفرؒ فرماتے ہیں کہ عدت سب سے آخری مباشرت کے بعد شروع ہو گی اس لئے کہ مجامعت ہی عدت کے واجب ہونے کا سبب ہے۔

احناف کی دلیل یہ ہے کہ عقد فاسد میں جتنی بار بھی مباشرت کی گئی وہ سب بمنزلہ ایک مباشرت کے ہیں اس لئے ان سب کی نسبت ایک ہی عقد فاسد کی طرف ہے للذا ان تمام مباشرتوں کے بدلے ایک ہی مہر واجب ہوتا ہے تو جب تک کہ ان کے مابین باہمی جدائی عمل میں نہ آئے گی یا ترک مجامعت کا عزم نہ ہو گا اس وقت تک عدت کا واجب ہونا تام نہ ہو گا اس لئے کہ ابھی مباشرتوں کے پائے جانے کا احتمال موجود ہے۔

نیز اس لئے بھی کہ شبہ کی بنا پر عورت سے مجامعت پر حصول قدرت کو حقیقۃ مباشرت کے قائم مقام سمجھا جائے گا۔ اس لئے کہ مباشرت ایک "پوشیدہ معاملہ" ہے اور عدت کی ضرورت دوسرے مرد کے حق میں حمل کا حکم معلوم کرنے کیلئے ہے۔

عدت کے بارے میں عورت کے قول کا احترام:

مسئلہ.........(13) وان اقالت

اور اگر عدت گزارنے والی عورت نے کہا کہ میری عدت گزر گئی ہے اور خاوند نے اس کی اس بات کو جھٹلا دیا تو عورت اگر قسم کھا کر اپنے قول کی تصدیق کر دے تو اس کی بات مانی جائے گی۔ اس لئے کہ اس بارے میں وہ امانت دار تصور کی جاتی ہے مگر چونکہ اس پر کذب بیانی کا الزام لگایا گیا ہے اس لئے مودع (صاحب امانت) کی طرح اسے قسم دی جائے گی۔

نئی عدت کا وجوب:

مسئلہ.........(14) واذا طلق الرجل

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

اور اگر کسی شخص نے اپنی بیوی کو طلاق بائن دی پھر اس عدت کے درمیان میں اس سے نکاح کر لیا مگر مباشرت سے پہلے ہی اسے پھر طلاق دیدی تو مرد کو پورا مہر ادا کرنا ہوگا اور عورت پر نئی مکمل عدت واجب ہو گی یہ حکم امام ابو حنیفہؒ اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک ہے۔

"امام محمدؒ فرماتے ہیں کہ خاوند پر نصف مہر واجب ہوگا اور عورت پر پہلی عدت کی تکمیل ہی لازمی ہو گی"

اس لئے کہ طلاق سے قبل از مباشرت دی گئی ہے لہذا نہ تو مرد پر یہ پورا مہر ہوگا اور نہ ہی عورت کو از سر نو عدت کی ابتدا کرنا ہو گی رہا سابقہ عدت کی تکمیل کا مسئلہ تو وہ پہلی طلاق کی وجہ سے واجب ہے اس لئے کہ دوسرے نکاح کا حال ابھی ظاہر نہیں ہوا البتہ جب دوسرا نکاح طلاق سے ختم ہو گیا تو پہلی طلاق کا حکم ظاہر ہو جائے گا جیسا کہ کوئی شخص اگر ام ولد خرید کر آزاد کر دے تو تب بھی یہی حکم ہے۔

امام ابو حنیفہ اور امام ابو یوسف کی دلیل یہ ہے کہ عورت دراصل پہلے مباشرت ہی کی بنا پر اپنے خاوند کے زیر قبضہ ہے اور پہلی مباشرت کا اثر (عدت) ابھی باقی ہے لہذا جب خاوند نے اس سے نیا نکاح کیا اور عورت ابھی شوہر کے قبضے میں تھے تو اب سابق قبضہ دوسرے نکاح سے واجب قبضے کا قائم مقام بن گیا یہ ایسے ہی ہے جیسے کسی شخص نے دوسرے کے غلام کو غصب کر کے اپنے قبضے میں کر لیا پھر اس غلام کو اس کے مالک سے خرید لیا حالانکہ پہلے ہی اس کے قبضہ میں موجود ہے تو سابق قبضہ ہیں جدید قبضے کے قائم مقام ہو جائے گا اس وضاحت سے یہ ظاہرہ ہو گیا کہ دوسرے نکاح کے بعد جو طلاق ہوئی ہے وہ طلاق بعد از مباشرت ہے لہذا اس سے پورا مہر اور عدت واجب ہو گی۔

امام زفرؒ فرماتے ہیں کہ اس صورت میں بیوی پر عدت لازم نہیں اس لئے کہ پہلی عدت تو دوسرے نکاح سے ساقط ہو گئی ہے۔ لہذا وہ دوبارہ نہ ہو گی اور طلاق کی صورت میں اس پر دوسری عدت واجب ہی نہیں ہوئی اس کا جواب بھی وہی ہے جو ہم اوپر بیان کر آئے ہیں۔

ذمی عورت کی عدت :

مسئلہ............(15)

اگر ذمی مرد نے ذمیہ عورت کو طلاق دیدی تو ذمی عورت پر عدت لازم نہیں اسی طرح اگر حربی عورت مسلمان ہو کر اسلامی ملک آجائے (تو اس پر عدت واجب نہ ہو گی) اگر وہ کسی سے نکاح کر لے تو جائز ہے ماسوا اس کے کہ وہ حاملہ ہو (کہ اس صورت میں نکاح جائز نہیں) یہ احکام امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک ہیں۔

صاحبینؒ فرماتے ہیں کہ حربی عورت پر بھی عدت ضروری ہے اور ذمی عورت پر بھی لازمی ہے عورت پر

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

وجوب عدت کی دلیل وہی ہے جو ذمیوں کے دائمی حرمت والی عورتوں سے نکاح کرنے کے جواز کی ہے جسے ہم کتاب النکاح میں اہل شرک کے نکاح کے ضمن میں بیان کر آئے ہیں۔

اور امام ابو حنیفہؒ کا مذکورہ فتویٰ اس وقت ہے جب ذمیوں کا یہ عقیدہ ہو کہ مطلقہ عورت پر عدت ضروری نہیں ہوتی۔

رہی وہ عورت جو مسلمان ہو کر دارالاسلام میں آجائے تو صاحبین کی اس بارے میں دلیل ہے کہ اس کی خاوند سے جدائی کسی دوسرے سبب سے ہوئی ہوتی تو عدت ضروری ہوتی اس طرح اس کا دارالکفر سے دارالسلام میں آنے سے بھی جو جدائی واقعہ ہوئی ہے اس سے اس پر عدت واجب ہوگی بخلاف اس صورت کہ جب کہ شوہر مشرف بہ اسلام ہو کر دارالاسلام میں چلا آئے اور عورت کو دارالحرب میں چھوڑ آئے کہ اس پر عدت ضروری نہ ہوگی اس لئے کہ اس تک حکم شریعت نہیں پہنچا اس بارے میں امام ابو حنیفہؒ کی دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد مبارک ہے (ولا جناح علیکم ان تنکحوھن)(۔۔۔۔) جو عورتیں دارالحرب سے مسلمان ہو کر تمہارے پاس آجائیں، تمہیں ان کے ساتھ نکاح کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں) نیز اس لئے بھی کہ عدت انسانوں کے حق کو مد نظر رکھتے ہوئے واجب کی گئی ہے جبکہ حربی کا کوئی حق نہیں وہ تو جمادات کی طرح ہے یہاں تک کہ وہ تو ملکیت میں آسکتا ہے ماسوا اس کے حربیہ عورت حاملہ ہو اس لئے کہ اس کے پیٹ میں ایسا بچہ ہے جو ثابت النسب ہے۔

(امام حسنؒ نے) ابو حنیفہؒ سے ایک روایت یہ بھی نقل ہے کہ حاملہ سے نکاح تو جائز ہے مگر اس سے مباشرت جائز نہیں جیسا کہ زنا کی وجہ سے حاملہ کے ساتھ نکاح کا یہی حکم ہے، لیکن پہلا قول ہی زیادہ صحیح ہے (کہ وضع حمل سے قبل نکاح جائز نہیں)۔

خود آزمائی نمبر 3

1- مطلقہ عورت کی عدت تو حیضوں سے ہوگی یا پاکی سے؟ اختلاف مسالک کی ان کے دلائل سمیت وضاحت کیجئے؟

2- آئسہ سے کیا مراد ہے، نیز آئسہ اور صغیرہ (کم سن بچی) کی عدت کی وضاحت کیجئے؟

3- عورت کے حاملہ ہونے کی صورت میں اس کی عدت کیا ہوگی؟

4- اگر کوئی عورت اپنے خاوند کی وفات پر مہینوں کے ساتھ عدت گزار رہی ہو اور اس سے شبہ میں مجامعت کرلی جائے تو اس کی عدت کیا ہوگی۔

5- اگر عدت گزرنے میں میاں بیوی کے مابین اختلاف ہو جائے تو کس کی بات قبول کی جائے گی؟

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

4- حداد کے احکام

حداد کا مفہوم :

مسئلہ..........(1)

حداد سے مراد عورت کا اپنے شوہر سے علیحدگی کی صورت میں افسوس منانا ہے یہ افسوس عام طور پر وفات کی صورت میں ہوتا ہے۔

حداد کی وجوبیت :

(القدوریؒ فرماتے ہیں کہ)"جو عورت اپنے شوہر سے (بوجہ طلاق یا خلع جدا ہو جائے یا خاوند کے فوت ہو جانے کی بنا پر عدت گزار رہی ہو ، اگر وہ بالغہ اور مسلمان ہو تو اس پر "حداد" واجب ہے :

جہاں تک ایسی عورت کا تعلق ہے جس کا خاوند فوت ہو جائے تو اس کے متعلق رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کسی ایسی عورت کے لیے جو اللہ تعالیٰ اور آخرت پر ایمان رکھتی ہو یہ جائز نہیں کہ وہ کسی مرنے والے پر تین دن سے زیادہ سوگ کرے۔"ماسوائے اپنے خاوند کی وفات کے کہ اس پر چار ماہ دس دن تک کا سوگ ہے۔رہا ایسی عورت پر سوگ کا واجب ہونا جو شوہر سے جدا ہو گئی ہو تو یہ فقط احناف کے نزدیک ہے۔

امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ ایسی (خاوند سے طلاق یافتہ) عورت پر حداد ضروری نہیں اس لئے کہ حداد تو ایسے خاوند کی وفات پر منایا جاتا ہے جس نے مرتے دم تک عورت کے ساتھ وفا کی ہو مگر جس خاوند نے اسے (زندگی میں) خود سے جدا کر دیا ہے اس نے عورت کی پریشانیوں میں اضافہ کر دیا ہے اس کے جدا ہونے پر اظہار تاسف کی ضرور نہیں ہے ؟

احناف کی دلیل حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے عدت گزارنے والی عورت کو حناء مہندی کے استعمال سے منع کیا تھا اور فرمایا تھا کہ حناء خوشبو ہوتی ہے نیز اس لئے بھی کہ سوگ کا وجود نعمت نکاح کے زائل ہونے پر اظہار تاسف کیلئے ہے اس لئے کہ نکاح عورت کیلئے عصمت و حفاظت کا ذریعہ اور اس کی ضرورتوں کا کفیل ہے اور پھر یہ جدائی شوہر کی موت کی جدائی سے زیادہ پریشان کن ہے اس لئے وہ جدائی سے پہلے اپنے مردہ شوہر کو غسل دے سکتی ہے مگر جدا ہونے کے بعد اس کیلئے ایسا جائز نہیں۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

حداد کے مسائل :

"حداد یا احداد" یہ ہے کہ عورت خوشبو، سجاوٹ سرمہ لگانا اور خوشبودار یا غیر خوشبودار تیل کا استعمال ترک کر دے ہاں کسی مجبوری کی بنا پر اس کا استعمال جائز ہے۔

حداد کے دو مقاصد ہیں ایک یہ کہ نکاح کے زائل ہونے پر اظہار تاسف کیا جائے، اور دوم یہ کہ متذکرہ بالا اشیاء عورت کی طرف مردوں کو رغبت دلانے والی ہیں۔ حالانکہ اسے ابھی نکاح کی ممانعت ہے لہذا وہ ان اشیاء کے استعمال سے بھی گریز کرے کہ مبادا یہ اشیاء اس کیلئے حرام (گناہ) میں پڑنے کا باعث بن جائیں اور صحیح روایت سے ثابت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عدت گزارنے والی عورت کو سرمہ استعمال کرنے کی اجازت نہیں دی تھی پھر تیل کوئی بھی ہو اس میں کوئی نہ کوئی خوشبو ضروری ہوتی ہے اور اس سے بالوں کی سجاوٹ بھی ہوتی ہے اس لئے احرام باندھنے والے شخص کو تیل لگانے سے منع کیا گیا ہے۔

القدوریؒ کے قول "الا من عذر" سے مراد یہ ہے کہ ان چیزوں کا استعمال دوا کے طور پر صحیح ہے سجاوٹ کیلئے صحیح نہیں ہے مثال کے طور پر اگر کوئی عورت روزانہ تیل لگانے کی عادی ہے اور اسے خدشہ ہو کہ اگر اس نے تیل ترک کر دیا تو اسکے سر میں درد ہو جائے گا اگر تو یہ بات امر ظاہر ہو تو اس کیلئے تیل کا استعمال مباح ہے اس لئے کہ جس امر واقع ہونے کا غالب گمان ہو وہ واقع ہونے والے کی طرح ہے اگر ریشمی کپڑے کا استعمال بھی اس کیلئے ناگزیر ہو تو عذر کی بنا پر استعمال کرنے میں کوئی حرج نہ ہوگا۔

"اور عدت گزارنے والی عورت حنا کا رنگ بھی استعمال نہ کرے" اس سلسلے میں ایک حدیث پہلے بیان کی جا چکی ہے اور عدت گزارنے والی عورت زعفران سے رنگا ہوا کپڑا بھی نہ پہنے، اس سے خوشبو نکل کر ادھر ادھر پھیلتی ہے۔

کافرہ عورت کا حداد :

مسئلہ........(2) ولا حداد..

(القدوریؒ فرماتے ہیں کہ (کافرہ پر حداد نہیں ہے) اس لئے کہ وہ شرعی احکام کی پابند نہیں "اسی طرح نابالغ عورت کیلئے بھی حداد ضروری نہیں" اس لئے کہ شرعی حقوق کے ساتھ ابھی تک اسے مخاطب نہیں کیا گیا۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

حدادوالی عورت کو پیغام نکاح بھجوانہ :

مسئلہ.............(4)

اور جو عورت عدت گزار رہی ہو اس کیلئے پیغام نکاح بھیجنا مناسب ہے ہاں اشارے اور کنایئے سے کام لینے میں مضائقہ نہیں ہے۔

باری تعالی کا ارشاد ہے (ولا جناح علیکم فما عرضتم به من خطبة النساء او اکننتم فی انفسکم، علم الله انکم ستذکرونهن ولکن لا تواعدوهن سرا الا ان تقولوا قولا معروفا) اور تم پر کوئی گناہ نہیں کہ تم عدت گزارنے والی عورتوں کو پیغام نکاح کے لئے اشارے سے کام لو یا اسے اپنے دل میں چھپاؤ، اللہ تعالیٰ جانتے ہیں کہ تم عنقریب ان کو یاد کرو گے لیکن ان کے ساتھ کوئی خفیہ وعدہ نہ کرو ہاں بھلائی کی بات کر سکتے ہو) اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ "سر" سے مراد نکاح ہے۔

ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ تعریض (کنایہ اشاریہ) یہ ہے کہ مرد عورت کے پاس جاکر مثلاً کہے کہ میرا ارادہ ہے کہ میں شادی کرلوں۔

اور "قول معروف" کی تشریح کرتے ہوئے حضرت سعید بن جبیرؒ فرماتے ہیں کہ وہ مثال کے طور پر اس قسم کے الفاظ ادا کرے (مجھے تم میں دلچسپی ہے) اور (میں چاہتا ہوں کہ ہم یک جان ہو جائیں ....)

حدادوالی عورت کا گھر سے نکلنا :

مسئلہ.........(5)

اور رجعی طلاق یافتہ اور طلاق بائن یافتہ عورت کیلئے رات ہو یا دن اپنے گھر سے نکلنا جائز نہیں اور جس عورت کا خاوند مر گیا ہو وہ دن کے وقت ابتدائی رات گئے گھر سے باہر جا سکتی ہے لیکن وہ اپنے گھر کے علاوہ کہیں اور رات بسر نہ کرے"۔

مطلقہ کیلئے یہ حکم اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے (ولا تخرجوهن من بیوتهن ولا یخرجن الا ان یاتین بفاحشة مبینة) (انہیں ان کے گھروں سے مت نکالو اور نہ وہ خود نکلیں بجز اس کے کہ وہ کھلی بے حیائی کا ارتکاب کریں بعض فقہاء نے کہا کہ یہاں کھلی بے حیائی سے مراد گھر سے نکلنا ہے اور بعض فقہاء کا قول ہے کہ اس سے مراد زنا ہے (کہ ان پر حد لگانے کیلئے انہیں گھر سے نکالا جائے گا۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

رہی وہ عورت جس کا شوہر مر چکا ہو تو اسے گھر سے نکلنے کی اجازت اس لئے ہے کہ اس کے پاس اپنے گزارے کیلئے کچھ نہیں ہوتا، لہٰذا اسے تلاش رزق کے سلسلے میں مجبوراً گھر سے نکلنا پڑتا ہے اور کبھی کبھار رات کے آنے تک اسے گھر سے باہر دیر ہو جاتی ہے مگر مطلقہ کی یہ حالت نہیں ہوتی اس لئے کہ اس کے اخراجات اس کے شوہر کے مال سے پورے کئے جاتے ہیں ہاں اگر عورت نے اپنی عدت کے نفقے کے بدلے اپنے خاوند سے خلع کیا ہو تو بعض فقہاء کے نزدیک وہ دن کیوقت گھر سے نکل سکتی ہے مگر فقہا ممانعت کے قائل ہیں۔ اس لئے کہ اس نے اپنا حق خود ساقط کیا ہے لہٰذا اس کی وجہ سے اس کا عدم خروج کا حق ساقط نہ ہوگا۔

عدت گزارنے کا مقام :

مسئلہ.........(7)وعلى المعتدة

اور عدت گزارنے والی عورت پر لازم ہے کہ وہ اس گھر میں عدت گزارے جو طلاق یا شوہر کی وفات کے وقت اس کی سکونت گاہ تھا باری تعالیٰ کا ارشاد ہے ولا تخرجوھن من بیوتھن ان عورتوں کو ان کے گھروں سے مت نکالو اور گھر کی نسبت جو عورت کی طرف کی گئی ہے تو اس سے مراد وہی گھر ہے جس میں عورت کی سکونت ہو لہٰذا اگر وہ اپنے میکے والوں سے ملنے گئی ہو اور اس کا خاوند اسے طلاق دیدے تے اس پر لازم ہے کہ وہ اپنے گھر لوٹ آئے اور اپنے گھر اس گھر میں عدت گزارے۔

اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس عورت سے فرمایا تھا جس کا خاوند شہید ہو گیا تھا کہ تو اپنے گھر میں ٹھیر رہ تاکہ تمہاری عدت مکمل ہو جائے۔

اور اگر خاوند کی وفات کے بعد عدت گزارنے والی عورت کا حصہ اس کی رہائش کیلئے ناکافی ہے اور دوسرے ورثا اپنے حصوں میں نہ رہنے دیں تو عورت اس جگہ سے (کسی اور جگہ) منتقل ہو سکتی ہے اس لئے کہ یہ منتقل ہونا معذوری کی بنا پر ہے اور معذوری تو عبادت میں بھی مؤثر ہوتی ہے یہی حکم اس وقت جب وہاں رہنے میں عورت کو اپنے مال و متاع کے لٹ جانے کا اندیشہ ہو یا بوسیدگی کی وجہ سے مکان کے گرنے کا خطرہ ہو یا مکان کرئے کا ہو مگر وہ کرایہ ادا کرنے سے قاصر ہو۔

مسئلہ.........(8) ثم ان وقعت.....

پھر اگر میاں بیوی کے درمیان طلاق بائن یا تین طلاقوں کی بناء پر جدائی واقع ہو گئی ہو تو دونوں کے درمیان پردہ ضروری ہے پھر اگر وہ ایک ہی مکان میں رہیں تو کوئی مضائقہ نہیں۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

اس لئے کہ خاوند کو اس کی حرمت کا خود اعتراف ہے البتہ اگر اس کا خاوند اوباش قسم کا شخص ہو جس سے اسے برائی کا اندیشہ ہو تو اس صورت میں عورت وہاں سے کسی اور جگہ جا سکتی ہے۔ اس لئے کہ یہ بھی عذر ہے البتہ وہ جس جگہ منتقل ہوئی ہو وہاں سے باہر نہ نکلے مگر مناسب یہ ہے کہ مرد خود وہاں سے نکل جائے۔

اور اگر کوئی عورت اپنے شوہر کو معیت میں مکہ کی طرف روانہ ہوئی پھر راستے میں خاوند نے شہر سے باہر بیوی کو تین طلاقیں دے دیں یا وہ وفات پا گیا پھر اگر اس جگہ سے عورت کا شہر تین دن سے کم کی مسافت پر ہو تو تو وہ اپنے شہر کی طرف واپس لوٹ آئے اس لئے کہ یہ اس کا ابتدائی نکلنا نہ ہو گا بلکہ سابقہ سفر ہی کو جاری رکھا ہو گا اور اگر فاصلہ تین دن کا ہو تو عورت کو اختیار ہے چاہئے تو وہ واپس لوٹ آئے اور چاہے تو مکہ کی طرف سفر جاری رکھے، خواہ اس کے ساتھ اس کا ولی ہو یا نہ ہو۔ مطلب یہ ہے کہ جہاں وہ جانا چاہتی ہے وہاں تک بھی تین دن کی مسافت ہو اس لئے کہ آگے جانے کی نسبت وہاں ٹھہرے رہنا زیادہ خطرناک ہو گا تاہم بہتر یہ ہے کہ وہ اپنے گھر واپس لوٹ آئے تاکہ شوہر کے مکان میں عدت کے دن گزار سکے۔

طلاق یافتہ عورت کا عدت کے دوران نکلنا :

مسئلہ.........(8)

اور (امام محمدؒ الجامع الصغیر میں) فرماتے ہیں کہ اگر خاوند نے عورت کو کسی شہر میں تین طلاقیں دے دیں یا وہ اسے چھوڑ کر مر گیا تو عورت عدت کے پورے ہونے تک وہاں سے باہر نہ جائے عدت کے بعد وہاں سے جا سکتی ہے بشرطیکہ اس کے ساتھ کوئی محرم ہو یہ حکم امام ابو حنیفہ کے نزدیک ہے۔

صاحبینؒ فرماتے ہیں کہ اگر اس کے ساتھ محرم ہو تو وہ عدت گزارنے سے قبل بھی اس شہر سے جا سکتی ہے دلیل یہ ہے کہ حالت سفر کی تکلیف اور تنہائی کی پریشانی دور کرنے کیلئے نکلنا تو مباح ہے اس لئے کہ یہ عذر اور سفر کرنا اگر حرام تھا تو یہ حرمت محرم کے ساتھ ہونے کی وجہ سے باقی نہیں رہی۔

امام ابو حنیفہؒ فرماتے ہیں کہ بلا محرم سفر کرنیکی نسبت عدت میں نکلنا زیادہ ممنوع ہے اس لئے کہ عورت سفر کی مقدار سے مسافت پر بلا محرم نکل سکتی ہے مگر عدت گزارنے والی عورت کو اس قدر نکلنا بھی جائز نہیں اور جب محرم کے بغیر سفر کرنا جائز نہیں تو عدت میں سفر کرنا تو بدرجہ اولی ممنوع ہو گا۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

خود آزمائی نمبر 4

1- حداد سے کیا مراد ہے، اس کے فقہی احکام پر بحث کیجئے؟

2- حداد کے دوران میں کن کن باتوں کی پابندی ہے، وضاحت کیجئے؟

3- کیا غیر مسلموں پر بھی عدت یا حداد ضروری ہے؟

4- حداد میں سکنی (رہائش) کی اہمیت پر نوٹ لکھیں؟

5- اگر سفر بالخصوص حج میں خاوند کا انتقال ہو جائے تو کیا عورت عدت گزارے گی؟ مختلف صورتوں پر اختلاف فقہاء کی روشنی میں بحث کیجئے؟

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

یونٹ نمبر 9

ثبوت نسب کے احکام اور
نفقات کے احکام

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ“

www.KitaboSunnat.com

یونٹ نمبر 9

ثبوت نصب کے احکام اور نفقات کے احکام

یونٹ کا تعارف:

اسلام میں نسب کی بے حد اہمیت ہے اور اس کی حفاظت وصیانت کے لیے اسلام نے بہت سے احکام عطا کیے ہیں نکاح وطلاق کے ذکر کے بعد نسب اور اس کے اثبات کو لانے کی اہمیت یہ ہے کہ نکاح وطلاق سے بعض اوقات نسب کے اثبات میں خلل واقع ہوجاتے ہیں لہٰذا ان صورتوں کی وضاحت ضروری ہے۔ جن میں خاوند کے اعتراف واقرار کے بغیر بچے کا نسب ثابت ہوجاتا ہے اور جن صورتوں میں نسب کا اثبات نہیں ہوتا۔

اسلام کے ان احکام کی بنیاد بچے اور اس کی ماں کی سہولت اور ان کی عزت وناموس کی حفاظت پر ہے۔ مقصد یہ ہے کہ انہیں آئندہ زمانے میں متوقع طعنوں اور معاشرے کی زیادتیوں سے بچایا جائے۔

شریعت اسلامیہ میاں بیوی کو زندگی کی گاڑی کے دو ایسے پہیے قرار دیتی ہے جن میں ہر ایک کی اپنی جگہ موجودگی نہایت ضروری ہو۔ پر شریعت ان میں سے خاوند کو اپنے خاندان کا محافظ، کفیل قرار دیتی ہے اور بیوی کو اس کی معاون اور محافظ خانہ۔ چونکہ خاندان کی کفالت خاوند کی ذمہ داری ہے لہٰذا بیوی اور بچوں کے لیے کھانے اور ان کی ضرورتوں کی کفالت کرنا اس کی ذمہ داری ہے۔

اس یونٹ میں ان رشتہ داروں اور ان کو دیے جانے والے نفقے کی تفصیل بیان کی جائے گی۔ جن کو نفقے کی ذمہ داری خاوند پر یا اس کو قائم مقام دادا چچا۔۔۔ وغیرہ پر ہو۔ اس میں سر فہرست بیوی اور اولاد ہے پھر والدین اور دوسرے عزیز واقارب ہیں۔ ان احکام کی بنیاد قرآن وسنت اور اجتہاد وقیاس پر ہے۔

یونٹ کے مقاصد:

اس یونٹ کے مطالعہ کے بعد آپ یہ جان سکیں گے کہ:

1 ان احکام کا مطالعہ نسب کے اثبات کے بارے میں آپ کو معلومات میں اضافہ کرے گا اور آپ اس بارے میں اصولی اور فروعی دونوں قسم کے اختلافی احوال سے آگاہ ہوجائیں گے۔

2 بچے کی پیدائش کو بعد نفقات کی ادائیگی کس کے ذمے ہو۔

3 بچے کی پرورش کی ذمہ دار کون سی رشتہ دار خواتین ہیں۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

فہرست مضامین

صفحہ نمبر

یونٹ کا تعارف

یونٹ کے مقاصد

ثبوت نسب کے احکام

پیدائش کے ساتھ ہی عدت کی تکمیل 274

دو سال بعد بچے کے نسب کا ثبوت 274

بیوہ عورت کے بچے کا نسب 275

عدت کی تکمیل کے بعد پیدا ہونے والے بچے کا نسب 276

عدت کے دوران پیدا ہونے والے بچے کا نسب 277

نسب کے لیے ورثاء کی تصدیق 277

دوبارہ شادی کرنے والی عورت کے شادی کے چھ ماہ بعد پیدا ہونے والے بچے کا نسب 278

بچے کے نسب کے اختلاف میں میاں بیوی کو درمیان اختلاف میں معتبر قول 278

طلاق کو بچے کی پیدائش سے مخصوص کرنا 279

خاوند کی طرف سے حمل کا اقرار 279

حمل کی زیادہ سے زیادہ مدت 280

خود آزمائی 280

بچے کی پرورش کی ذمہ داری 281

ماں کے علاوہ پرورش کے ذمہ دار 282

پرورش کرنے کے حق دار رشتہ دار 282

پرورش کب تک 283

ماں اور نانی کی پرورش کی ذمہ داری 284

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

غیر مسلم ماں کے بچے کی پرورش کی ذمہ داری	285
خود آزمائی نمبر1	286
والدہ کا اپنے زیر تربیت بچے کے ساتھ شہر سے باہر جانا	287
خود آزمائی نمبر2	287
نفقے کا بیان	288
خاوند کی ذمہ داری	288
نفقہ کی مقدار میں مرد اور عورت کی حیثیت کا لحاظ	288
عورت کے نفقہ کی مدت	289
کم عمر شوہر کے ذمہ نفقہ	290
قرض میں محبوس عورت کا نفقہ	290
بیمار عورت کا نفقہ	291
بیوی اور خادم کا نفقہ	292
نفقہ کی ادائیگی کی قدرت نہ ہونے پر قرض لے کر نفقہ کی ادائیگی	292
مفلسی کے نفقہ کے بعد خوشحالی کا نفقہ	293
عورت کی طرف سے نفقہ کا دعویٰ	293
عورت کے نفقہ کا سکوت	294
خود آزمائی نمبر3	295
سکنیٰ (رہائش) کے احکام	296
عورت کے لیے علیحدہ مکان کی فراہمی	296
خاندان کے ساتھ گھر میں علیحدہ کمرہ کی فراہمی	296
گھر میں داخلہ سے منع کرنا	296
غائب شخص کے بیوی بچوں کا نفقہ	297
نفقہ کے تعین کے وقت ضامن کرنا	298

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ“

www.KitaboSunnat.com

جو لوگ نفقہ کے مستحق ہیں 298
خود آزمائی نمبر 4 299
طلاق کی صورت میں احکام نفقہ 300
دوران عدت بیوی کا نفقہ 300
بیوی کے نفقہ باطل ہونا 301
مرتدہ کا نفقہ 302
خود آزمائی نمبر 5 302
نابالغ بچوں کا نفقہ 303
دودھ پلانے کی اجرت (ا) 303
دودھ پلانے کی اجرت (ب) 304
نفقے میں باپ کی ذمہ داری 305
والدین اور اجداد وغیرہ کا نفقہ 306
والدین کا نفقہ 306
اختلاف مذہب کی صورت میں والدین کا نفقہ 306
غیر مسلم رشتہ داروں کا نفقہ 307
ماں باپ کے نفقہ میں کسی کی شرکت 307
معذورین کا نفقہ 308
نفقہ کی ادائیگی کا وجوب 308
بالغ بچوں کا نفقہ 308
مفلوک الحال کے ذمہ نفقہ 309
غائب کے مال میں سے بذریعہ عدالت نفقہ کا تعین 310
گزرے ہوئے وقت کا نفقہ 311
خود آزمائی نمبر 6 312

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

ثبوت نسب کے احکام

مسئلہ...(1) ومن قال

"اور اگر کسی شخص نے کہا کہ "اگر میں فلاں خاتون سے نکاح کروں تو اسے طلاق" پھر اس نے اس عورت سے نکاح کر لیا اور نکاح کے چھ ماہ کے بعد عورت نے ایک بچی کو جنم دیا تو وہ اسی کا بیٹا ہو گا اور اس پر مہر واجب ہو گا۔"

نسب کا اثبات تو اس بنا پر ہے کہ وہ اس مرد کی فراش (منکوحہ) ہے۔ اس لیے کہ جب نکاح کے وقت کے چھ ماہ بعد اس نے بچہ جنا اور وقت طلاق سے چھ ماہ سے کم مدت میں بچے کی پیدائش ہوئی تو یہ سمجھا جائے گا کہ بچے کا نطفہ حالت نکاح میں قبل از طلاق موجود تھا۔ اس لیے اس کا تصور بھی درست ہے وہ اس طرح کہ مرد نے اس عورت سے مباشرت کی حالت ہی میں نکاح کیا۔ اور نکاح ہو جانے کے ساتھ ساتھ انزال سے قرار حمل ہو گیا اس لیے کہ اثبات نسب میں احتیاط ملحوظ رکھی جاتی ہے۔ رہا مہر کا معاملہ تو وہ اس وجہ سے لازم ہوتا ہے کہ جب مرد سے بچے کا نسب ثابت ہو گیا تو حکماً مباشرت کرنے والا قرار دیا جائے گا للذا اس سے پورا مہر ثابت ہو گا۔

مسئلہ....(2)

"اور جس عورت کو طلاق رجعی دی گئی ہو اگر اس نے طلاق کے دو سال یا اس سے زیادہ عرصے کے بعد بچہ جنا تو بچے کا اس سے نسب ثابت ہو جائے گا۔

بشرطیکہ اس وقت تک عورت نے عدت گزارنے کا اقرار نہ کیا ہو۔"

اس لیے کہ یہاں احتمال ہے کہ حالت عدت میں نطفہ رہ گیا ہو' اس لیے کہ ممکن ہے وہ ان عورتوں میں سے ہو جن کے حمل کا زمانہ بہت طویل ہو جاتا ہے۔

پیدائش کے ساتھ ہی عدت کی تکمیل :

مسئلہ.....(3)

"اور اگر مطلقہ عورت کے ہاں دو برس سے کم مدت میں بچہ ہوا ہو' تو عورت اپنے شوہر سے جدا ہو جائے گی۔"

اس لیے کہ بچے کی پیدائش سے عدت گزر گئی ہے اور بچے کا نسب بھی ثابت ہو گیا ہے۔ اس لیے کہ یہ ثابت

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

ہو گیا ہے کہ بچے کا نطفہ حالت نکاح میں یا حالت عدت میں ٹھہرا تھا۔ لیکن اس صورت میں مرد کا رجوع ثابت نہیں ہوتا۔ اس لیے کہ یہاں دو باتوں کا احتمال ہے ایک یہ کہ استقرار حمل طلاق سے پہلے (حالت نکاح میں ہوا۔ دوسری یہ کہ طلاق کے بعد ہوا تو لہٰذا شک کی بنا پر شوہر کے رجوع کا فتویٰ نہیں دیا جا سکتا۔

مسئلہ.....(4)

"اگر دو سال کے بعد بچے کی پیدائش ہوئی تو رجوع ثابت ہو جائے گا۔" اس لیے کہ استقرار حمل طلاق کے بعد ہوا ہے۔ اور ظاہری قرائن سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے کہ حمل اس مرد کا ہے' اس لیے کہ زنا کا کوئی ثبوت نہیں۔ لہٰذا وہ مجامعت کرنے کی بنا پر اس سے رجوع کرنے والا قرار پائے گا۔

طلاق بائن سے مطلقہ عورت کے بچے کا نسب:

مسئلہ......(5) والجوہرۃ:

"وہ عورت جسے ایک طلاق بائن یا تین طلاقیں دی گئیں ہوں اگر دو سال سے کم عرصہ میں بچہ جنے تو بچے کا نسب ثابت ہو جائے گا۔"

اس لیے کہ احتمال ہے کہ طلاق کے وقت حمل موجود ہو اور اس بات کا یقین نہیں ہے کہ جب حمل قرار پایا تھا اس وقت نکاح زائل ہو چکا تھا لہٰذا احتیاطاً نسب ثابت تصور ہو گا۔

دو سال کے بعد بچے کے نسب کا ثبوت:

مسئلہ.......(6)

"اور اگر مطلقہ بائنہ کے ہاں' جدائی کے وقت سے پورے دو سال کے بعد بچہ پیدا ہوا تو نسب ثابت نہیں ہو گا۔"

اس لیے کہ اس صورت میں حمل طلاق کے بعد قرار میں آیا ہے لہٰذا وہ اس خاوند کا نہیں ہو گا۔ اس لیے کہ اسے تو عورت سے مباشرت کرنا حرام تھا۔

"ہاں اگر مرد خود بھی دعویٰ کرے کہ یہ بچہ اس کا ہے" تو اس کا اقرار صحیح ہو گا۔ اس لیے کہ اس نے نسبت کو خود اپنے اوپر لازم کیا ہے۔ جس کی ممکنہ صورت یہ ہے کہ مرد نے دوران عدت شبہ میں اس سے مباشرت کر لی ہو گی۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

"اور اگر طلاق یافتہ عورت کم سن ہو' مگر ایسی عمر کو پہنچ چکی ہو کہ اس کی ہم عمر لڑکیوں سے مباشرت کی جا سکتی ہو' اور طلاق کے بعد نو ماہ سے کم مدت میں اس کے ہاں بچہ پیدا ہو جائے تو اس کا اس کے خاوند سے نسب ثابت ہو گا۔ یہ طرفینؒ کا قول ہے۔

امام ابو یوسفؒ کہتے ہیں کہ طلاق کے بعد سے دو سال تک اسی خاوند سے نسبت ثابت ہو گا۔ اس لیے کہ وہ عدت گزارنے والی عورت ہے' اور یہ احتمال موجود ہے کہ وہ حاملہ ہو اور اس نے عدت گزارنے کا اقرار بھی نہیں کیا' لہٰذا وہ بالغ عورت کے مشابہ ہو گی۔

طرفینؒ کی دلیل یہ ہے کہ ایسی بچی کے عدت گزارنے کی خاص جہت معین ہے' کہ جو مہینوں سے ہے۔ لہٰذا ان مہینوں کے گزرنے پر شریعت نے عدت کے اختتام کا فیصلہ دے دیا ہے جو اس کے اقرار سے بڑھ کر وضاحت رکھتا ہے۔ اس لیے کہ حکم شریعت میں کسی قسم کا اختلاف نہیں ہے۔ مگر اس کے اقرار میں احتمال موجود ہے۔

اگر بالغ لڑکی طلاق رجعی سے طلاق یافتہ ہو تو بھی طرفینؒ کے نزدیک اس کا حکم یہی ہے کہ اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک ستائیس ماہ تک ہونے والے بچے کا نسب درست ہو سکتا ہے' کہ ممکن ہے مرد نے عدت (تین ماہ) کے آخر میں اس سے مباشرت کر لی ہو اور وہ پھر عورت حمل کی زیادہ سے زیادہ مدت (دو سال) میں اس کے بچے کو جنم دے۔

اگر نابالغ بچی نے عدت کے دوران میں استقرار حمل کا دعویٰ کیا تو نابالغ لڑکی اور بڑی عورت دونوں کے لیے ایک ہی حکم ہو گا۔ اس لیے کہ نابالغ کے اقرار حمل سے اسے بالغہ تصور کیا جائے گا۔

بیوہ عورت کے بچے کا نسب :

مسئلہ ..... (7)

"اور جس عورت کا خاوند مر جائے' اس کے بچے کا نسب شوہر کی وفات کے بعد سے دو سال تک بچے کی پیدائش کی صورت میں ثابت ہو گا۔"

امام زفرؒ کہتے ہیں کہ اگر اس نے عدت وفات (یعنی چار ماہ دس دن) کے بعد چھ ماہ گزرنے کے بعد بچی کو جنم دیا تو نسبت ثابت نہیں ہو گا۔ اس لیے کہ شریعت نے مہینوں کے حساب سے اس کی مقررہ عدت کی تکمیل کا فیصلہ دے دیا ہے تو گویا اس نے عدت کے اختتام کا خود اقرار کر لیا ہے (جو موثر ہو گا) جیسا کہ ہم کم سن لڑکی کے بارے میں بیان کر چکے ہیں۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

لیکن ہم (جواباً) کہتے ہیں کہ بیوہ کی عدت گزرنے کا ایک اور طریقہ بھی ہے' جو وضع حمل ہے۔ بخلاف نابالغہ کے اس لیے کہ نابالغہ میں اصل تو حمل کا نہ ہوتا ہے' کیوں کہ بلوغ سے پہلے وہ اس کا محل نہیں ہے اور اس کے بلوغ میں شک ہے' للذا اس کی عدت چار ماہ دس دن ہوگی۔

عدت کی تکمیل کے بعد پیدا ہونے والے بچے کا نسب :

مسئلہ .... (8) واذا اعترفت۔

"اور اگر عدت گزارنے والی نے عدت کی تکمیل کا اقرار کر لیا' پھر چھ ماہ سے کم عرصہ میں اس کے ہاں بچہ پیدا ہو گیا' تو بچے کا نسب ثابت ہو جائے گا۔" اس لیے کہ عورت کا جھوٹ یقینی طور پر ظاہر ہو گیا ہے۔ للذا اس کا اعتراف باطل تصور ہوگا۔

"البتہ اگر وہ چھ ماہ کے بعد بچے کو جنم دے تو اس (بچے کا) نسب ثابت نہیں ہوگا۔" اس لیے کہ ہم اس کے اقرار کے بطلان کو نہیں جانتے اور یہ بھی احتمال ہے کہ حمل اس کے اقرار کے بعد قرار پایا ہو اور یہاں "معتدہ" کا لفظ مطلق ہے۔ جو ہر عدت گزارنے والی عورت کو شامل ہے (خواہ وہ وفات کی عدت میں ہو یا طلاق بائن کی یا رجعی کی)

عدت کے دوران پیدا ہونے والے بچے کا نسب :

مسئلہ .... (9) واذا ولدت المعتدۃ۔

"پھر جب کوئی عدت گزارنے والی عورت بچہ جنے اور اس کا خاوند اس بچے کو اپنا تسلیم نہ کرے تو وہ امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک اس کا نسب اس طرح ثابت ہوگا کہ دو مرد یا ایک مرد اور دو عورتیں اس کے حق میں گواہی دیں۔

سوائے اس کے کہ حمل ظاہر ہو جائے یا خود شوہر کی طرف سے اقرار پایا جائے تو بغیر گواہی بھی نسب ثابت ہو جائے گا۔

صاحبینؒ فرماتے ہیں تمام صورتوں میں ایک عورت (یعنی دایہ) کی گواہی سے ہی نسب ثابت ہو جائے گا۔

اس لیے کہ عدت قائم ہونے کی بنا پر عورت اپنے خاوند کی فراش (منکوحہ) ہے اور نسب کے ثبوت کے لئے فراش کا قائم ہونا کافی ہے اور محض اس بات کے لیے گواہی کی ضرورت ہے کہ واقعی یہ بچہ اس عورت نے جنا ہے؟ تو یہ بات اس (دایہ) کی گواہی سے متعین ہو جائے گی۔ جیسا کہ نکاح کی موجودگی میں بالاتفاق نسب ثابت ہو جاتا ہے۔

امام ابو حنیفہؒ کی دلیل یہ ہے کہ اس عورت نے جب وضع حمل کا اقرار کیا تو اس سے عدت ختم ہوگی اور جو

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

شے گزری ہوئی ہو وہ حجت نہیں ہوتی۔ لہٰذا از سر نو نسب ثابت کرنے کی ضرورت پیش آئے گی اور اس کے لیے پوری گواہی ضروری ہے۔ بخلاف اس صورت کے جب حمل ظاہر ہو یا خاوند کی طرف سے اعتراف پایا جائے' اس لیے کہ ان صورتوں میں پیدائش سے قبل ہی نسب ثابت ہو جاتا ہے۔ ہاں مذکورہ تعین' ایک عورت کی گواہی سے بھی ہو جاتی ہے۔ (مگر ثبوت نسب کے لیے مکمل شہادہ ضروری ہے)۔

نسب کے لئے ورثاء کی تصدیق :

مسئلہ....... (10) فان کانت۔

"پھر اگر کوئی عورت عدت وفات گزار رہی ہو اور اس کے ہاں دو سال سے کم مدت میں بچہ ہو جائے) اور وارث اس کی تصدیق کر دے کہ یہ بچہ اس کے خاوند ہی کا ہے اور بچے کی پیدائش پر کسی کو بھی گواہ نہ مانا گیا ہو' تو بالاتفاق وہ اس کے شوہر ہی کا بیٹا ہو گا۔"

یہ حکم میراث کے حق میں ظاہر ہے۔ اس لیے کہ ترکہ ان کا خاص حق ہے تو ان کا تصدیق کرنا قابل قبول ہو گا۔

رہا یہ مسئلہ کہ کیا وارثوں کے مذکورہ اقرار سے اس بچے کا اس کے والد سے نسب کا یہ ثبوت وارثوں کے علاوہ دوسروں کے حق میں ثابت ہو گا۔ تو بعض مشائخ کہتے ہیں کہ اگر تصدیق کرنے والے ورثا ایسے ہوں کہ جن کی گواہی قابل اعتبار ہو تو تمام لوگوں کے حق میں نسب ثابت ہو جائے گا۔ اس لیے کہ حجت (شرعی شہادہ) کے موجود ہونے سے دوسروں کے حق میں بھی نسب ثابت ہو جائے گا۔

بعض دوسرے مشائخ فرماتے ہیں کہ اس کے لیے (وارثوں کی طرف سے اقرار میں) شہادۃ کا لفظ شرط ہے' بعض نے اسے شرط قرار نہیں دیا' اس لیے کہ دوسروں کے حق میں نسب کا ثابت ہونا وارثوں کے حق میں ان کے اعتراف سے ثبوت نسب کے تابع ہے۔ اور جو بات تبعاً ثابت ہوا کرتی ہے اس میں شرائط کا ملحوظ رکھنا ضروری نہیں ہوتا۔

دوبارہ شادی کرنے والی عورت کے شادی کے چھ ماہ بعد پیدا ہونے والے بچے کا نسب :

مسئلہ..... (11) واذا تزوج رجل۔

"اور اگر کسی مرد نے کسی عورت سے شادی کی پھر عورت نے شادی کے بعد چھ ماہ سے کم عرصے میں بچے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

کو جنم دیا تو اس کا اس خاوند سے نسب ثابت نہ ہوگا۔" اس لیے کہ اب استقرار حمل نکاح سے پہلے کا ہے لہٰذا وہ اس خاوند سے شمار نہ ہوگا۔

"اور اگر اس نے چھ ماہ یا اس سے زائد مدت میں بچہ جنا تو اس کا نسب ثابت ہوگا (خواہ) خاوند اس کا اقرار کرے یا خاموش رہے۔" اس لیے کہ فراش (نکاح) قائم ہے اور مدت بھی پوری ہے۔

"اور اگر خاوند اس سے انکار کر دے تو وہ ایک خاتون (دایہ) کی گواہی سے، جو ولادت کے موقع کی گواہ ہو نسبت ثابت ہو جائے گا۔ چنانچہ اگر خاوند بچے کے بارے میں کہے کہ یہ اس کا نہیں ہے تو اسے لعان کرنا ہوگا۔" اس لیے کہ نسب تو فراش قائم (منکوحہ) سے ثابت ہو جاتا ہے اور تہمت کی صورت میں لعان واجب ہوتا ہے اور لعان کے لئے یہ بھی ضروری نہیں کہ بچہ موجود ہو، اس لیے کہ لعان تو بچے کے بغیر بھی ممکن ہے۔

بچے کے نسب کے اختلاف میں میاں بیوی کے درمیان اختلافات میں معتبر قول:

مسئلہ......(12) فان ولدت

"اور اگر عورت کے ہاں بچہ پیدا ہوا اور بعد میں میاں بیوی کے درمیان اختلاف ہو گیا۔ خاوند نے کہا کہ ابھی تو مجھے تجھ سے نکاح کیے چار ماہ ہی گزرے ہیں اور عورت کہے کہ نکاح کو چھ ماہ پورے ہو چکے ہیں تو عورت کی بات تسلیم کی جائے گی۔ اور بچہ اسی خاوند کا ہوگا۔"

اس لیے کہ ظاہری حالات عورت کے دعویٰ کی تائید کرتے ہیں۔ وجہ یہ ہے کہ عورتیں نکاح کی بنا پر بچے کو جنم دیا کرتی ہیں۔ نہ کہ زنا سے۔ اس بارے میں قسم دلانے کا ذکر نہیں کیا گیا۔ اس میں آئمہ کے مابین اختلاف ہے۔ (امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک قسم لی جائے گی اور صاحبینؒ کے نزدیک نہیں)

طلاق کو بچے کی پیدائش سے مخصوص کرنا:

مسئلہ......(13) وان قال۔

"اور اگر کسی نے اپنی بیوی سے کہا کہ جب تیرے ہاں بچہ پیدا ہو تو تجھے طلاق، پھر ایک عورت نے اس کی بیوی سے بچے کی ولادت کی گواہی دے دی، تو امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک طلاق نہ ہوگی اور صاحبینؒ کے نزدیک طلاق واقع ہو جائے گی۔"

صاحبینؒ کی دلیل یہ ہے کہ ولادت کے بارے میں ایک عورت کی گواہی معتبر ہوتی ہے۔ حضور ﷺ کا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

ارشاد ہے: شھادہ النساء جائزہ فیما لا یستطیع الرجال النظر الیہ" (ایسے امور میں جن سے مردوں کا دیکھنا جائز نہیں عورتوں کی شہادت قبول ہوگی۔) نیز اس لیے بھی کہ جب ایک عورت کی شہادت ولادت کے متعلق قبول کی جاسکتی ہے تو ان امور کے بارے میں بھی قبول کرلی جائے گی جو اس ولادت پر مبنی ہوتے ہیں اور پھر مزید یہ کہ زیر بحث صورت میں طلاق بھی ولادت پر مبنی ہے۔

امام ابو حنیفہؒ کی دلیل یہ ہے کہ عورت نے اپنے شوہر کے حانث ہونے کا دعویٰ کیا ہے اس لیے عورت کی گواہی سے اس پر طلاق کا وقوع ہوگیا ہے۔ اور یہ قسم ٹوٹنے کا دعویٰ مکمل گواہی کے بغیر قبول نہیں کیا جاسکتا۔ اس لیے کہ ولادت کے سلسلے میں عورتوں کی گواہی کا قبول کیا جانا ضرورت کے تحت ہے۔ للذا اس کا اثر طلاق کے حق میں ظاہر نہ ہوگا۔ کیوں کہ طلاق ولادت سے الگ بھی ہوسکتی ہے۔

خاوند کی طرف سے حمل کا اقرار:

مسئلہ.........(14)

"اور اگر خاوند قرار حمل کا اعتراف کر چکا ہو تو امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک گواہی کے بغیر طلاق ہو جائے گی" اور صاحبین کے نزدیک دایہ کی گواہی شرط ہے۔ اس لیے کہ حنث کا دعویٰ کرنے کے لیے گواہی ضروری ہے اور جیسا کہ ہم اوپر ذکر کر چکے ہیں کہ اس بارے میں دایہ کی شہادت حجت ہے۔

امام ابو حنیفہؒ کی دلیل یہ ہے کہ حاملہ ہونے کا اقرار دراصل بچے کی ولادت ہونے کا اقرار ہے۔ نیز اس لیے بھی کہ خاوند نے بیوی کے امانت دار ہونے کا اقرار کیا ہے۔ للذا امانت واپس کرنے میں عورت کا قول قابل قبول ہوگا۔

حمل کی زیادہ سے زیادہ مدت:

مسئلہ.........(15) واکثر مدہ الحمل۔

"(القدوریؒ فرماتے ہیں کہ) حمل کی زیادہ سے زیادہ مدت دو سال ہے" اس لیے کہ حضرت عائشہؓ کا ارشاد ہے کہ "بچہ دو سال سے زیادہ پیٹ میں نہیں رہ سکتا" خواہ تکلے کے سائے کی طرح ہی کیوں نہ ہو۔

"اور حمل کی کم از کم مدت چھ ماہ ہے۔" باری تعالیٰ کا ارشاد ہے: "وحملہ وفصالہ ثلاثون شھرا" (الاحقاف) اور اس کا حمل اور دودھ چھڑانا تیس ماہ ہے۔ پھر فرمایا: (وفصالہ فی عامین) اور اس کا دودھ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

چھڑانا چھ ماہ میں ہوتا ہے۔ لہٰذا حمل کی مدت چھ ماہ باقی رہ گئی۔

امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ حمل کی زیادہ سے زیادہ مدت چار سال ہے۔ ہماری بیان کردہ روایت امام شافعیؒ پر حجت ہے۔ اس لیے کہ حضرت عائشہؓ نے یہ بات آنحضرت ﷺ سے سنی ہو گی۔ اس لیے کہ ایسے امور میں عقل کی رسائی نہیں ہو سکتی۔

خود آزمائی

1- ثبوت نسب کے لئے شریعت نے کم سے کم اور زیادہ سے زیادہ جو مدت مقرر کی ہی اس کی حکمت کی وضاحت کرتے ہوئے تشریح کیجئے۔

2- طلاق رجعی اور طلاق بائن کی صورت میں کتنی مدت بعد تک کا بچہ اس کے فراش (سابق نکاح) کی طرف منسوب ہوگا۔

3- کیا بچے کی ولادت پر شرعی شہادت کا قیام ضروری ہے یا ایک عورت کی گواہی کافی ہے۔ اختلاف مذاہب کی وضاحت کیجئے۔

4- حمل کی زیادہ سے زیادہ مدت اور کم سے کم مدت پر بحث کیجئے۔

5- اگر کوئی شخص کسی لڑکے کو اپنا بیٹا مان لے اور پھر اس کے مرنے کے بعد اس کی ماں یہ دعویٰ کرے کہ وہ تو اس کی بیوی تھی تو کیا اس کے ترکے میں حصہ دار ہو گی؟

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

بچے کے پرورش کی ذمہ داری

بچے کی پرورش کے احکام اور یہ کہ اس کی پرورش کا زیادہ حقدار کون ہے ؟

مسئلہ........ (1) واذا وقعت الفرقه.

"اور جب میاں بیوی میں جدائی ہو جائے تو ماں بچے کو پرورش کرنے کی زیادہ حقدار ہے"

جیسا کہ حدیث میں ہے کہ ایک عورت نے رسول اکرم ﷺ کی خدمت میں عرض کیا یارسول ﷺ میرا یہ بیٹا ہے کہ میرا شکم اس کے لئے ظرف میری گود اس کے لئے خیمہ اور میری چھاتی اس کے لئے پینے کا ڈول رہی۔ مگر اس کا باپ سمجھتا ہے کہ وہ اسے مجھ سے چھین لے گا۔ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا جب تک کہ تو دوسری شادی نہ کرلے بچے کی تو ہی زیادہ حقدار ہے"۔

نیز اس لئے بھی کہ والدہ میں زیادہ شفقت ہوتی ہے" لہٰذا وہ پرورش کے فرائض خوبی انجام دے سکتی ہے' لہٰذا بچے کو اس کے سپرد کرنے میں بچے پر شفقت ہوگی۔ اسی بات کی جانب اشارہ کرتے ہوئے حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا تھا اے عمر اس کی ماں کا تھوک بھی اس خالص شہد سے بہتر اور افضل ہے جو تیرے پاس اسے ملے گا" انہوں نے یہ بات اس وقت فرمائی جب حضرت عمرؓ اور ان کی بیوی میں جدائی واقع ہو گئی تھی اور صحابہؓ کی ایک بڑی تعداد وہاں موجود تھی اور حضرت ابوبکرؓ کے اس ارشاد پر کسی نے اعتراض نہیں کیا۔

(بچے کی پرورش کے اخراجات باپ کے ذمے ہوں گے۔ جنہیں ہم باب النفقات میں بیان کریں گے)

ماں کے علاوہ بچے کی پرورش کے ذمہ دار :

مسئلہ...............(2)

"اور بچے کی پرورش کے بارے میں اس کی ماں کو مجبور نہ کیا جائے گا اس لئے کہ ممکن ہے وہ اس کی پرورش سے قاصر ہو۔"

"اور اگر بچے کی ماں نہ ہو تو اس کی دادی کی نسبت اس کی نانی پرورش کی زیاد حقدار ہوگی۔ خواہ وہ اس سے اوپر (نانی کی ماں ہی ہو)" اس لئے کہ یہ ولایت ماں کی طرف سے حاصل ہوتی ہے۔

"اور اگر نانی موجود نہ ہو تو بہنوں کے مقابلے میں دادی بچے کی پرورش کی زیادہ اہل ہوگی" اس لئے کہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

ایک لحاظ سے دادی کو ماں کی حیثیت حاصل ہے اس لئے وہ ان جیسی میراث یعنی چھٹا حصہ حاصل کرتی ہے۔ اور پیدائش قرابت کی بناء پر اس میں اولاد کیلئے شفقت زیادہ ہوتی ہے۔

"اور اگر بچے کی دادی نہ ہو تو پھوپھیوں اور خالاؤں کے مقابلے میں اس کی بہنوں کا حق مقدم ہوگا" اس لئے کہ وہ بچے کے والدین کی بیٹیاں ہیں اس لئے انہیں وراثت میں بھی پھوپھیوں اور خالاؤں پر فوقیت دی جاتی ہے ایک روایت یہ بھی ہے کہ پھوپھی سے خالہ مقدم ہے۔ اس لئے نبی اکرم ﷺ کا ارشاد ہے "خالہ بھی والدہ ہوتی ہے" اور اللہ تعالیٰ کے ارشاد مبارک "ورفع ابویه علی العرش" کی تفسیر میں ایک قول یہ کہ کہ وہ حضرت یوسفؑ کی خالہ تھیں۔

پرورش کرنے کے حق دار رشتہ دار :

مسئلہ..............(3)متقدم الاخت

"پھر ماں اور باپ دونوں کی طرف سے جو بچے کی بہن ہو وہ دوسری بہنوں سے مقدم ہوگی۔ اس لئے کہ قدرتی طور پر اس میں بچے کے لئے شفقت زیادہ ہوتی ہے"

"اس کے بعد میں ماں کی طرف سے بہن کا درجہ ہے پھر باپ کی طرف سے بہن کا" اس لئے کہ ان جملہ عورتوں کے لئے پروش کا حق ماں کی طرف سے ہے۔ (لہٰذا ماں کی طرف سے رشتہ داری کو اولیت حاصل ہوگی) (علاوہ ازیں اس لئے بھی کہ خالاؤں کو پھوپھیوں پر فوقیت حاصل ہوگی خالائیں ماں سے رشتے میں قریب تر ہیں اور یہی قرابت ترجیح کا باعث ہے۔

"خالاؤں میں بھی باہمی طور پر وہی ترتیب حاصل ہوگی جو بچے کی بہنوں میں تھی"

مطلب یہ ہے کہ والدین کی طرف سے خالہ کو ترجیح ہوگی۔ پھر ماں کی طرف سے قرابت کا درجہ ہوگا۔ "پھوپھیوں کے آپس میں بھی یہی حکم ہوگا۔ البتہ مذکورہ عورتوں میں سے بھی جو عورت بھی نکاح کرے گی اس کا حق حفاظت و پرورش ساقط ہو جائے گا" دلیل وہی حدیث ہے قبل ازیں پیش کی گئی نیز اس لئے بھی جب اجنبی شخص ماں کا خاوند ہوگا تو وہ بچے کو گھٹیا چیزیں دے گا۔ اور اس کو حقارت آمیز نظروں سے دیکھے گا لہٰذا ایسے ماحول میں اس کے لئے شفقت موجود نہ ہوگی۔

القدوری فرماتے ہیں کہ "اگر بچے کی نانی اپنا نکاح بچے کے دادے سے کرلے تو اس کا حق حفاظت ساقط نہ ہوگا"

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اس لئے کہ دادا بمنزلہ والد ہوتا ہے۔ لہٰذا وہ اس کی حضانت پوری شفقت سے کرے گا" اور ہر اس خاوند کا یہی حکم ہے جو بچے کا رشتہ دار اور محرم ہو" اس لئے کہ قریبی رشتہ داری کی بنا پر اس کے لئے شفقت قائم رہتی ہے۔

"اور اگر کسی عورت کا حق پرورش کسی شخص سے نکاح کرنے کی بناء پر سے ساقط ہو جائے پھر وہ اس خاوند سے جدا ہو جائے تو بچے کا حق حضانت اسے پھر مل جائے گا" اس لئے کہ جو امر اس حق سے مانع تھا وہ اب زائل ہو چکا ہے۔

"اگر بچے کی پرورش کے لئے اس کے خاندان سے کوئی عورت موجود نہ ہو اور اس کی پرورش میں مردوں کے درمیان اختلاف ہو جائے تو ان میں سے سب سے زیادہ حق دار وہ ہو گا جو عصبہ ہونے کے لحاظ سے بچے کے زیادہ قریب ہو" اس لئے کہ ولایت قرابت کی بنیاد پر حاصل ہوتی ہے۔ عصبات کی ترتیب اپنے موقع پر بیان ہو چکی ہے۔ البتہ یہ بات ضروری ہے کہ نابالغ لڑکی کو کسی ایسے عصبہ (رشتہ دار) کے سپرد نہ کیا جائے جو اس کا محرم نہ ہو۔ جیسے آزاد کردہ عورت کا آقا یا چچازاد پر تاکہ ممکنہ طور پر فتنے سے بچاؤ ہو سکے۔

پرورش کب تک :

مسئلہ ....(5) وللام والجدة

"اور ماں اور نانی لڑکے کی پرورش کی اس وقت تک حقدار ہیں جب تک کہ بچہ اکیلا کھانے لباس پہننے اور طہارت کر سکنے کے قابل نہ ہو جائے امام محمدؒ نے الجامع الصغیر میں لکھا ہے کہ جب تک کہ بچہ دوسرے کی مدد سے بے نیاز نہ ہو جائے۔ اس طرح کہ اکیلا کھانا کھا سکے۔ پی سکے اور خود لباس پہن سکے" مذکورہ عبارتوں کا مقصد ایک ہی ہے اس لئے کہ بچے میں دوسرے سے عدم احتیاج اور استغناء اس وقت پیدا ہوتا ہے جب وہ خود استنجا کرنے پر قادر ہو جائے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ بچہ جب دوسروں سے بے نیازی کے درجہ کو پہنچ جائے گا تو اس کی عمر کا یہ تقاضا ہو گا کہ اسے شرفاء کے طریقے کے مطابق اچھا ادب و اخلاق سکھایا جائے جس کے لئے باپ زیادہ موزوں ہے۔

ابوبکر نے خصاف درجہ استغناء کا اندازہ سات سال کی عمر سے کیا ہے (کہ بچہ اس کے بعد دوسروں کا محتاج نہیں رہتا)

ماں اور نانی کی پرورش کی ذمہ داری :

مسئلہ............(6) والام

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

"پھر ماں اور نانی لڑکی کی پرورش کے اس وقت تک زیادہ مقدار ہیں جب تک وہ بالغہ نہ ہو جائے"

اس لئے کہ کھانے پینے میں دوسروں سے مستغنی ہونے کے بعد اس کو عورتوں کے آداب سکھانے کی ضرورت ہوتی ہے اور ایک عورت اس کام کے لئے زیادہ موزوں ہے۔ اور بلوغ کے بعد لڑکی کا نکاح کرنے اور اس کی حفاظت کرنے کی زیادہ ضرورت ہوتی ہے جس کے لئے باپ زیادہ استطاعت رکھتا ہے۔

امام محمدؒ سے روایت ہے کہ جب بچی بالغ ہو جائے تو اسے باپ کے سپرد کر دیا جائے اس لئے کہ اب اس کی حفاظت کی ضرورت ثابت ہو چکی ہے جو باپ ہی کر سکتا ہے۔

"اور ماں اور نانی کے علاوہ دوسری عورتیں بھی بچے کی پرورش کی اس وقت تک حقدار ہیں جب تک لڑکی کے دل میں شہوتی خواہشات پیدا نہ ہونے لگ جائیں۔"

اور الجامع الصغیر میں ہے کہ دوسری عورتیں اس وقت تک پرورش کی حقدار ہیں جب تک کہ بچی دوسروں کی مدد سے مستغنی نہ ہو جائے "اسی لئے ماں اور نانی کے سوا کوئی دوسری رشتہ دار عورت اس سے خدمت لینے کی حقدار نہیں اور اسے اجارہ اور نوکری پر بھی نہیں بھیج سکتی اس لئے کہ اس سے مقصد حاصل نہ ہوگا خلاف ماں اور نانی کے اس لئے کہ انہیں اس سے خدمت لینے کا حق شرعاً حاصل ہے۔

القدوریؒ فرماتے ہیں کہ "جب کسی باندی کا آقا اس کو آزاد کر دے یا کوئی ام ولد آزاد ہو جائے تو بچے کی پرورش میں ان کا حق بھی ایک آزاد عورت جیسا ہوگا"

اس لئے کہ ثبوت حق کے وقت وہ دونوں آزاد ہیں "لیکن آزادی سے قبل دونوں کو بچے کی پرورش کا حق حاصل نہ ہوگا" اس لئے کہ وہ اپنے آقا کی خدمت داری کی بناء پر بچے کی پرورش کی ذمہ داریاں کما حقہ ادا کرنے سے قاصر ہوتی ہیں

غیر مسلم ماں کے بچے کی پرورش کی ذمہ داری:

مسئلہ..............(7)

"اگر ذمیہ کے ہاں (عیسائی یا یہودی عورت) مسلمان خاوند سے بچہ پیدا ہوتا ہو تو اس بچے کی پرورش کی حق دار اس کی ماں ہے جب تک کہ وہ بچہ ادیان سے آشنا نہ ہو جائے گا یا یہ اندیشہ نہ ہو جائے کہ وہ والدہ کی بناء پر کفر سے مانوس ہو جائے گا"

اس لئے کہ اس عمر سے پہلے بچہ ماں ہی کی شفقت میں پروان چڑھتا ہے البتہ اس کے بعد نقصان کا اندیشہ ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

اور شریعت میں پرورش کے سلسلے میں (زیر پرورش) لڑکے یا لڑکی کو کوئی اختیار حاصل نہیں ہوتا" امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ انہیں اختیار حاصل ہوتا ہے اس لئے کہ آنحضرت ﷺ نے انہیں اختیار دیا ہے۔

احناف دلیل ہے کہ بچہ اپنی کم عقلی کی بناء پر والدین میں سے اسے پسند کرے گا۔ جس کے پاس اسے زیادہ آرام ہوگا اور جو اسے کھیل کود سے نہ روکے گا للذا اس میں نظر شفقت ثابت نہیں ہوتی۔ (اس لئے کہ اس سے بچہ آوارہ ہو جائے گا) اور یہ بات صحیح طور پر ثابت ہے کہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیھم نے بچوں کو اس بارے میں خیار نہیں دیا اور پیش کردہ روایت (تو اس قاعدے سے مستثنیٰ ہے) کہ اس لئے کہ نبی اکرم ﷺ کی دعا سے بچے کو اچھی توفیق مل گئی یا اس حدیث کا یہ مفہوم ہے کہ بچہ اس وقت بالغ تھا۔

خود آزمائی نمبر 1

1- اگر میاں بیوی میں جدائی ہو جائے تو بچے کی پرورش اور حفاظت کا کون زیادہ حق دار ہوگا ماں یا باپ اور یہ حکم کتنی عمر تک نافذ العمل رہے گا۔

2- بچے اور اس کی ماں کے نفقے کے ضمن میں رشتہ داروں کے مابین جو ترتیب ہے اس کی وضاحت کیجئے؟۔

3- حضانت (پرورش) میں اختلاف مذاہب کے احکام پر بحث کیجئے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

والدہ کا اپنے زیر تربیت بچے کے ساتھ شہر سے باہر جانا

مسئلہ..........(8) دلالت:

•اور اگر مطلقہ عورت یہ چاہے کہ وہ اپنے بچے کو شہر سے باہر لے جائے تو وہ ایسا نہیں کر سکتی"

اس لئے کہ اس میں باپ کے حق کا نقصان ہے "البتہ وہ اپنے اس علاقے میں جہاں اس کا نکاح ہوا تھا جہاں چاہے لیجا سکتی ہے اس لئے کہ خاوند نے نکاح کے بعد رواج اور شرع کے مطابق وہیں قیام کرنا اپنے ذمے لازم کیا تھا۔ اور نبی اکرم ﷺ کا ارشاد ہے کہ جس شخص نے کسی شہر میں نکاح کیا تو وہ انہیں میں سے ہو جاتا ہے "اسی لئے حربی ذمی بن جاتا ہے۔

اور اگر وہ اپنے وطن کے علاوہ کسی ایسے شہر میں جہاں اس کا نکاح ہوا تھا لے جانا چاہئے تو القدوریؒ کی عبارت سے اشارۃ یہ معلوم ہوتا ہے کہ اسے یہ حق حاصل نہ ہوگا اور یہی روایت (المبسوط کی) کتاب الطلاق کی ہے مگر الجامع الصغیر میں (امام محمدؒ) نے لکھا ہے کہ عورت کو مذکورہ حق حاصل ہوگا اس لئے کہ جس علاقے میں عقد نکاح سر انجام پایا ہو عقد کے احکام بھی اس جگہ واجب ہوتے ہیں جیسے کہ بیع کی صورت میں جس جگہ اس کا انعقاد ہوا ہو فروخت شدہ شے کی سپرداری اسی جگہ ضروری ہے اور من جملہ احکام عقد میں سے ایک یہ بھی ہے کہ اولاد کی پرورش اپنے ساتھ رکھ کر کی جائے

(المبسوط کی) کتاب الطلاق کی روایت کی دلیل یہ ہے کہ نکاح کے کسی اجنبی علاقے میں انعقاد سے عرفاً وہیں قیام لازم نہیں آتا۔ اور یہی قول زیادہ صحیح ہے۔

خلاصہ یہ کہ ماں کے لئے بچے کو وہاں سے باہر لیجانے کے لئے ضروری ہے کہ اس میں دونوں باتیں موجود ہوں ثانیا یہ کہ نکاح بھی وہیں ہوا ہو۔

یہ حکم اس وقت ہے جب دونوں شہروں کے مابین طویل مسافت ہو لیکن اگر دونوں شہروں میں مسافت اتنی کم ہو کہ باپ جب چاہے اپنے بچہ کو دیکھ کو رات کو اپنے گھر واپس جا سکتا ہو تو وہاں اس کے لیے جانے میں مضائقہ نہیں یہی حکم ہے دو قصبوں کے متعلق ہے اس طرح اگر عورت بچے کو گاؤں سے شہر کی طرف لے جائے تو کوئی مضائقہ نہیں اس لئے کہ اس میں بچے کی بھلائی ہے کہ وہ اس سے شہر والوں کے اخلاق سیکھ لے گا اور باپ کا بھی اس میں کچھ نقصان نہیں اس کے برعکس اگر (ماں بچے کو) شہر سے گاؤں لے جانا چاہئے تو یہ بات بچے کے حق میں مضر ہے اس لئے کہ وہ بدوؤں کے اخلاق سے متاثر ہوگا للذا ماں کو اسے وہاں لے جانے کا حق نہ ہوگا۔

خود آزمائی نمبر 2

1- اگر میاں بیوی میں طلاق ہو جائے اور بچہ حسب دستور ماں کے پاس ہو تو کیا وہ اس بچے کو لیکر شہر سے باہر جا سکتی ہے؟ اس کی مختلف صورتوں کے احکام کی وضاحت کیجئے؟

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

2- نفقے کا بیان

خاوند کی ذمہ داری :

مسئلہ............(1) النفقة واجبة

(القدوریؒ فرماتے ہیں کہ)"بیوی خواہ مسلمان ہو یا کافر اس کے اخراجات کا ذمہ دار خاوند ہے بشرطیکہ اس نے خود کو خاوند کے گھر میں اس کے حوالے کر دیا تو اب اس کے اخراجات از قسم لباس و پوشاک اور رہائش کا انتظام کرنا مرد کے ذمے ہوگا" اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ فرمایا "لینفق ذو سعته من سعته (صاحب وسعت اپنی طاقت کے مطابق نفقہ دے" نیز فرمایا "وعلى المولود له رزقهن وكسوتهن بالمعروف (بچے کے باپ پر ان کی ماؤں کا کھانا اور کپڑے پہنانا اعتدال کے ساتھ واجب ہے۔"

اور نبی اکرم ﷺ نے حجۃ الوداع کے دن اپنے خطبے میں ارشاد فرمایا تھا کہ "تم پر تمہاری عورتوں کے کھانے پینے اور لباس کی ذمہ داریاں میانہ روی کے ساتھ واجب ہیں

نیز اس لئے بھی کہ نفقہ دراصل مرد کے عورت کو اپنے پاس روک رکھنے کا معاوضہ ہے اور جو بھی دوسرے کے مقصود کے لئے محبوس ہو اس کا نفقہ روکنے والے کے ذمے ہوتا ہے اس کی مثال قاضی اور عامل زکوۃ کی ہے کہ ان کے اخراجات بیت المال سے ادا کیے جاتے ہیں اور چونکہ دلائل میں مسلمان اور غیر مسلمان میں کوئی فرق نہیں ہے لہٰذا اس میں مسلمان اور کافر دونوں برابر ہیں۔

نفقہ کی مقدار میں مرد اور عورت کی حیثیت کا لحاظ :

مسئلہ..............(2) وتعتبرني والك

"اور نفقہ مقدار کے سلسلے میں مرد اور عورت دونوں کی حیثیت کا لحاظ ہوگا"

مصنفؒ فرماتے ہیں کہ احناف نے بھی اس رائے کو اختیار کیا ہے اور فتویٰ بھی اس پر ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ اگر میاں بیوی دونوں خوشحال ہوں تو نفقہ بھی خوشحالی اور آسودگی کے مطابق واجب ہوگا اور اگر وہ دونوں مفلوک الحال اور تنگ دست ہوں تو نفقہ پھر ان کی حالت کے مطابق ضروری ہوگا اگر شوہر آسودہ حال ہو اور بیوی مفلوک الحال تو اسے تنگدست عورتوں سے بڑھ کر اور مالدار عورتوں سے کم تر نفقہ ملے گا۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

الکرخیؒ اور امام شافعیؒ کے نزدیک تمام عورتوں میں مرد کے حال ہی کو پیش نظر رکھا جائے گا اس لئے کہ باری تعالیٰ کا ارشاد ہے "لینفق ذو سعته من سعته (وسعت والا اپنی وسعت کے مطابق نفقہ دے"۔

احناف کے قول کی دلیل یہ ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے حضرت ابو سفیانؓ کی بیوی ہندہ کو فرمایا تھا "خذی من زوجك ما يكفيك و ولدك بالمعروف (تو اپنے شوہر کے مال سے اس قدر لے جو معروف طور پر تجھے اور تیری اولاد کے لئے کافی ہو) کہ آپ ﷺ نے ہندہ کی حالت کا اعتبار فرمایا تھا۔

نیز اس لئے بھی کہ اس میں حکمت ہے کہ عورت کا نفقہ برائے کفایت واجب ہوتا ہے اور مفلس عورت کو امیر عورت جیسی کفایت کی ضرورت نہیں لہٰذا اس کے لئے زیادتی کے کوئی معنی نہ ہوں گے۔

جہاں تک نص کا تعلق ہے احناف بھی اس کے مطابق حکم کے قائل ہیں کہ مرد کو اپنی طاقت وسعت کے مطابق ہی نفقہ دینے کا حکم ہے اور جس قدر باقی رہے گا وہ اس کے ذمے قرض ہوگا۔ (کہ "عورت کی مالی حیثیت کے مطابق اسے ادائیگی کرے اور جو بچ جائے گا تو وہ اس پر قرض ہوگا) اور ارشاد باری میں معروف سے مراد "میانہ روی" ہے اس لئے کہ واجب یہی ہے۔

اس وضاحت سے یہ بات بھی واضح ہو گئی کہ نفقے کے سلسلے میں کوئی مقدار معین نہیں کی جاسکتی جیسا کا امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ خوش حال پر نصف صاع اور تنگ دست پر چوتھائی صاع اور متوسط پر ڈیڑھ مد ضروری ہے۔ اس لئے کہ جو شے بطور کفایت ضروری ہو وہ شرعی طور پر معین نہیں ہو سکتی۔

عورت کے نفقہ کی مدت:

مسئلہ..........(3) وان امتنعت

"اور اگر عورت خاوند کی طرف سے مہر ادا کرنے تک خود کو اس کے سپرد کرنے سے رک جائے تو بھی اسے نفقہ ملے گا" اس لئے کہ وہ اپنے حق کی بناء پر خود کو اس سے "روک" رہی ہے تو عورت کا مرد کے لئے محبوس نہ ہونا ایک ایسے سبب کی بناء پر ہے جو شوہر کی طرف سے پایا گیا ہے لہٰذا یہ سمجھا جائے گا کہ عورت نے خود کو اس سے نہیں روکا بلکہ وہ اس کے لئے محبوس رہی ہے۔

"اور اگر عورت کی طرف سے سرکشی کا اظہار ہو تو جب تک وہ مرد کے گھر واپس نہ آجائے اسے نفقہ نہیں ملے گا"

اس لئے کہ یہاں محبوس ہونے کو خود عورت نے روکا ہے اور پھر جب وہ خاوند کے گھر واپس آجائے گی تو

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

اس کا محسوس ہونا پایا جائے گا للذا نفقہ بھی واجب ہوگا خلاف اس صورت کے جب عورت مرد کو مباشرت سے مانع ہو کہ اس صورت میں نفقہ ساقط نہ ہوگا اس لئے کہ احتباس موجود ہے اور شوہر اس کی رضامندی کے خلاف بھی اس سے مباشرت کر سکتا ہے۔

کم عمر عورت کا نفقہ :

مسئلہ..........(4)وان كانت صغوره

"اور اگر وہ اتنی کم عمر ہو کہ اس سے تمتع نہ کیا جا سکے تو خاوند پر اس کا نفقہ ضروری نہ ہوگا"

اس لئے کہ مباشرت کا ممنوع ہونا ایک ایسی عادت کی بناء پر ہے جو عورت کی طرف سے پیش آئی ہے اور نفقہ ایسا احتباس سے واجب ہوا کرتا ہے جو نکاح کے مقصود (مباشرت) تک رسائی کا ذریعہ ہو مگر مذکورہ احتباس اس نوع کا نہیں ہے للذا اس کے لئے (نفقہ) ضروری نہ ہوگا البتہ عورت کے بیمار ہونے کی صورت کا حکم مختلف فیہ ہے۔ کہ اس کا نفقہ ہرگز ساقط نہ ہوگا ہم عنقریب اس کی تفصیل بیان کریں گے۔

اور امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ نابالغ لڑکی کے لئے بھی نفقہ ضروری ہے اس لئے کہ ان کے نزدیک نفقہ شوہر کی ملکیت کا معاوضہ ہے جیسا کہ باندی کا نفقہ مالک کے ذمے ضروری ہے۔ ہمارے نزدیک مہر ملک کا معاوضہ ہے اور ایک ہی چیز کے دو عوض اکٹھے نہیں سکتے۔ اس لئے کم سن مہر کی حقدار ہوگی نفقہ کی نہیں۔

کم عمر شوہر کے ذمہ نفقہ :

مسئلہ..........(5) وان كان الزوج

"اور اگر شوہر اتنا کم عمر ہو کہ مباشرت پر قدرت نہ رکھتا ہو مگر بیوی بڑی عمر کی ہو تو اسے خاوند کے مال میں سے نفقہ دیا جائے گا"

اس لئے کہ عورت کی طرف سے اپنے آپ کو سپرد کرنا ثابت ہو چکا ہے اور مباشرت سے معذوری تو شوہر کی طرف سے ہے وہ (نامرد) یا مقطوع العضو (خاوند) کی طرح تصور ہوگا۔

قرض میں محبوس عورت کا نفقہ :

مسئلہ..........(6) واذا حسبت العمراة

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

"اور اگر کوئی عورت کسی قرض میں محبوس میں ہو تو اس کا نفقہ محبوس کرنے والے کے ذمے نہیں ہو گا"

اس لئے کہ احتباس کو ختم کرنا عورت کے اپنے بس میں ہے کہ وہ قرض کی ادائیگی کر دے لیکن اگر اس کا خاتمہ عورت کے بس میں نہ ہو مثلاً اس طرح کے قرض کی وہ ادائیگی سے قاصر ہو تو شوہر سے نفقے کا مطالبہ نہیں کیا جا سکتا۔ اس طرح اگر کوئی شخص عورت کو زبردستی اغوا کر کے لے جائے تو بھی خاوند پر نفقہ واجب نہیں ہو گا مگر امام ابو یوسفؒ فرماتے ہیں کہ اس صورت میں اسے نفقہ دینا پڑے گا۔ فتویٰ پہلے قول ہی پر ہے اس لئے کہ احتباس کا نہ ہونا شوھر کی طرف سے نہیں ہے کہ اسے حکماباقی قرار دیا جائے اس طرح اگر عورت اپنے کسی محرم کے ساتھ حج کے لئے چلی جائے تو بھی شوھر کے ذمہ سے نفقہ ساقط ہو جائے گا اس لئے کہ احتباس کا نہ ہونا عورت کی طرف سے پایا گیا ہے۔

امام ابو یوسفؒ اس صورت میں وجوب نفقہ کے قائل ہیں اس لئے کہ شرعی فرض کی تکمیل ایک عذر ہے لہٰذا امر د پر حضر کا نفقہ ضروری ہو گا سفر کا نہیں۔ اس لئے کہ خاوند پر یہی واجب ہے اور اگر خاوند بیوی کے ساتھ سفر کر رہا ہو تو بالاتفاق خاوند پر نفقہ ضروری ہو گا اس لئے کہ شوہر اس کے ساتھ ہے لہٰذا احتباس موجود ہے لیکن سفر میں بھی وہ اتنا ہی نفقہ دے گا جتنا کہ حالت قیام میں دیا کرتا ہے سفر کے لئے کوئی اضافی نفقہ نہ ہو گا اور مرد پر سفر کا کرایہ دینا بھی ضروری نہیں جیسا کہ پہلے بیان کیا جا چکا ہے۔

بیمار عورت کا نفقہ :

مسئلہ............(7) وان مرضت

"اور اگر عورت اپنے خاوند کے گھر پر بیمار ہو جائے تو اسے نفقہ ملے گا"

قیاس کا تقاضا تو یہ ہے کہ اگر ایسا مرض ہو جو مباشرت سے مانع ہو تو اسے نفقہ نہ ملے اس لئے کہ تمتع والا احتباس نہیں پایا جاتا مگر استحسان کی بناء پر نفقہ ساقط نہ ہو گا اس لئے کہ استحسان تو موجود ہے اور خاوند اس سے انس حاصل کرتا ہے اسے ہاتھ لگاتا ہے اور وہ اس کے گھر کی حفاظت کر رہی ہے مباشرت کی ممانعت تو وہ ایک عارضے کی بناء پر ہے تو گویا امام ابو یوسفؒ کہتے ہیں کہ اگر عورت ایک بار اپنے آپ کو سپرد کر دے پھر بیمار ہو جائے تو سپردگی ہو جانے کی بناء پر نفقہ واجب رہے گا اور اگر پہلے بیمار ہوئی پھر اپنے آپ کو سپرد کیا تو نفقہ ضروری نہ ہو گا اس لئے کہ اس صورت میں سپردگی صحیح نہیں ہے۔ ہمارے مشائخ نے کہا یہی قول صحیح ہے اور مختصر القدوری میں اس کی طرف اشارہ معلوم ہوتا ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

بیوی اور خادم کا نفقہ :

مسئلہ..........(8)وتعرض على الزوج

"اور اگر خاوند خوش حال ہو تو اس پر بیوی اور اس کے خادم کا نفقہ ضروری ہو گا"

اس جگہ اس عبارت کا مقصد خادم کے نفقے کا بیان کرنا ہے اس لئے القدوری کے نسخوں کی عبارت اس طرح ہے۔ وتعرض على الزوج اذا كان موسرا نفقه خادمها عورت کے خادم کا نفقہ واجب قرار دینے کی وجہ یہ ہے کہ شوہر پر بیوی کی کفایت ضروری ہے اور کفایت کی تکمیل میں خادم کا نفقہ بھی شامل ہوتا ہے اس لئے عورت کا خادم کے بغیر گزارہ نہیں۔

"اور عورت کے ایک خادم سے زیادہ کا نفقہ ضروری نہیں" یہ حکم طرفینؒ کے نزدیک ہے امام ابو یوسفؒ فرماتے ہیں کہ دو خادموں کا نفقہ ضروری ہو گا اس لئے کہ اسے ایک خادم تو گھریلو ضروریات کے لئے درکار ہوتا ہے اور دوسرا باہر کے کاموں کے لئے۔

طرفینؒ کہتے ہیں ایک خادم ہی دونوں قسم کے فرائض سر انجام دے سکتا ہے لہٰذا دو کے نفقے کی ضرورت نہیں نیز اس لئے بھی کہ اگر شوہر خود گھر کے کاموں کی دیکھ بھال کرے تو کافی ہو گا۔ اس طرح جب وہ اپنی جگہ کسی شخص کو مقرر کر دے تب بھی جائز ہو گا بعض مشائخ فرماتے ہیں کہ وہ مال دار شوہر پر خادم کا اتنا نفقہ لازم ہے جتنا ایک تنگدست آدمی اپنی زوجہ کو دیتا ہے جو کفایت کا اونیٰ درجہ ہے

القدوری نے اپنے متن کتاب کے اس جملے اذا کان موسرا جب وہ خوش حال سے اس بات کی طرف اشارہ کیا ہے کہ اگر خاوند مفلوج الحال ہو تو اس پر خادم کا نفقہ واجب نہیں ہو گا اور یہی حسن کی امام ابو حنیفہؒ سے روایت ہے اور صحیح قول بھی یہی ہے مگر امام محمدؒ کا قول اس کے خلاف ہے (کہ تنگدست پر بھی خادم کا نفقہ واجب ہو گا مگر (یہ صحیح نہیں ہے) اس لئے کہ تنگدست پر تو ادنی درجے کی کفایت ضروری ہے اور بیوی بذات خود بھی اپنے کاموں کی کفایت کر سکتی ہے۔

نفقہ کی ادائیگی کی قدرت نہ ہونے پر قرض لیکر نفقہ کی ادائیگی :

مسئلہ............(9) ومن اعسر

"اور اگر کوئی شخص زوجہ کا نفقہ دینے سے قاصر ہو جائے تو دونوں کے درمیان جدائی نہ کی جائے گی بلکہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

قاضی اس کی بیوی سے کہے گا کہ وہ اپنے خاوند کی ذمہ داری پر کسی سے قرض لے لے"

امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ اس صورت میں ان میں تفریق کرادی جائے گی اس لئے کہ رواج کے مطابق شوھر اسے اپنے پاس رکھنے سے قاصر ہے لہٰذا قاضی جدائی کرنے میں اس کا نائب ہوگا جیسا کہ مجبوب (مقطوع العضو) اور عنین کی صورت میں یہی حکم ہے۔ بلکہ نفقہ سے عاجزی کی صورت میں تو قاضی بدرجہ اولی خاوند کا قائم مقام ہوگا اس لئے کہ نفقہ کی ضرورت سب سے شدید ہوتی ہے۔

احناف کی دلیل یہ ہے کہ اس طرح (جدائی سے) مرد کا حق (مباشرت) کلیۃً باطل ہو جاتا ہے جب کہ عورت کا حق نفقہ متاخر بھی ہو سکتا ہے (کہ وہ قرض لے لے) لیکن مرد کے حق کو ختم کرنے میں یقیناً زیادہ نقصان ہے اس لئے کہ قاضی کے فیصلے سے نفقہ مرد کے ذمے قرض ہو جاتا ہے اور عورت اس سے یہ قرض آئندہ زمانے میں وصول کر سکتی ہے نیز مال کی حیثیت نکاح کے سلسلے میں ضمنی ہے لہٰذا اسے نکاح کے مقصود حقیقی کے ساتھ نہیں ملایا جائے گا۔

قاضی کی طرف سے نفقہ لازم کرنے کے ساتھ ساتھ قرض لینے کا حکم دینے سے یہ فائدہ ہے کہ عورت قرض کو مرد کے ذمے ڈال دے گی اس لئے کہ عورت اگر قاضی کے حکم کے بغیر قرض لے لے تو قرض خواہ اس سے مطالبہ کرے گا نا کہ خاوند سے۔

مفلسی کے نفقہ کے بعد خوشحال کا نفقہ :

مسئلہ ....(10) واذا قضی

"اور اگر قاضی نے خاتون خانہ کے لئے مفلسی کا نفقہ ضروری قرار دیا مگر پھر اس کا شوھر مالدار ہو گیا اور عورت نے دعویٰ دائر کر دیا تو قاضی خوشحالی کے نفقے کے مطابق اس کی تکمیل کرائے گا"

اس لئے تنگ دستی کا نفقہ خوشحالی کے نفقے سے بدلتا رہتا ہے اور قاضی نے جو حکم دیا تھا وہ ایسے نفقے کا اندازہ تھا جو خاوند پر واقعی واجب نہ تھا لہٰذا جب شوہر کے حالات میں تبدیلی آگئی تو بیوی کو اپنے پورے حق کے مطالبہ کرنے کا اختیار ہے

عورت کی طرف سے نفقہ کا دعویٰ

مسئلہ...... ....(11) واذا مضت مدة

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

"اور اگر کچھ مدت گزرنے تک مرد نے نفقہ نہ دیا اور عورت نے اس سے گذشتہ نفقے کا مطالبہ کر دیا۔ تو اسے ان دو صورتوں کے سوا نفقہ نہیں ملے گا ایک یہ کہ عدالت نے نفقے کی کوئی خاص مقدار اس کے لئے مقرر کر دی ہو دوم یہ کہ بیوی نے نفقے کی کسی خاص مقدار پر خود مرد سے مصالحت کر لی ہو تو ان دونوں صورتوں میں قاضی اس کے گذشتہ نفقہ کی ادائیگی کا حکم دے گا" اس لئے کہ نفقہ عطیہ (احسان کے) صلہ کی حیثیت رکھتا ہے۔ احناف کے نزدیک جیسا کہ ہم اوپر بیان کر آئے ہیں پہلے ملک نکاح کا معاوضہ نہیں ہے۔ لہٰذا اس کا وجوب فقط قاضی کے فیصلے سے ہی مستحکم ہو گا جیسا کہ ہبہ کی صورت میں جب تک کہ اسے مضبوط کرنے والی چیز یعنی قبضہ نہ پایا جائے ملکیت واجب نہیں ہوتی اور میاں بیوی کا کسی خاص مقدار پر باہم رضامند ہو جانا بھی عدالتی فیصلے کی طرح ہو گا اس لئے کہ شوہر کو اپنی ذات پر قاضی سے بڑھ کر ولایت حاصل ہے بخلاف مہر کے اس لئے کہ وہ تو ملکیت نکاح کا تمم البدل ہوتا ہے (لہٰذا وہ ہر صورت واجب ہو گا)

عورت کے نفقہ کا سقوط:

مسئلہ..............(12) وان مات الزوج

"اور اگر شوہر نفقے کے عدالتی فیصلے کے بعد مر گیا اور کئی مہینے گزر گئے تو عورت کا نفقہ ساقط ہو جائے گا" یہی حکم اس وقت ہے جب بیوی مر جائے (کہ اس صورت میں بھی نفقہ ساقط ہو جائے گا) اس لئے کہ نفقہ تو ایک عطیہ ہے اور (دونوں فریقوں میں سے کسی ایک کی) موت سے عطیات ساقط ہو جاتے ہیں جیسا کہ کسی شخص نے کوئی چیز ھبہ کی مگر موھوب لہ کے قبضہ سے پہلے ہی وہ واجب (ہبہ کرنے والا) مر گیا تو ھبہ باطل ہو جائے گا۔

امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ نفقہ قاضی کے فیصلے سے پہلے بھی شوہر کے ذمے قرض ہوتا ہے اور اس کی موت کے بعد بھی ساقط نہ ہو گا۔ اس لئے کہ امام شافعیؒ کے ہاں نفقہ ملکیت نکاح کے تمم البدل کی حیثیت رکھتا ہے لہٰذا یہ دوسرے قرضوں کی طرح ہو گا (جو کہ کسی کے مرنے سے ساقط نہیں ہوتے اس کا جواب ہم اوپر بیان کر آئے ہیں۔

"اور اگر خاوند نے بیوی کو ایک سال کا پیشگی نفقہ دے دیا پھر وہ مر گیا تو بیوی سے کچھ واپس نہیں لیا جائے گا یہ امام ابو حنیفہؒ اور امام ابو یوسفؒ کا قول ہے مگر امام محمدؒ فرماتے ہیں کہ جتنا عرصہ گزر چکا ہو اس کا شکار کر کے بیوی کے پاس رہنے دیا جائے گا اور باقی ماندہ حصہ شوہر کا ہو گا" امام شافعی بھی اس کے قائل ہیں۔

لباس کے سلسلے میں بھی یہی اختلاف ہے اس لئے کہ شوہر کی طرف سے اپنے حق کے لئے احتباس کی بنا پر عورت کا اپنے شوہر پر جس قدر حق تھا وہ اسے پیشگی طور پر وصول کر چکی ہے مگر شوہر کے مرنے سے اس کا یہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

استحقاق باطل ہو گا ہے تو اندازے سے معاوضہ بھی باطل تصور ہو گا جیسا کہ قاضی کی تنخواہ اور مجاہدین کے وظیفے کا یہی حکم ہے۔

شیخینؒ کی دلیل یہ ہے کہ نفقہ ایک عطیہ ہے جس پر عورت قبضہ کر چکی ہے اور عطیات موت کے بعد واپس نہیں کئے جاتے اس لئے کہ ان پر قبضہ مستحکم ہو جاتا ہے جیسا کہ ھبہ میں یہی حکم ہے۔اس بناء پر اگر پیشگی دیا جانے والا نفقہ ضائع ہو جائے اور اس کے ضیاع میں عورت کا ہاتھ نہ ہو تو سب کے نزدیک بالاتفاق کچھ بھی عورت سے واپس نہیں لیا جاتا۔امام محمدؒ سے دوسری روایت کے مطابق اگر عورت نے ایک ماہ یا کم عرصے کا نفقہ وصول کیا ہو تو خاوند کے مرنے کے بعد اس سے کچھ بھی واپس نہیں لیا جائے گا اس لئے کہ یہ تھوڑی سی مقدار ہے تو گویا یہ فی الحال کا نفقہ ہے (اور اگر زیادہ عرصے کا ہو تو واپس لیا جائے گا)

خود آزمائی نمبر 3

1- بیوی کن کن صورتوں میں خاوند کی طرف سے نفقے کی مستحق ہے! اور کیا اس بارے میں اختلاف مذاہب اثر انداز ہو گا وضاحت کیجئے؟

2- عورت کا نفقہ اس کی حیثیت کے مطابق ہو گا یا مرد کی حیثیت کے مطابق! نیز یہ بتائے کہ کیا اس کے لئے اس کے خدام کا نفقہ دینا بھی ضروری ہے۔

3- اگر خاوند صغیر العمر ہو تو بیوی کے نفقہ کی کیا صورت ہو گی؟

4- اگر عورت کسی کی قرضدار ہو اور قرض خواہ اسے محبوس کرے یا وہ خاوند کے گھر بیمار پڑ جائے تو کیا اس موت کے دوران میں بھی خاوند پر نفقہ ضروری ہے؟

5- اگر کوئی شخص تنگ دست ہو جائے تو عورت کو نفقہ کس طرح دیا جائے؟

6- اگر کسی عورت کا خاوند گھر سے چلا جائے اور اس کا کوئی اتہ پتہ نہ ہو اور اس کے خاوند کا مال کسی شخص کے پاس موجود ہو تو اس سے نفقہ کے طور پر مال لینے کی کیا صورت ہو گی؟

7- مذکورہ بالا صورت میں کیا عورت اپنے خاوند کی طرف سے قرض لے سکتی ہے؟ جس کی ادائیگی خاوند پر ضروری ہو گی؟

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

3۔ سکنی رہائش کے احکام

عورت کے لیے علیحدہ مکان کی فراہمی:

مسئلہ ......(1)وعلی الزوج

"اور عورت کے خاوند پر ضروری ہے کہ وہ اپنی بیوی کو کسی ایسے مکان میں ٹھہرائے جس میں شوہر کے خاندان کا کوئی فرد سکونت پذیر نہ ہو ہاں اگر عورت خود ان کے ساتھ رہنا پسند کرے تو کوئی مضائقہ نہیں۔

اس لیے کہ جائے سکونت مہیا کرنا بھی کفایت میں سے ہے۔ لہٰذا نفقے کی طرح خاوند پر جائے سکونت کا دینا بھی واجب ہوگا اور اللہ تعالیٰ نے بھی اس کو نفقے سے ملا کر واجب کیا ہے پھر بھی جب یہ بات ثابت ہو گئی کہ جائے سکونت دینا عورت کا حق شرعی ہے تو اسے اختیار حاصل ہوگا کہ اگر وہ چاہے تو کسی اور کو اپنی رہائش گاہ میں شریک نہ کرے اس لیے کہ دوسروں کی شرکت سے اسے تکلیف پہنچتی ہے۔ اس صورت میں بعض اوقات اس کا سامان محفوظ نہیں ہوتا نیز اس لیے بھی کہ وہ اپنے خاوند کے ساتھ بے تکلفی سے میل جول بھی نہیں رکھ سکتی اور نہ ازدواجی تعلقات ہی سے متمتع ہو سکتی ہے لیکن اگر عورت کسی کو اپنے ساتھ ٹھہرانے کی اجازت دے دے تو اس میں کوئی حرج نہیں اس لیے کہ اپنے حق میں بھی وہ خود راضی ہوئی۔

خاندان کے ساتھ گھر میں علیحدہ کمرہ کی فراہمی:

مسئلہ ......(2)وان کان له ولد

"اور اگر خاوند کا کسی دوسری بیوی سے کوئی بیٹا ہو تو اسے وہ دوسری بیوی کے ساتھ نہیں ٹھہرائے"، وجہ وہی ہے جو ہم بیان کرائے ہیں اگر خاوند اپنے گھر میں بیوی کو ایسے ایک کمرے میں ٹھہرائے جس کا دروازہ بھی الگ ہو تو کافی ہے اس لیے کہ اس سے مقصد حاصل ہو جاتا ہے۔

گھر میں داخلہ سے منع کرنا:

مسئلہ ......(3)وان یمنع

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

"اور بیوی کے والدین یا اس کے پہلے خاوند کی اولاد یا اس کے رشتہ داروں کو شوہر اپنے گھر آنے سے روکنے کا حق رکھتا ہے اس لیے کہ مکان خاوند کی ذاتی ملکیت ہے اور وہ اپنی ملکیت میں داخل ہونے سے کسی کو منع کر سکتا ہے"

"تاہم خاوند کو یہ اجازت نہیں کہ وہ اپنی بیوی کے رشتہ داروں کو اپنی بیوی سے میل ملاقات اور بات چیت سے منع کرے چنانچہ وہ جب چاہیں اس سے ملاقات کر سکتے ہیں" اس لیے کہ روکنے سے قطع رحمی لازم آتی ہے (جو شرط ممنوع ہے) اور پھر ان کی میل جول سے خاوند کا کچھ نقصان بھی نہیں۔ بعض مشائخ کا قول ہے کہ خاوند میل جول کی طرح گھر میں انہیں داخل ہونے اور اپنی بیوی سے گفتگو کرنے سے بھی نہیں روک سکتا۔ ہاں انہیں وہاں قیام کرنے سے منع کر سکتا ہے اس لیے کہ طویل گفتگو اور زیادہ ٹھہرنے میں فتنے کا احتمال ہے۔

بعض فقہاء فرماتے ہیں کہ مرد ہفتہ میں ایک بار عورت کو اپنے والدین کے پاس جانے اور انہیں اس کے پاس آنے سے منع نہیں کر سکتا۔ ہاں اس کے دوسرے قریبی عزیزوں (محرموں) کو سال میں ایک آدھ بار ملاقات کی اجازت دے سکتا ہے اور یہی قول ثابت ہے۔

غائب شخص کے بیوی بچوں کا نفقہ :

"اور اگر کوئی شخص کہیں چلا جائے اور اس کا کچھ مال کسی دوسرے شخص کے قبضے میں ہو جس کا وہ معترف ہو اور اسے یہ بھی اعتراف ہو کہ یہ عورت اسی غائب شخص کی بیوی ہے تو قاضی اس سے غائب شخص کی بیوی کو اسکی کم عمر اولاد اور اس کے والدین کا نفقہ مقرر کر دے گا۔

یہی حکم اس وقت ہے جب عدالت کو غائب شخص کے مال امانت کا پتہ چل جائے کہ ایک شخص کا مال فلاں شخص کے پاس بطور امانت محفوظ ہے) اور خواہ امانت رکھنے والا اس کا اعتراف نہ کرے" پہلے مسئلے کی دلیل یہ ہے کہ جب اس نے اس عورت کی زوجیت اور اپنے پاس اس کے خاوند کی ودیعت کا اقرار کر لیا تو گویا اس نے یہ بھی اقرار کر لیا کہ اس زوجہ کو مال سے نفقہ لینے کا حق حاصل ہے۔ اس لیے کہ بیوی شوہر کی رضامندی کے بغیر بھی اس کے مال سے بقدر کفایت مال لے سکتی ہے اور مال پر قبضہ رکھنے والے کا اقرار اپنے حق میں قبول ہوتا ہے۔ خصوصاً زیر بحث صورت میں اس لیے کہ اگر وہ ان دونوں باتوں میں سے کسی ایک امر کا انکار کر دیتا تو اس کے خلاف عورت کے دلائل قبول نہ کیے جاتے اسلیے کہ زوجیت کے ثبوت کے لیے امانت دار مدعی علیہ نہیں بن سکتا اور نہ بیوی ہی غائب خاوند کے حقوق ثابت کرنے کے لیے مدعیہ بن سکتی ہے۔ لیکن جب ودیعت رکھنے والے نے خود دونوں باتوں کا اعتراف کر لیا تو یہ ثبوت و اعتراف غائب خاوند کی طرف ہی منسوب ہو گا اور اگر غائب شخص

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

کا مال اس کے پاس بطور مضاربت ہو تو بھی یہی حکم ہو گا۔ اور کسی کے ذمہ خاوند کا قرض ہو تو بھی یہی عورت ہو گی (کہ اس میں سے متعلقہ افراد کو نفقہ دیا جا سکے گا)

یہ سب صورتیں اس وقت ہیں جب مذکورہ مال عورت کے مطلوبہ حق کی جنس سے تعلق رکھتا ہو مثلاً روپیہ، پیسہ، اناج یا پوشاک جس قسم کا عورت کا حق ہو اور اگر مال عورت کے حق کی جنس سے نہ ہو: مثلاً زمین، مکان یا غلام وغیرہ) ہو تو قاضی اس میں سے ان کے لیے نفقہ مقرر نہیں کرے گا اس لیے کہ نفقہ ادا کرنے کے لیے اس مال کو فروخت کرنا پڑے گا اور بالاتفاق غائب شخص کا مال فروخت نہیں کیا جا سکتا۔ امام ابو حنیفہ کے نزدیک یہ حکم اس لیے ہے کہ جب حاضر شخص کا مال (اس کی اجازت کے بغیر) فروخت نہیں کیا جا سکتا تو غائب شخص کا تو بدرجہ اولیٰ نہیں بیچا جائے گا۔ صاحبین کے نزدیک اس کی فروخت اس لیے ممنوع ہے کہ حاضر شخص کے مال کی فروخت کرنے کا حکم قاضی اس وقت دیتا ہے جب وہ شخص کسی حق کی ادائیگی سے انکار کر دے مگر غائب کے متعلق یہ حکم نہیں دے سکتا اس لیے کہ اسے اس کے انکار کا کچھ علم نہیں۔

نفقہ کے تعین کے وقت ضامن کرنا :

مسئلہ ...... (5) ویاخز منها

القدوریؒ فرماتے ہیں کہ "قاضی فیصلہ کرتے وقت عورت کی طرف سے ایک ضامن لے گا" تا کہ غائب شخص کے مال کی بھی نگہداشت ہو سکے اس لیے کہ بسا اوقات یہ بھی ہوتا ہے کہ وہ مرد سے پیشگی نفقہ لے چکی ہوتی ہے یا مرد نے اسے طلاق دے دی ہوتی ہے اور اس کی عدت بھی ختم ہو چکی ہوتی ہے :

اس صورت میں اور ترکے کی صورتوں میں جہاں امام ابو حنیفہؒ ضامن نہیں لیتے۔ فرق یہ ہے کہ جب ترکہ تقسیم کر دیا جائے اور وارث یہ کہہ دیں کہ ہم کسی اور وارث کو نہیں جانتے تو اس صورت میں امام ابو حنیفہؒ کفیل لینے کے قائل نہیں اس لیے کہ پہلے شخص کا علم ہی نہیں جس کے لیے کفیل لیا جائے مگر نفقے کی صورت میں اس غائب کا پتہ ہوتا ہے اور وہ اس کا خاوند ہے نفقہ مقرر کرنے سے پہلے قاضی عورت سے اللہ تعالیٰ کی قسم لے گا کہ مجھے میرے خاوند نے نفقہ نہیں دیا۔ قسم لینے سے مقصد غائب شخص کے مال کی نگہداشت ہے۔

جو لوگ نفقہ کے مستحق ہیں :

مسئلہ ...... (6) ولا یقضی

القدوریؒ فرماتے ہیں کہ "بیوی، چھوٹی اولاد اور والدین کے علاوہ خاندان کے اور کسی فرد کے لیے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

عدالت غائب شخص کے مال سے نفقہ مقرر نہیں کر سکتی"

دونوں میں فرق کی دلیل یہ ہے کہ ان افراد کا نفقہ تو عدالتی فیصلے سے پہلے ہی واجب ہے لہذا وہ اس سے عدالتی فیصلے سے قبل بھی نفقہ لے سکتے ہیں۔ عدالتی فیصلہ تو محض ان کی اعانت کی ایک صورت ہے۔ جہاں تک خاوند کے دوسرے رشتہ داروں کے نفقے کا تعلق ہے تو ان کا نفقہ (اگر ضروری کیا جائے) تو وہ فقط عدالتی فیصلے ہی سے واجب ہوگا اور یہ مسئلہ مختلف فیہ ہے کہ قاضی غائب شخص کے خلاف فیصلہ نافذ کر سکتا ہے یا نہیں۔

اور اگر قاضی کو اس عورت کی زوجیت کا علم ہو اور نہ ہی متعلقہ شخص (امانت دار) ہی اس کے مال کا اقرار کرے اور عورت اپنی زوجیت گواہی سے ثابت کرے یا غائب شخص نے کوئی مال ہی نہ چھوڑا ہو لیکن عورت اپنی زوجیت کے ثبوت میں گواہ پیش کر دے اور دعویٰ کرے کہ قاضی اس کا نفقہ مقرر کرے اور (چونکہ اس کے پاس مال نہیں ہے لہذا اسے) غائب شخص کی ذمہ داری پر قرض لینے کی اجازت دی جائے تو قاضی اس قسم کا فیصلہ نہ کرے گا۔ اسلیے کہ اس میں غیر حاضر شخص کے خلاف فیصلہ کرنا لازم آئے گا۔

امام زفرؒ فرماتے ہیں کہ عدالت عورت کے لیے نفقہ مقرر کرے کہ اس سے اس کی نگہداشت اور اس میں اس کی بھلائی ہے اور اس سے غائب شخص پر کوئی ضرر نہیں آتا اس لیے کہ جب خاوند حاضر ہو کر اس کی زوجیت کی تصدیق کر دے گا تو یہ واضح ہو جائے گا کہ اس نے اپنا حق لیا تھا اور اگر مرد انکار کرے تو اس سے قسم لی جائے گی اگر قسم سے منکر ہو جائے تو عورت کی سچائی ثابت ہو جائے گی۔ یا عورت اگر گواہ پیش کر دے تو بھی اس کا حق ثابت ہو جائے گا لیکن اگر گواہ بھی پیش نہ کر سکے تو قاضی ذمہ دار ہوگا یا خود عورت۔

آج کل اسی قول پر عمل ہوتا ہے او غائب شخص کو نفقے کا حکم دیتے ہی اس لیے کہ اس میں لوگوں کی ضروریات کا حل ہے لیکن یہ مسئلہ بھی مختلف فیہ ہے۔ اس مسئلے میں اور بھی کئی اقوال ہیں جن سے رجوع کر لیا گیا ہے۔ لہذا ہم نے ان کا ذکر نہیں کیا۔

خود آزمائی نمبر 4

1۔ بیوی کی رہائش کے سلسلے میں خاوند پر کیا ذمہ داریاں ہیں۔

2۔ کیا خاوند اپنے مملوکہ مکان میں رہائش پذیر اپنی بیوی کے والدین اور دوسرے رشتہ داروں کو اس سے ملنے سے روک سکتا ہے۔

3۔ کن کن صورتوں میں عورت نان نفقہ اور سکنیٰ (رہائش) کی مستحق نہیں ہوتی۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

4- طلاق کی صورت میں احکام نفقہ

دوران عدت بیوی کا نفقہ :

مسئلہ ......(1)

''اور اگر خاوند نے عورت کو طلاق دی خواہ رجعی ہو یا بائن تو عدت کے دوران اس کا نفقہ اور رہائش کا انتظام خاوند کے ذمہ ہو گا۔''

امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ بائن طلاق پانے والی عورت کا خاوند کے ذمہ کوئی نفقہ نہیں ہاں اگر وہ حاملہ ہو تو اسے نفقہ دیا جائے گا۔ طلاق رجعی کی صورت میں نفقہ اس لیے ضروری ہے کہ نکاح عدت کے اختتام تک حال رہتا ہے۔ خصوصاً ہمارے نزدیک اسلیے کہ اس سے مباشرت جائز ہے۔

جب کہ طلاق بائن کی صورت میں نفقے کی عدم وجوب کی دلیل، نبی اکرم ﷺ کی وہ روایت ہے جسے فاطمہ بن قیس نے روایت کیا ہے کہتی ہیں کہ مجھے میرے خاوند نے تین طلاقیں دیں تو آنحضرت ﷺ نے میرے لیے نہ نفقہ مقرر فرمایا اور نہ جائے سکونت کا فیصلہ دیا۔

نیز اس لیے بھی کہ ایسی عورت سے خاوند کی ملکیت نکاح ختم ہو جاتی ہے اور نفقہ ملکیت نکاح پر مبنی ہوتا ہے اس لیے ایسی عورت کے لیے بھی نفقہ واجب نہیں ہوتا جس کا خاوند مر جائے اس لیے کہ اس سے ملکیت نکاح زائل ہو جاتی ہے۔ رہا حاملہ کے لیے نفقے کا حکم تو اس کا وجوب ہمیں قرآن سے ملتا ہے۔ باری تعالیٰ کا ارشاد ہے

''وان کن اولات حمل فانفقوا علیھن'' (اگر مطلقہ عورتیں حاملہ ہوں تو ان کا نفقہ ادا کرو)

ہماری دلیل جیسا کہ ہم پہلے بیان کر آئے ہیں وہ ہے کہ نفقہ تو عورت کے احتباس کا نعم البدل ہے اور احتباس ابھی نکاح کے مقصود۔ یعنی بچے کے لحاظ سے موجود ہے اس لیے کہ عدت بچے کی حفاظت کے لیے ہی ضروری ہے لہذا اس کیلیے نفقہ واجب ہو گا اسی لیے جائے سکونت کا انتظام بھی بالاجماع واجب ہے۔

اور حضرت فاطمہ بنت قیس کی روایت کو حضرت عمرؓ نے رد کر دیا تھا انہوں نے فرمایا لا نضع کتاب ربنا وسنۃ نبینا بقول امراۃ لاتدری صدقت ام کذبت. حفظت ام نسیت سمعت رسول اللہ ﷺ یقول للمطلقۃ الثلاث النفقۃ والسکنی مادامت فی العدہ (ہم کتاب اللہ اور سنت نبوی کو محض ایک

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

خاتون کے کہنے پر نہیں چھوڑ سکتے جس کے بارے میں ہمیں علم نہیں کہ وہ جھوٹ بول رہی ہے یا سچ کہ رہی ہے۔ یا اصل واقع کو بھول چکی ہے یا اسے یاد ہے جب کہ میں نے خود رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے سنا ہے کہ تین طلاق یافتہ عورت کے لیے جب تک وہ عدت میں ہے نفقہ اور سکنی دونوں ہیں۔ نیز حضرت زید بن ثابت اسامہ بن زیدؓ اور حضرت عائشہؓ نے بھی فاطمہ بن قیس کی روایت کو رد کر دیا تھا۔

عدت کے نفقہ کی حیثیت :

مسئلہ......(2) ولا نفقی

''اور بیوی کے لیے عدت کا نفقہ واجب نہیں'' اس لیے کہ اب اس کا احتباس شوہر کے حق کے لیے نہیں بلکہ حق شریعت کے لیے ہے اس لیے کہ اس کا یہ عدت گزارنا عبادت ہے۔ کیا آپ نہیں جانتے کہ اس عدت میں استبراء اور رحم مقصود نہیں ہوتا حتیٰ کہ اس میں حیض کی شرط بھی نہیں ہے لہذا اس کا نفقہ اس کے مرحوم شوہر (یا اس کے وارثوں) پر واجب نہیں ہے۔

نیز اس لیے بھی کہ یہ نفقہ تھوڑا تھوڑا کر کے واجب ہوتا ہے جب کہ شوہر کی کوئی ملکیت باقی نہیں رہی اور وارثوں کی ملکیت میں اس (نفقہ) کا واجب کرنا ممکن نہیں۔

بیوی کے نفقے کا باطل ہونا :

مسئلہ......(3) وکل فرقہ

''ہر وہ تفریق جس کا باعث عورت کی جانب سے ارتکاب جرم ہو مثلاً وہ مرتد ہو جائے یا شہوت کے ساتھ خاوند کے بیٹے کا بوسہ لے لے تو عورت کو نفقہ نہیں ملے گا''

اس لیے کہ اس صورت میں عورت خود اپنے حق کو روکنے والی ہے لہذا وہ اس نافرمان عورت کی طرح ہے جو نافرمانی کرتے ہوئے مرد کے گھر سے نکل جائے۔ البتہ مباشرت کے بعد مہر کے وجوب کی صورت اس حکم سے مستثنیٰ ہے۔ اس لیے کہ مباشرت کی صورت میں وہ اپنے آپ کو مرد کے حوالے کر چکی ہے لہذا مہر کا حق ثابت ہو جائے گا۔ خلاف اس صورت کے جب جدائی کا باعث خود عورت ہو مگر اس کی طرف سے ارتکاب معصیت نہ پائی جائے جیسے خیار عتق خیار بلوغ اور عدم کفو کی بنا پر جدائی کا وقوع۔ اس لیے کہ ان صورتوں میں عورت کا اپنے آپ کو روکنا ایک حق کی بنا پر ہے جس سے نفقہ ساقط نہیں ہوتا۔ جیسا کہ وہ اپنے آپ کو اگر مہر کی وصولی کے لیے

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

روکے رکھے تو اسے نفقہ ملتا رہے گا۔

مرتدہ کا نفقہ :

مسئلہ ......(4) وان طلقها

''اور اگر خاوند نے اپنی بیوی کو تین طلاقیں دے دیں اور پھر وہ نعوذباللہ مرتد ہو گئی تو اس کا نفقہ ساقط ہو جائے گا لیکن اگر اس نے اپنے شوہر کے بیٹے کو مباشرت پر آمادہ کیا تو اسے نفقہ دیا جائے گا''

مطلب یہ ہے کہ اس نے طلاق لینے کے بعد خاوند کے بیٹے کو اس جرم پر ابھارا اس لیے کہ فرقت تو تین طلاقوں ہی سے ثابت ہو چکی ہے اس میں ارتداد یا شوہر کے بیٹے کو قادر کرنے کا کوئی دخل نہیں ہے۔ البتہ مرتد ہونے کی صورت میں اسے قید کر دیا جائے گا تا آنکہ وہ توبہ کر لے اور قیدی کا نفقہ واجب نہیں ہوتا اور شوہر کے بیٹے کو خود پر قادر کرنے والی عورت کو قید نہیں کیا جاتا للذا دونوں میں فرق ہو گا۔

خود آزمائی نمبر 5

1۔ طلاق کی صورت میں (خواہ وہ رجعی ہو یا بائن) عورت کے لیے نان و نفقہ اور رہائش کے احکام کیا ہیں۔

2۔ جس عورت کا خاوند فوت ہو جائے اور اسے عدت کے ایام (چار ماہ دس دن) گزارنا ہوں تو اسے نفقہ کون دے گا؟

3۔ اگر دوران عدت طلاق عورت کسی غلط کاری کی مرتکب ہو جائے تو کیا اس سے احکام نفقہ و سکنی متاثر ہوں گے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

5۔ نابالغ بچوں کا نفقہ :

مسئلہ ......(1)

"نابالغ بچوں کا خرچہ صرف باپ کے ذمے ہے اس ذمہ داری میں باپ کے ساتھ کوئی دوسرا شریک نہیں"

جیسا کہ اس کی بیوی کے نفقے میں کوئی دوسرا شخص شامل نہیں۔ باری تعالیٰ کا ارشاد ہے " **وعلی المولود رزقهن**" (عورتوں کا نفقہ صاحب اولاد کے ذمہ ہے) اور صاحب اولاد باپ یہ ہوتا ہے۔

اور اگر وہ دودھ پیتا بچہ ہو تو عدالت اس کے دودھ پلانے کو ماں پر واجب نہیں کر سکتی اس کی دلیل ہم اوپر بیان کر چکے ہیں کہ کفالت کی ذمہ داری باپ پر ہے اور دودھ پلانے کی اجرت نفقے کی طرح ہے۔

نیز اس لیے بھی کہ عین ممکن ہے کہ کسی عذر کی بنا پر وہ بچے کی ماں دودھ پلانے پر قادر نہ ہو لہذا اسے مجبور کرنا بے فائدہ ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے " **ولا تضار والدة بولدها**" (ماں کو اپنے بچے کی وجہ سے نقصان نہیں پہنچایا جائے) کہ اس آیت میں کہا گیا ہے کہ ماں کی عدم رضا کی صورت میں بچے کا دودھ پلانا اس پر لازم نہ کیا جائے گا۔

یہ جو کچھ ہم نے بیان کیا ہے یہ ظاہری فیصلے کا بیان ہے اور یہ بھی اس وقت نافذ ہوگا جب بچے کو دودھ پلانے والی (انا) میسر ہو اور اگر ایسی کوئی عورت نہ مل سکے جو اسے دودھ پلائے تو ماں کو دودھ پلانے پر مجبور کیا جائے گا تاکہ بچے کو مرنے سے بچایا جا سکے۔

القدوری فرماتے ہیں کہ بچے کا باپ ایسی عورت کو ملازم رکھے جو اس کی ماں کے پاس اسے دودھ پلائے باپ کی طرف سے کسی کو ملازم رکھنے کا مطلب یہ ہے کہ اس کی اجرت باپ کے ذمہ ہوگی اور عندھا (اس کی ماں کے پاس) کے معنی یہ ہیں کہ جب ماں اس بات کا تقاضا کرے تو اس کے پاس دودھ پلایا جائے گا اس لیے کہ بچے کی پرورش کا پہلا حق ماں ہی کا ہے۔

دودھ پلانے کی اجرت (الف) :

مسئلہ ......(2) **وان استاجرها**

"اور اگر باپ نے ماں ہی کو اجرت پر دودھ پلانے کو رکھ لیا جب کہ وہ اس کی بیوی ہو یا وہ عدت گزار رہی ہو تو جائز نہ ہوگا"

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

اس لیے کہ ماں پر اپنے بچے کو دودھ پلانا دیانۃً ضروری ہے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے **والوالدات یرضعن اولادھن** (مائیں اپنے بچوں کو دودھ پلائیں" اور اس خیال کے پیش نظر کہ شاید وہ دودھ پلانے سے معذور ہو اسے معذور تصور کیا گیا تھا لیکن جب وہ اجرت پر پلانے کو تیار ہو گئی ہے تو اس سے ثابت ہو گیا ہے کہ وہ دودھ پلانے پر قدرت رکھتی ہے اور دودھ پلانا اس پر واجب بھی تھا لہذا وہ اجرت کی وصولی کی حق دار نہ ہو گی۔

اجرت کا عدم جواز طلاق رجعی کی صورت میں متفق علیہ ہے اس لیے کہ عدت کے اختتام تک نکاح قائم رہتا ہے۔

ایک دوسری روایت کے مطابق یہی عدم جواز اجرت کا حکم معتدہ بائنہ کے لیے بھی ہے مگر ایک اور روایت سے اس کے لیے اجرت کا جواز ثابت ہے۔ اس لیے کہ طلاق بائن سے نکاح زائل ہو چکا ہے پہلی روایت کی دلیل یہ ہے کہ نکاح یعنی احکام کے سلسلے میں ابھی باقی ہے (للہذا اجارہ جائزنہ ہو گا)

دودھ پلانے کی اجرت (ب) :

مسئلہ ......(3) **ولو استاجرھا**

"اور اگر خاوند اپنی منکوحہ یا معتدہ بیوی کو اپنی دوسری بیوی کے بچے کو دودھ پلانے کے لیے اجرت پر مقرر کرے تو جائز ہے" اس لیے کہ اس بچے کو دودھ پلانا اس پر واجب نہیں۔

"اور اگر اس نے اپنی بیوی کی عدت کے ختم ہونے کے بعد اسے اپنے بچے کو دودھ پلانے کے لیے اجرت پر مقرر کر لیا تو جائز ہے" اس لیے کہ عدت کے بعد نکاح کلیتہً زائل ہو چکا ہے اور وہ عورت گویا اس کے لیے اجنبی ہے۔

دودھ پلانے کی اجرت :

مسئلہ ......(4) **فان قال الاب**

"اور اگر بچے کا والد کہے کہ میں بچے کی (مطلقہ) ماں کو اجرت پر مقرر نہیں کرتا اور وہ کوئی اور دودھ پلانے والی لے آئے اور ماں اسی اجرت پر بچے کو دودھ پلانے پر راضی ہو جس پر اجنبی عورت بچے کو دودھ پلاتی ہو یا وہ بلا اجرت ہی دودھ پلانے پر تیار ہو تو ماں ہی دودھ پلانے کی زیادہ حقدار ہو گی" اسلیے کہ اس کے دل میں بچے کے لیے جو فطری شفقت ہے اجنبی عورت اس سے محروم ہے۔ لہذا بچے کا مفاد اسی میں ہے کہ اسے ماں کے سپرد کیا جائے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

"اگر بچے کی ماں غیر عورت سے زیادہ اجرت کا مطالبہ کرے تو باپ کو اضافے پر مجبور نہیں کیا جائے گا"
تاکہ اسے خواہ مخواہ نقصان نہ پہنچایا جائے۔ اللہ تعالیٰ کے ارشاد "لا تضار والدہ بولدها ولا مولود له بولده"
سے بھی یہی مفہوم ہوتا ہے کہ اجنبیہ عورت سے زیادہ اجرت دینا مرد پر ضروری نہ ہوگا۔

نفقہ میں باپ کی ذمہ داری :

مسئلہ......(5)

چھوٹے بچے کا نفقہ اس کے باپ پر واجب ہے خواہ باپ دینی اعتبار سے اس سے اختلاف رکھتا ہو جیسا کہ بیوی کا نفقہ اس پر ضروری ہے خواہ بیوی مذہبی لحاظ سے اس کے مخالف ہی ہو" بچے کے نفقے کی دلیل آیۃ" وعلی المولود له رزقهن "ہے جو کہ نفقے کے حق میں مطلق ہے۔

نیز اس لیے بھی کہ بچہ اپنے باپ کا جزو ہے جیسے کہ گویا کہ وہ خود ہی ہے (لہٰذا اس پر نفقہ ضروری ہوگا) جب کہ بیوی کے نفقے کا سبب وجوب عقد صحیح ہے۔ (جو کہ موجود ہے) کیوں کہ یہ نفقہ اس احتباس کا نعم البدل ہے جو نکاح صحیح سے ثابت ہوتا ہے۔ جب کہ مسلمان کا فرہ (کتابیہ سے بھی (شرعاً) عقد نکاح درست ہے۔ لہٰذا اس پر احتباس بھی مرتب ہوگا تو اس پر نفقہ بھی واجب ہوگا۔

یہ حکم مذکورہ صورتوں میں اس وقت ہے جب چھوٹے بچے کے پاس مال نہ ہو لیکن اگر چھوٹے بچے کا اپنا مال موجود ہو تو اصول یہ ہے کہ انسان خواہ چھوٹا ہو یا بڑا اس کا نفقہ اس کے اپنے مال سے ہوتا ہے لہٰذا تب باپ پر نفقہ دینا لازمی نہ ہوگا۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

6۔ والدین اور اجداد غیرہ کا نفقہ

والدین کا نفقہ :

مسئلہ......(1) وعلی الرجل

"اور مرد پر واجب ہے کہ اگر اپنے والدین، دادے اور دادیاں وغیرہ اگر ضرورت مند ہوں تو وہ انہیں نفقہ دے خواہ وہ دینی لحاظ سے اس سے اختلاف ہی رکھتے ہوں"

ماں باپ کے متعلق یہ حکم اس لیے ہے کہ باری تعالیٰ کا ارشاد ہے" وصا حبها فی الدنیا معروفا " (دینوی معاملات میں ان کے ساتھ بھلائی کا سلوک کرو) کہ یہ آیت کافر ماں باپ کے متعلق ہی نازل ہوئی تھی اور یہ بھلائی نہیں ہے کہ وہ خود تو اللہ تعالیٰ کی نعمتوں میں عیش و آرام کی زندگی بسر کرے اور اس کے ماں باپ بھوک سے ہلاک ہو جائیں۔

رہے اجداد اور جدات، تو ان کے لیے یہ حکم اس لیے ہے کہ ان کی حیثیت باپوں اور ماؤں کی سی ہے۔ اسلیے کہ باپ کی غیر موجودگی میں دادا ہی اس کا قائم مقام ہوتا ہے نیز آدمی کی زندگی کا ظاہری سبب بھی اجداد وجدات ہی پہچانتے ہیں۔ لہٰذا ان کا بھی اس پر حق ہے کہ وہ ضرورت مندی ان کی بھی والدین کی طرح کفالت کرے۔ القدوری نے فقر (ضرورت مندی) شرط رکھی ہے جس کی وجہ یہ ہے کہ اگر وہ خوش حال ہوں تو ان کے نفقے کی ذمہ داری کسی دوسرے کے مال پر ڈالنے کے بجائے ان کے اپنے مال میں واجب کرنا زیادہ مناسب ہوگا اور والدین پر نفقے کی وجوب میں اختلاف مذہب حائل نہیں ہوتا۔ جیسا کہ ہم نے آیت قرآنیہ پیش کی ہے۔

اختلاف مذہب کی صورت میں والدین کا نفقہ :

مسئلہ......(2) ولا تجب النفقة

"اور اختلاف مذہب کی صورت میں بیوی، والدین، اجداد، دادے دادیاں، بیٹے اور پوتوں کے سوا کسی اور خاندان کے فرد کا نفقہ ضروری نہیں ہے اس لیے ہم بیان کر آئے ہیں کہ اس کا نفقہ نکاح کی وجہ سے ضروری ہے کیونکہ وہ اپنے شوہر کے حق مقصود کی وجہ سے گھر میں پابند ہو چکی ہے جس میں اتحاد مذہب کا کوئی دخل نہیں

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

رہے دوسرے رشتہ دار تو ان کے لیے نفقہ کا وجوب اس بنا پر ہے کہ ان کے ساتھ اس کی جزیت ثابت ہے اور انسان کا جزو اس کی اپنی ذات کے مفہوم میں ہوتا ہے تو جس طرح کفر کی وجہ سے اس کی اپنی ذات کا نفقہ ساقط نہیں ہوتا تو اس طرح اسی سبب سے اس کے (والدین) کا نفقہ بھی ساقط نہ ہوگا۔

اور اگر مذکورہ رشتہ دار حربی ہوں تو ان کا نفقہ مسلمان پر لازم نہ ہوگا اور اگر یہ لوگ وقتی امان طلب کر کے دار الاسلام میں بھی آجائیں تو بھی ان کا نفقہ اس پر واجب نہ ہوگا اس لیے کہ ہمیں ایسے شخص کے ساتھ بھلائی کرنے کی ممانعت ہے جو ہمارے ساتھ برائی کرے۔

غیر مسلم رشتہ داروں کا نفقہ :

مسئلہ......(3) ولا تجب علی النصاری

"اور اگر کسی عیسائی مرد پر اس کے مسلمان بھائی کا نفقہ ضروری نہیں اس طرح کسی مسلمان پر اس کے نصرانی بھائی کا نفقہ لازم نہیں ہے" کیونکہ نص قرآن کے مطابق نفقے کا تعلق وراثت سے ہے۔ خلاف ان کی ملکیت حاصل ہونے پر ان کی آزادی کے (اگر کوئی مسلمان اپنے کسی عیسائی بھائی کا مالک ہو جائے تو وہ آزاد ہو جائے گا) اس لیے کہ آزادی کی بنیاد قرابت اور رشتہ داری پر ہے۔ جیسا کہ حدیث سے ثابت ہے۔

نیز اس لیے بھی کہ قرابت صرف رشتہ دار کے ساتھ بھلائی کا تقاضا کرتی ہے مگر دین کے ایک ہونے کی وجہ سے یہ تقاضا اور زیادہ بڑھ جاتا ہے (کہ نفقہ بھی واجب ہو جاتا ہے) اور کسی رشتہ دار کو غلامی میں اپنے پاس رکھنا نفقہ سے محروم کر دینے کی نسبت سے زیادہ نقصان دہ اور قطع رحمی کا موجب ہے۔ لہذا ہم نے اعلیٰ چیزوں میں اصل علت کا لحاظ کیا اور ادنیٰ شے میں علۃ موکدہ کا لہذا دونوں میں فرق واضح ہو گیا۔

ماں باپ کے نفقے میں کسی کی شرکت :

مسئلہ......(4) ولا یشارک الولد

"اور ماں باپ کو نفقہ دینے کے بارے میں اولاد کے ساتھ اور کوئی شریک نہ ہوگا" اس لیے کہ ایک حدیث (تو اور تیرا مال دونوں تیرے باپ کی ملک ہیں کے مطابق والدین اولاد کے مال میں حق رکھتے ہیں اور ان کے علاوہ کسی کے مال میں ان کا حق نہیں ہے۔

نیز اس لیے بھی کہ ان کے سب سے قریب ہے لہذا مناسب یہی ہے کہ ان کا نفقہ اس کے ذمے ہو پھر

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

اس حق میں بیٹے اور بیٹیاں دونوں برابر ہیں یہی حکم ظاہر روایت میں ہے اور صحیح بھی ہے اس لیے کہ نفقہ واجب کرنے کا سبب لڑکوں اور لڑکیوں دونوں میں یکساں طور پر موجود ہے۔

معذوروں کا نفقہ :

مسئلہ......(5) والنفقة

"اور ہر ذی رحم محرم (قریبی رشتہ دار کے لیے نفقہ واجب ہے۔ بشر طیکہ وہ کم عمر اور محتاج ہو یا بالغ عورت ہو اور محتاج ہو یا پھر وہ بالغ مرد ہو اور محتاج ہو یا اندھا ہو" اس لیے کہ قرابت قریبہ میں صلہ رحمی ضروری ہے اور دور والی رشتہ میں ضروری نہیں ہے۔

ذی رحم سے مراد محرم قریبی رشتہ دار ہیں نہ کہ دور کے رشتہ دار۔ اسلئے کہ باری تعالیٰ کا ارشاد ہے "وعلى الوارث مثل ذلك" (وارث پر اس کی طرح نفقہ ضروری ہے) حضرت عبداللہ بن مسعود کی قراۃ ہیں "على الوارث ذى الرحم المحرم مثل ذلك" (یعنی ہر ذی رحم محرم وارث پر اس کے مثل واجب ہے) آتا ہے۔

پھر نفقے کے وجوب میں احتیاط شرط ہے اور کم سنی، عورت ہونا، لنجا ہونا یا اندھا ہونا محتاج ہونے کی علامت ہیں اس لیے کہ ان کا معذور ہونا ثابت ہے اور جو شخص خود کما سکتا ہو اور اپنے کسب کی بنا پر محتاج خیال نہیں کیا جاتا ہو بخلاف والدین کے اس لیے کہ کمانے میں انہیں تکلیف ہو گی اس لیے بیٹے کا یہ فرض ہے کہ وہ ان سے تمام تکلیفات کو دور کرے اگر ماں باپ کمانے کی قدرت بھی رکھتے ہوں تو بھی ان کا نفقہ بیٹے پر واجب ہو گا۔

نفقہ کی ادائیگی کا وجوب :

مسئلہ......(5)

القدوریؒ فرماتے ہیں کہ "نفقہ میراث کی مقدار کے مطابق واجب ہو گا اور اسے اس پر مجبور کیا جا سکے گا"

اس لیے کہ قرآن میں لفظ وارث سے واضح ہوتا ہے کہ نفقہ میراث کے اندازے کے مطابق ہے اور انسان اتنا ہی تاوان برداشت کرتا ہے جتنا حصہ حاصل ہو اور اسے مجبور کرنا مستحق کے حق کی وصولی کے لیے ضروری ہے۔

بالغ بچوں کا نفقہ :

مسئلہ......(7)

القدوری فرماتے ہیں کہ "اپنی بالغہ بیٹی اور منجھلے بالغ بیٹے کا نفقہ والدین پر اس طرح واجب ہو گا کہ دو

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

حصے باپ ادا کرے گا اور ایک حصہ ماں اس لیے کہ انہیں میراث بھی اسی نسبت سے ملتی ہے۔

(مصنفؒ) فرماتے ہیں کہ القدوری نے جو بیان کیا ہے تو یہ الخصاف اور حسنؒ کی روایت ہے مگر ظاہر روایت کے مطابق باپ پر ہی پورا نفقہ واجب ہے اس لیے کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے "وعلی المولود له رزقهن وكسواتهن "اور اپاہج بیٹا نابالغ بیٹے کی طرح تصور کیا جائے گا۔

پہلے (الخصاف والے) قول کی دلیل یہ ہے کہ باپ کے لیے چھوٹے بچے میں ولایت اور شفقت دونوں باتیں جمع ہیں حتیٰ کہ چھوٹے بچے کی طرف سے صدقہ فطر بھی ادا کرنا پڑے گا لہٰذا نفقہ کے لیے خاص طور پر چھوٹے بچے کو مختص کر لیا گیا ہے جب کہ بالغ بیٹے کی یہ حالت نہیں ہوتی اس لیے کہ اس پر باپ کی ولایت نہیں رہتی للذا نفقے میں ماں بھی شریک ہوگی اور والد کے علاوہ دوسرے رشتہ داروں پر نفقہ بقدر حصہ وراثت واجب کیا جائے گا۔ چنانچہ چھوٹے بچے کا نفقہ اس کے دادا اور ماں پر علی الترتیب دو ایک کی نسبت سے واجب ہوتا ہے۔ محتاج بھائی کا نفقہ متفرق بہنوں پر جو خوش حال ہوں حصہ وراثت کے لحاظ سے پانچ حصوں پر تقسیم ہو جائے گا۔

ہاں البتہ نفقہ کے وجوب کے لیے میراث کا استحقاق ہی کافی ہے اور میراث کا حصے ضروری نہیں اس لیے کہ اگر کسی محتاج شخص کا ماموں اور چچازاد بیٹا خوشحال ہو تو محتاج کا نفقہ ماموں کے ذمے ہوگا۔ حالانکہ وراثت چچازاد بیٹے کو ملے گی۔

"اور اگر ان ذی رحم محرموں کے ساتھ دین میں اختلاف ہو تو نفقہ واجب نہیں ہوگا" اس لیے کہ اختلاف دین کی وجہ سے اھلیت وراثت بھی باقی نہیں رہتی اور یہاں اسی اہلیت کا اعتبار ضروری ہے۔

مفلوک الحال کے ذمے نفقہ :

مسئلہ ......(8) ولا تجب على الفقر

"اور مفلوک الحال رشتہ دار کے ذمے نفقہ لازم نہیں ہوتا"

اس لیے کہ اس کا وجوب بطور عطیہ ہے اور ضرورت مند ہونے کی وجہ سے وہ خود اس کا مستحق ہے لہٰذا اس پر (کسی دوسرے شخص کا نفقہ) واجب نہیں ہو سکتا۔ بخلاف بیوی اور چھوٹے بچے کے نفقے کے اس لیے کہ بیوی اور بچے کا نفقہ تو شوہر اور والد پر ہی ضروری ہوتا ہے اگرچہ وہ غریب ہی ہوں۔ اسلیے کہ جب اس نے نکاح کر لیا تو گویا اس نے اپنے نفقے کو بھی لازم کر لیا اس لیے کہ نفقے کے بغیر نکاح کسی مصالح مرتب نہیں ہوتیں۔ اور تنگدستی ایسے امور میں حائل نہیں ہو سکتی۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

پھر امام ابو یوسفؒ کے مطابق خوشحالی کا اندازہ نصاب زکوۃ کے مطابق ہے کہ اگر وہ اس کا مالک ہو تو خوش حال تصور ہو گا۔

امام محمدؒ فرماتے ہیں اگر ایک ماہ کے ذاتی اخراجات اور عیال کے نفقے سے کچھ زیادہ اس کے پاس بچ رہے یا ہر روز کی آمدنی میں سے اسی نسبت سے اس کے پاس بچت ہوتی رہے تو وہ خوشحال ہو گا۔ اس لیے کہ حقوق العباد میں قدرت واستطاعت کو بنیادی حیثیت حاصل ہے۔ نصاب کا چنداں اعتبار نہیں اس لیے کہ نصاب تو سہولت دینے کے لیے ہے۔

یہاں فتویٰ امام ابو یوسف کے قول پر ہے اور نصاب سے مراد وہ نصاب ہے جس کے ہوتے ہوئے صدقہ وخیرات لینا حرام ہے۔

غائب کے مال میں سے بذریعہ عدالت نفقہ کا تعین :

مسئلہ......(9) واذا كان لا

"اور اگر ان کے کسی غائب بیٹے کا مال موجود ہو تو اس سے والدین کے لیے نفقے کا عدالتی طور پر فیصلہ دیا جائے گا"

اس کی دلیل ہم پہلے بیان کر چکے ہیں (کہ والدین کا حق بیٹے کے مال میں ثابت ہے)

"اور اگر کسی غائب بیٹے کا باپ اس کے سامان کو نفقہ حاصل کرنے کے لیے فروخت کر دے تو جائز ہے"

امام ابو حنیفہ کے نزدیک یہ جواز استحسان پر مبنی ہے۔

"باپ اس کی منقولہ جائیداد فروخت کرنا چاہے تو اسے اس کی اجازت ہو گی"

صاحبین فرماتے ہیں کہ اس کے لیے منقولہ وغیر منقولہ دونوں طرح کی جائیداد کو فروخت کرنا جائز ہے۔ قیاس کا تقاضا بھی یہی ہے کہ اس لیے کہ بیٹے کے بالغ ہونے کی بنا پر اس پر سے باپ کا حق ولایت منقطع ہو چکا ہے اس لیے بیٹے کی موجودگی میں باپ اس کے مال کو فروخت نہیں کر سکتا اور نفقے کے علاوہ کسی دوسرے قرض کے سلسلے میں بھی وہ اس کا مال نہیں بیچ سکتا۔ اسی طرح اس کی والدہ بھی اپنے نفقے کے لیے اس کا مال نہیں بیچ سکتی۔

امام ابو حنیفہ کی دلیل یہ ہے کہ باپ کو غائب بیٹے کے مال میں نگرانی کا حق ہے کیا آپ کو علم نہیں کہ جب وصی کو حق محافظت حاصل ہو سکتا ہے تو باپ کو بدرجہ اولیٰ حاصل ہو گا۔ اس لیے کہ باپ میں زیادہ شفقت کا درجہ موجود ہوتا ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

مال منقولہ کی فروخت سلسلہ محافظت کی ایک کڑی ہے مگر غیر منقولہ مال میں یہ بات نہیں پائی جاتی اس لیے کہ وہ بذات خود محفوظ ہوتا ہے باپ کے علاوہ دوسرے رشتہ داروں کو یہ حق حاصل نہیں اس لیے کہ انہیں تو اس کے بچپن میں بھی اس کے مال میں تصرف کا حق نہیں تھا اس کے بلوغ کے بعد تو انہیں ولایت محافظت بھی حاصل نہیں ہوگی۔

پھر جب لڑکے کے والد کے لیے اس کے مال کو فروخت کرنا جائز ہوا اور اس کی قیمت اس جنس سے ہو جو والد کا حق ہے یعنی نفقہ تو وہ خریدار سے قیمت وصول کرنے کا بھی مجاز ہوگا جیسا کہ کمال ولایت کی بنا پر باپ چھوٹے بچے کی جائیداد منقولہ وغیر منقولہ فروخت کر سکتا ہے اور قیمت میں سے اپنا نفقہ وصول کر سکتا ہے اس لیے کہ اس کی قیمت ایسی جنس پر اس کا حق ہے۔

مسئلہ ......(10)

''اور اگر غائب بیٹے کا مال والدین کے پاس موجود ہو اور والدین اس سے اپنا نفقہ حاصل کر لیں تو وہ ضامن نہیں ہوں گے'' اس لیے کہ انہوں نے اپنا حق وصول کیا ہے وجہ یہ ہے کہ جیسا کہ ہم پہلے بیان کر آئے ہیں کہ عدالتی فیصلے سے بھی پہلے وہ نفقہ وصول کرنے کے حقدار ہیں اور انہوں نے اپنے حق کی جنس سے لیا ہے

''اور اگر غائب بیٹے کا مال کسی اجنبی کے قبضے میں ہو اور وہ عدالتی فیصلے کے بغیر اس کے والدین پر خرچ کر دے تو وہ ضامن ہوگا'' اس لیے کہ اس نے دوسرے کے مال میں بغیر کسی ولایت کے تصرف کیا ہے وہ فقط محافظ تھا اس کے علاوہ اسے کوئی اختیار حاصل نہ تھا۔ ہاں اگر عدالت اسے خرچ کرنے کا حکم دیتی (تو وہ ضامن نہ ہو سکتا) اس لیے کہ عدالت کی ولایت سب پر لازم ہے لہٰذا عدالت کا حکم اس پر لازم ہوگا۔

اگر اجنبی اس بارے میں تاوان ادا کرے تو وہ غائب کے والدین سے وصول نہیں کرے گا اس لیے کہ تاوان ادا کرنے سے اجنبی اس مال کا مالک ہو گیا تو معلوم ہوا کہ اس نے اپنا ذاتی مال ان دونوں محتاجوں کو بطور صدقہ دیا تھا۔

گزرے ہوئے وقت کا نفقہ:

مسئلہ ......(11) واذا قضى القاضي

''اور اگر قاضی نے کسی شخص پر اس کے بیٹے، والدین اور محرم رشتہ داروں کا نفقہ واجب کر دیا مگر اس نے ایک مدت تک نفقہ ادا نہ کیا تو اس مدت کا نفقہ ساقط ہو جائے گا اس لیے کہ ان لوگوں کا نفقہ ان کی حاجت

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

پوری کرنے کے لیے ہوتا ہے۔ حتی کہ وہ لوگ خوشحال ہو جائیں تو وہ واجب نہ ہو گا لہٰذا جو مدت گزر گئی ہے اس کی کفایت بھی ساقط ہو گئی ہے۔

خلاف بیوی کے نفقے کے کہ اگر عدالت اس کے لیے نفقہ مقرر کر دے تو وہ ساقط نہیں ہو گا اس لیے کہ وہ تو بیوی کی دولت مندی کے باوجود بھی خاوند پر ضروری ہے۔ لہٰذا گزرتی ہوئی مدت میں اس کے استغناء سے وہ ساقط نہ ہو گا۔

القدوریؒ فرماتے ہیں "جب قاضی اس کی ذمہ داری پر قرض لینے کا فیصلہ کر لے تو گزشتہ مدت کا نفقہ بھی ساقط نہ ہو گا" اس لیے کہ عدالتی ولایت ایک علم ہوتی ہے گویا عدالت کا فیصلہ دینا ایسا ہے جیسا کہ غائب خود اجازت دیدے کہ اس کی ذمہ داری پر قرض لے لو لہٰذا یہ قرض اس کے ذمے ہو گا۔

خود آزمائی نمبر 6

1۔ مرد پر اپنی بیوی اور اپنی چھوٹی اولاد کے علاوہ کن کن رشتہ داروں کا نفقہ ضروری ہے اور کیا حالات ہیں؟

2۔ اگر دین میں اختلاف ہو تو کن کن رشتہ داروں کا نفقہ ضروری ہے؟

3۔ کیا کسی عیسائی سے اس کے مسلمان بھائی کا نفقہ (بذریعہ عدالت) لیا جا سکتا ہے؟

4۔ اگر بالغ اولاد ضرورت مند ہو تو کیا اس کے نفقہ کے سلسلے میں خاوند کے ساتھ اس کی بیوی کو بھی شامل کیا جائے گا۔

5۔ اگر والدین ضرورت مند ہوں اور وہ اپنی ضرورت پورا کرنے کے لیے اپنے بیٹے کا غیر منقولہ مال یا غیر منقولہ جائیداد فروخت کر دیں تو کیا جائز ہو گا؟

6۔ اگر عدالت نے والدین یا کسی قریبی رشتہ دار کے لیے نفقہ کا فیصلہ دیا اور پھر کچھ مدت گزر گئی تو کیا اس گزری ہوئی مدت کا نفقہ ضروری ہو گا؟

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ“